مدحت

روحانی سرپرستی
مجدّدِ نعت حضرتِ
حفیظ تائب رح

نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ

شمارہ نمبر 2
جون تا ستمبر 2010ء

مدیر
سرور حسین نقشبندی

اس شمارے کا ہدیہ
پاکستان: 200روپے
بیرون ملک: 7ڈالر
سعودی عرب: 15ریال

سالانہ زرتعاون

پاکستان	:	900روپے
بیرون ملک	:	25ڈالر
سعودی عرب	:	50ریال

بیرون ملک رابطے کے لیے

سعودی عرب	:	عاصم ظفر (ریاض)	00966-555197569
		محمد زبیر مدنی (مدینہ منورہ)	00966-561254482
مسقط	:	سید منور شاہ	51380-00968352
دبئی	:	چوہدری نورالحسن تنویر	00971-504521130
انگلینڈ	:	محمد آصف کیانی	0044-7846365669
امریکہ	:	محمد اصغر چشتی	00191-77446376
ساؤتھ افریقہ	:	راشد معین قاضی (ڈربن)	0027-837939730
اٹلی	:	محمد ظریف	00393-204835944
گریس	:	محمد عطاء اللہ	00306-942719262

سرورق ڈیزائننگ
محمد اسرار (عمر گرافکس)
0332-4550911
پروف ریڈنگ
صفدر علی محسن، سلطان محمود
پبلشرز وتقسیم کار
طٰہٰ پبلی کیشنز، لاہور
0333-4470509
طابع
ندیم یونس پرنٹرز، لاہور

مرتب وناشر سرور حسین نقشبندی نے طٰہٰ پبلی کیشنز سے
چھپوا کر مرکزی دفتر نعت فورم انٹرنیشنل لاہور سے جاری کیا

زیر اہتمام: نعت فورم انٹرنیشنل

سالانہ زرتعاون
الائیڈ بینک لمیٹڈ فیروز پور لاہور، پاکستان
A/C Name: Naat form
A/C No. 0126202507
Branch Code: 0140598

مرکزی دفتر: 747-کشمیر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور، پاکستان
Ph:042-37830161 , Mob:0300-8442475
E-mail: midhat_intl@yahoo.com

فہرست

اظہاریہ 5

حمدیں

مولانا حسن رضا بریلویؒ، باقی صدیقی، حافظ لدھیانوی 11

نعتیں

احمد ندیم قاسمی، حفیظ تائب، لالہٗ صحرائی 14

1- اسمائے رسولؐ کے مآخذ (کلام اللہ سے نعتیہ شاعری تک) ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ 17

حمدیں

امجد اسلام امجد، بشیر حسین ناظم، اشرف جاوید 37

نعتیں

شہزاد احمد، مظفر وارثی، خالد احمد، جلیل عالی، نجیب احمد، منیر سیفی، اعجاز کنور راجا 40
اسلم کولسری، نجمہ یاسمین یوسف، عباس تابش، لطیف ساحل، نورین طلعت عروبہ
رخشندہ نوید، شکیل جاذب، صادق جمیل، واجد امیر، ناصر بشیر، شہزاد نیر

2- لفظ نعت تاریخ کے آئینے میں محشر زیدی (فیصل آباد) 57

3- نعت گوئی میں شعراء کا حصہ اور تحرک نعت دامن انصاری (کلورکوٹ) 63

4- حمدیہ اور نعتیہ ادب کا جائزہ (۲۰۰۹) سرور حسین نقشبندی 68

حمدیں

پروفیسر اکرم رضا، خواجہ قطب الدین فریدی، علامہ محمد شہزاد مجددی 95

نعتیں

ڈاکٹر عاصی کرنالی، خالد محمود خالد نقشبندی، ریاض حسین چودھری 99
رفیع الدین ذکی قریشی، حنیف نازش، خواجہ غلام قطب الدین فریدی
شہزاد مجددی، آصف بشیر چشتی، ڈاکٹر خالد عباس، منظر عارفی، عبدالحمید قیصر
سعید بدر، سخی کنجاہی، عمران نقوی، ڈاکٹر یٰسین قمر، ضیاء محی الدین گیلانی
محمد مسعود اختر، تبسم قادری، سلطان محمود، محمد لطیف، نصیر احمد اختر
حماد نیازی، سرور حسین نقشبندی

-5	منظر عارفی کا نعتیہ مجموعہ ''اللہ کی سنت''	ڈاکٹر سید قاسم جلال (بہاولپور)	117
-6	مدحت کی مدحت	محمد سعید بدر قادری	122
-7	''مدحت'' کی تقریب رونمائی	صفدر علی محسن۔ محمد جمیل چشتی	128

گوشۂ حافظ مظہر الدینؒ

-1	میدانِ نعت کا بانکا شہسوار	پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ	135
-2	حافظ مظہر الدینؒ کی نعت	حفیظ تائب	141
-3	حافظ مظہر الدین جدید ادبی نعت کے پیش رو	امین راحت چغتائی	147
-4	نعت گوئی کا رنگ دگر! حافظ مظہر الدین	ڈاکٹر ریاض مجید	160
-5	حافظ مظہر الدینؒ، عظیم نعت گو	پروفیسر محمد اکرم رضا	164
-6	حافظ مظہر الدین کی متاع ہنر	خالد احمد	170
-7	حافظ مظہر الدینؒ۔ ایک صاحب حال نعت گو	علامہ محمد شہزاد مجددی	173
-8	آقائی و مرشدی، جناب حافظ مظہر الدین مظہرؒ	صاحبزادہ سید منظور الکونین	182
-9	حسان العصر۔ حافظ مظہر الدینؒ	صاحبزادہ محمد اویس مظہر	188
-10	نعتِ مظہرؒ	ڈاکٹر محمد یسین قمر	193
-11	حافظ مظہر الدین مظہرؒ	محمد اصغر نوید	200
-12	بیادِ حافظ مظہر الدینؒ	سید نصیر الدین نصیر گولڑویؒ	202
-13	نظم بیاد مظہرؒ	ظفر ظفری (سعودی عرب)	204
-14	انتخاب کلام مظہرؒ		205

مذاکرہ: نعت معاشرتی رویوں میں تبدیلی کا ذریعہ 223

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی۔ پروفیسر محمد اکرم رضا۔

پروفیسر ریاض حسین زیدی۔ ناصر بشیر۔ شہزاد نیرؔ۔

نعت نگار سے مکالمہ (ع۔س مسلم سے گفتگو)	235
مدیرنامے	244
نعت فورم کو موصول ہونے والی کتب اور رسائل و جرائد	255

اظہاریہ

''مدحت'' کا دوسرا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پہلے شمارے کو آپ نے جس قدر پذیرائی بخشی مجھے اس کا اس طرح سے قطعاً اندازہ نہیں تھا لیکن آپ کی بھرپور حوصلہ افزائی نے مجھے اس مبارک کام کو زیادہ بہتر انداز سے آگے بڑھانے کا حوصلہ دیا ہے۔

مجھے اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں کہ مجھے اس سے پہلے اشاعت وطباعت کے کام کا کوئی تجربہ نہیں تھا اور اس کے لیے ابتدائی طور پر مجھے کئی مشکل مرحلوں سے بھی گزرنا پڑا۔ لیکن مجھ سمیت میرے تمام رفقاء نے اپنی تئیں اسے ظاہری و باطنی اعتبار سے خوبصورت بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ پہلا شمارہ چھپنے کے بعد احباب نے جہاں اس کے منفرد اور دیدہ زیب ٹائٹل کی بے حد تعریف کی وہاں چند قابل احترام بزرگوں نے پروف ریڈنگ میں موجود غلطیوں کی نہ صرف نشاندہی کی بلکہ کچھ نے تو بھرپور انداز میں سرزنش بھی فرمائی۔ یقین جانئے کہ ہر وقت داد و تحسین سننے والے کانوں کے لیے یہ ایک بالکل نیا تجربہ تھا جو لطف کا باعث بھی بنا۔

انشاء اللہ العزیز آنے والے دنوں میں آپ ''مدحت'' کو ہر حوالے سے بہتری کی طرف گامزن پائیں گے۔

پچھلے دنوں مرکز تجلیات حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پرانوار پر ہونے والے افسوسناک حادثے نے تمام اہل دل کو افسردہ کر دیا اور پورے ملک کی فضا سوگوار رہی۔ سید ہجویرؒ کے آستانہ ء قدس پر صدیوں سے فیض رسانی کے چشمے رواں دواں ہیں اور یہاں ایک ایسی دلآویز کشش ہے جہاں اہل محبت اپنی عقیدتوں کے گلاب لئے کشاں کشاں کھنچے چلے آتے ہیں۔ یہ آستانہ دکھ درد کے مارے اور زندگی کی دوڑ میں بھاگ بھاگ کر تھکے ہارے لوگوں کے لیے ایک جائے سکونت ہے۔ انسانی زندگی ہمہ وقت سکون کی متلاشی ہے اور لوگ ان بزرگانِ دین کے آستانوں پر قلبی اور

ذہنی سکون کے لیے حاضر ہوتے ہیں جہاں انہیں اپنے دکھوں کا مداوا بھی ملتا ہے اور ایک دستِ شفقت کا لمس بھی جو زخموں سے چور آرزوؤں پر ایک مرہم بن کر لگتا محسوس ہوتا ہے۔

اس وقت بالعموم معاشرے کی ساری فضا ایک بے چینی ،عدم تحفظ اور بے یقینی کا شکار ہے۔اس سارے ماحول اور منظر نامے میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اہل نعت اس فضا کی تبدیلی میں اپنا کیا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ہم اپنی فکر و خیال کی متاعِ بے بہا کو کیسے اہل وطن کے دکھوں کا مداوا بنا کر پیش کر سکتے ہیں۔تمام وابستگانِ نعت اس بات پر غور کریں کہ لو کے ان تپتے تھپیڑوں میں خنک ہواؤں کا موسم کیسے تلاش کیا جا سکتا ہے۔تہہ در تہہ چھائی ہوئی تاریکی میں امید کا دیا کیسے روشن کیا جا سکتا ہے۔کیا کیا جائے کہ بے یقینی کی سلگتی زمین پر عزم و یقین کی رحمت برسنے لگے۔وابستگان نعت اس موضوع پر قلم اٹھائیں اور معاشرے کی تبدیلی کی فضا میں اپنا متحرک کردار ادا کریں۔

موجودہ شمارے کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

حمد و نعت کے سلسلے کو ہم نے ’’مدحت‘‘ کے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور آپ کو جگہ جگہ اس کے جلوے اپنی روشنی بکھیرتے نظر آئیں گے۔

مضامین و مقالات میں یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی کے شعبہ اسلامی فکر و تہذیب میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر تعینات ممتاز اسلامی سکالر ڈاکٹر طاہر مصطفیٰ کا تحقیقی مقالہ ’’اسمائے رسولؐ کے مآخذ (کلام اللہ سے نعتیہ شاعری تک)‘‘ شامل ہے۔ڈاکٹر صاحب کے دل میں امت مسلمہ کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور وہ نوجوان نسل کی اسلامی نہج پر تربیت کے جذبے سے ہمہ وقت سرشار رہتے ہیں۔کاروان مدحت میں ہم ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی ان کے قلم سے ’’مدحت‘‘ کے قارئین مستفید ہوتے رہیں گے۔ان کے علاوہ فیصل آباد سے جناب محشر زیدی،اور کلور کوٹ (بھکر) سے دامن انصاری کے مضامین اس شمارے کی زینت ہیں۔علاوہ ازیں نعتیہ ادب ۲۰۰۹ کا جائزہ راقم کو تحریر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

حافظ مظہر الدینؒ کا شمار اردو نعت کے ان شعراء میں ہوتا ہے جنہوں نے نعت کی جدید روایت کو اپنے فکر و فن سے بنیاد فراہم کی۔موجودہ نعتیہ شاعری اپنے جس مقام پر ہے اس کے ارتقاء میں ان کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کا ایک افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ ان پر جتنا

کام کیا جانا چاہئے تھا وہ اب تک نہیں ہوسکا۔ گوشۂ نعت نگاران کی نعتیہ شاعری کے محاسن کے بیان پر مشتمل ہے جس میں ممتاز اہلِ قلم کے مضامین شامل ہیں۔ اس گوشے کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے کے لیے ہم نے اسے ہر زاویئے سے بھرپور بنانے کی کوشش کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ گوشہ نقادانِ نعت کو حافظ صاحب پر مزید کام کرنے کے لیے تحریک کا سبب بنے گا۔

''نعت معاشرتی رویوں میں تبدیلی کا ذریعہ'' کے عنوان سے مذاکرہ ترتیب دیا گیا ہے جس میں ڈاکٹر اسحاق قریشی، پروفیسر اکرم رضا، شہزاد نیر اور ناصر بشیر کے خیالات جلوہ افروز ہیں۔ وطنِ عزیز کی موجودہ صورتحال میں یہ موضوع بڑی اہمیت کا حامل ہے اور نعت سے وابستہ اہلِ قلم کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔

''نعت نگار سے مکالمہ'' میں ممتاز دانشور، ادیب، محقق اور نعت نگار ع۔س۔ مسلم جو پچھلے دنوں پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے ان سے ہونے والی گفتگو پر مشتمل ہے جو یقیناً آپ کے لیے معلومات افزاء ہوگی۔

''مدحت'' کے پہلے اور دوسرے شمارے کی درمیانی مدت میں چند مقتدر شخصیات ہم سے جدا ہوگئیں۔ ان میں عبدالعزیز خالدؔ، سید نذیر حسین شاہ، سید الطاف الرحمٰن پاشا اور قاری غلام معین الدین سیالوی شامل ہیں۔

عبدالعزیز خالد کا شمار نعتیہ ادب کے صاحب اسلوب شعراء میں ہوتا ہے۔ مرحوم صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر لسانیات بھی تھے۔ اردو کے علاوہ عربی، فارسی، انگریزی اور سنسکرت پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ اردو نعت کے ارتقاء اور اس کے اسلوبیاتی تنوع میں مرحوم کی کاوشیں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ بطور نعت گو وہ قادر الکلام اور مشکل گو شاعر تھے اور انگشتریٔ شعر میں نت نئے الفاظ کے نگینے جڑنے کا ہنر بخوبی جانتے تھے۔ بلاشبہ ان کی موت سے نعتیہ ادب ایک عظیم شخصیت سے محروم ہوگیا ہے۔ نعت پر انہوں نے بہت سی یادگار کتابیں چھوڑی ہیں۔ اپنی وفات سے کچھ دن پہلے اپنی آخری نظم موت کے حوالے سے لکھی جس کا مصرع کچھ یوں ہے کہ!

اے اجل عجلت نہ کر، اے عمر مستعجل نہ ہو

....

سید نذیر حسین شاہ صاحبؒ کا تعلق شہر اقبال سیالکوٹ سے تھا۔آپ حضور ضیاء الامت پیر کرم شاہؒ کی نشانی تھے۔آپ تمام عمر تشنگان علم کو قرآن و حدیث کے نور سے فیض یاب کرتے رہے۔عمر کے اس حصے میں بھی علالت کے باوجود اپنے تدریسی معمولات کو بلا تعطل جاری وساری رکھے ہوئے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر موت اسی حالت میں آئے کہ میں سرکارؐ کی حدیث پڑھا رہا ہوں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چیز ہوسکتی ہے۔شائد یہ کوئی قبولیت کا لمحہ تھا۔آپ کے ہاں ہونے والی محافل ظاہری و باطنی اعتبار سے بہت انفرادیت کی حامل ہوتیں جہاں ہم جیسے گنہگاروں کی آنکھیں بھی نم ہو جاتیں اور ایسا اکثر ہوتا۔معراج النبیؐ کی رات مسجد کا صحن عقیدت مندوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور مجھے آپ نے خاص طور پر اس میں شریک ہونے کا حکم فرمایا۔دوران محفل آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی اور ساری محفل اس سے فیض یاب ہو رہی تھی۔آپ نے آخر میں مجھ سے حضرت امیر خسروؒ اور پیر مہر علی شاہؒ کے کلام سننے کی خاص طور پہ فرمائش کی۔میں نے اپنی حاضری مکمل کرنے کے بعد اجازت چاہی کیونکہ مجھے لاہور ایک جگہ پہنچنا تھا تو میرے ماتھے پر ایک شفقت بھرا بوسہ دینے کے بعد مجھے اپنے پہلو میں بٹھایا اور فرمانے لگے کہ بس تھوڑی دیر اور رک جائیں پھر چلے جایئے گا۔شاید مجھے اس سعادت سے محروم نہیں رکھنا چاہتے تھے جس کا ازالہ کسی بھی صورت ممکن نہیں تھا۔معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ گفتگو فرمائی اور کہنے لگے کہ آخر میں ایک حدیث مبارکہ بیان کر کے آپ سے اجازت لونگا۔اس حدیث مبارکہ کا عربی متن آدھا بیان کیا ہوگا کہ قبولیت کے ان بابرکت لمحوں میں فرشتہء اجل آ پہنچا اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔موت اتنی حسین بھی ہوسکتی ہے،کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔مجھ جیسے گنہگار کے لیے اس عظیم لمحے میں وہاں موجود ہونا ہی شائد بخشش کا وسیلہ بن جائے۔

....

سید الطاف الرحمٰن پاشا دبستان اعظم چشتیؒ کے ایک نمایاں فرد تھے اور انہی کے انداز اور لب و لہجے کو تر و تازہ رکھے ہوئے تھے۔انہیں صحت الفاظ اور ان کی ادائیگی پہ بھرپور ملکہ حاصل تھا۔انتخاب کلام کے حوالے سے بھی اپنی ایک جداگانہ شناخت رکھتے تھے۔مرحوم ممتاز ثناخوان رسولؐ سید اوصاف علی شاہ کے والد تھے۔

قاری غلام معین الدین سیالوی کا نام محافل نعت کا انعقاد کرنے والوں کے لیے کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ لاہور شہر اور اس کے گردونواح میں ہونے والی محفلوں میں جب وہ اپنے مخصوص انداز اور پرسوز آواز میں ''درودِ تاج'' پڑھتے تو عشاقان رسولﷺ جھوم جھوم جاتے اور اس کی حلاوت سے پوری محفل پر ایک کیفیت طاری ہوجاتی۔ مرحوم کافی عرصہ سے علیل تھے۔ آپ ممتاز قاری رفیع الدین سیالوی کے بڑے بھائی تھے۔

مجھ سمیت اراکین نعت فورم ان تمام مرحومین کی مغفرت، درجات کی بلندی اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کرتے ہیں۔

آپ کا اپنا

مدیر ''مدحت''

حمد باری تعالیٰ

ہے پاک رتبہ فکر سے اس بے نیاز کا
کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا

لب بند اور دل میں وہ جلوے بھرے ہوئے
اللہ رے جگر ترے آگاہِ راز کا

غش آ گیا کلیمؑ سے مشتاق دید کو
جلوہ بھی بے نیاز ہے اس بے نیاز کا

ہر شے سے ہیں عیاں مرے صانع کی صنعتیں
عالم سب آئینوں میں ہے آئینہ ساز کا

افلاک و ارضِ سب ترے فرماں پذیر ہیں
حاکم ہے تو جہاں کے نشیب و فراز کا

مانند شمع تیری طرف لو لگی رہے
دے لطف میری جان کو سوز و گداز کا

تو بے حساب بخش کہ ہیں بے حساب جرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا

کیوں کر نہ میرے کام بنیں غیب سے حسنؔ
بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کار ساز کا

مولانا حسن رضا بریلویؒ

حمد باری تعالیٰ

تو قادر مطلق ہے، یہی وصف ہے کم کیا
آگے کرے اک بندۂ ناچیز رقم کیا

تو خالق کونین ہے تو حاصل کونین
ہے جس پہ نظر تیری اسے ہو کوئی غم کیا

تو اپنے گنہ گار کو توفیق عمل دے
ہوتا ہے زباں سے سر تسلیم بھی خم کیا

یہ رنگ غم زیست، یہ انداز غم جاں
دنیا کی تمنا میں نکل جائے گا دم کیا

اک سجدہ کیا میں نے فقط شعر کی صورت
ورنہ میری تخئیل ہے کیا، میرا قلم کیا

باقی صدیقی

حمد باری تعالیٰ

نفس نفس ہو مرا نغمہ زا خدا کے لیے
مرے کلام کا ہو سلسلہ خدا کے لیے
اسی کا جلوہ نظر آئے جس طرف دیکھوں
ہو میری ساری متاع وفا خدا کے لیے
بسر ہو زیست کا ہر لمحہ یاد میں اس کی
ہو میری زیست کی ہر اک ادا خدا کے لیے
اسی کی یاد میں ہو صرف زندگی میری
چلوں میں زیست کا ہر راستہ خدا کے لیے
ہو میرے فکر کا حاصل ثنائے رب جلیل
ہر ایک نقطہ ہو لب سے ادا خدا کے لیے
لکھوں میں صبح و مسا شانِ کبریا حافظؔ
ہر ایک سانس ہو نغمہ سرا خدا کے لیے

حافظ لدھیانوی

نعت شریف

دنیا ہے ایک دشت تو گلزار آپؐ ہیں
اس تیرگی میں مطلع انوار آپؐ ہیں

ہو لاکھ آفتابِ قیامت کی دھوپ تیز
میرے لیے تو سایۂ دیوار آپؐ ہیں

یہ فخر کم نہیں کہ میں ہوں جس کی گرد رہ
اس قافلے کے قافلہ سالار آپؐ ہیں

دربار شہ میں بھی میں اگر سرکشیدہ ہوں
اس کا ہے یہ سبب مرا پندار آپؐ ہیں

مجھ کو کسی سے حاجت چارہ گری نہیں
ہر غم مجھے عزیز کہ غمخوار آپؐ ہیں

انسان مال و زر کے جنوں میں ہے مبتلا
اس حشر میں ندیم کو درکار آپؐ ہیں

احمد ندیم قاسمی

نعت شریف

اے سرور دیں نور ہے یکسر تری سیرت
اقدار کو کرتی ہے منور تری سیرت

یا خیر کا معمورۂ پرنور و معنبر
یا حسن کا مواج سمندر تری سیرت

زیبائی افکار کا مصدر ترے انوار
رعنائی کردار کا جوہر تری سیرت

ہر بندۂ نادار کی قوت، تری رحمت
ہر رہروِ درماندہ کی رہبر تری سیرت

آتی ہے نظر پیکر جاں میں تری تنویر
ہر نقش کو کرتی ہے اجاگر تری سیرت

ہر رہ پہ مرا ہاتھ لیے ہاتھ میں اپنے
چلتی ہے مرے ساتھ برابر تری سیرت

شعر اس کے نہ کیوں ہوں نظر افروز و دلآویز
تائب کے خیالوں کا ہے محور تری سیرت

حفیظ تائب

نعت شریف

مدینے میں جاں کا گزر چاہتا ہوں
شب زیست کی یوں سحر چاہتا ہوں
جو طیبہ کے اذنِ سفر کی ہو حامل
میں قسمت سے ایسی خبر چاہتا ہوں
جو خم ہو فقط حکمِ سرکارِ دیں پر
خمیدہ سروں میں وہ سر چاہتا ہوں
پڑا ہوں میں صحرائے دنیا میں بے گھر
میں طیبہ کے دیوارو در چاہتا ہوں
بسیرا بنے جو مرا تاقیامت
میں شہرِ نبی میں وہ گھر چاہتا ہوں
بسا دے دلوں میں جو حبِ پیمبر
میں مدحت کا ایسا ہنر چاہتا ہوں

لالہ صحرائی

ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ

اسمائے رسول کے مآخذ

(کلام اللہ سے نعتیہ شاعری تک)

آقائے دوجہاں، رحمۃ اللعالمین، حاکم دین مبین، وجۂ قرآن مبین، زینت خلد بریں، نزہت بستان دیں، صاحب تاج ونگیں، حسن سراپا، عشق مجسم، روئے منور، گیسوئے پرخم، عاشق امت، شافع محشر، صاحب تاج ختم نبوت، صدر نشین بزم رسالت، آیت رحمٰن، معنی رحمت، فرش قدم افلاک کی عظمت، امن ومحبت جس کی شریعت، سب کے لیے پیغمبر رحمت، ہادی عالم، عظمت آدم، نازش حوا، حیرت موسیٰ، غیرت عیسیٰ، نور مقدم، حسن مجسم، سرور عالم، محرم یزداں، جلوۂ ایماں، حاصل قرآں، چہرہ منور، زلف معطر، فخر ملائک، رہبر دنیا، روح دوعالم، اہل نظر کے کعبۂ اعظم، ساقیٔ کوثر، مالک زم زم، روح منزہ، نفس مکرم، نازش ملت، جان معیشت، شان نبوت، تابش فطرت، ظل الٰہی، پیکر ایمان، شوکت انساں، حسن دو عالم، در یتیم بحر عنایت، قلزم شفقت، منبع عرفاں، مخزن حکمت، ہادی صادق، رحمت خالق، مشعل ایماں، گلشن رضوان، مہر طریقت، شمع شریعت حضرت محمد ﷺ کے حضور عقیدت ومحبت کے اظہار کے لیے جو متنوع اور متعدد اسالیب ہیں، ان میں آپ ﷺ کے صفاتی اسمائے گرامی کے حوالے سے تذکرہ ایک معروف اور قدیم اسلوب ہے۔

اسمائے رسول محض عقیدت رسول میں انسانی فکر وخیال کی اختراعات یا محبت رسول میں دل فریفتگی کی کوئی دیوانہ وار اصطلاحات نہیں ہیں بلکہ یہ دنیا کی تمام زبانوں، تمام کلاموں اور تمام کتابوں بشمول آسمانی کتابوں میں کائنات کے سب سے بڑے رہنمائے انسانیت اور اللہ رب العزت کے سب سے محبوب رسول کی ذات وصفات کی مخاطبانہ صورتیں، عقلی توجیہیں، لفظی تصویریں اور تصورات کی سچی تعبیریں ہیں۔

کائنات کے سرمایہ ہائے علوم اور خزانہ ہائے معارف کی یہ سعادت مندی اور خوش بختی ہے کہ ان کے دامن میں اللہ رب العزت کے اسمائے مقدسہ اور اسمائے رسول بھی جلوہ افروز ہیں۔ یہ انہی اسماء الحسنٰی اور اسمائے رسول کی نور افشانی ہے جس سے دوسرے علوم کو روشنی اور وجود نصیب ہوتا ہے۔

اگر کسی نے عقیدت، محبت یا دل فریفتگی میں بھی اسمائے نبی الکریم ﷺ کا استنباط کیا ہے تو یہ اس دیوانے اور عاشق رسول ﷺ کی اپنی خوش نصیبی ہے مگر جس طرح حضرت محمد ﷺ کی ذات و صفات اور سیرت و اخلاق کو جاننے کے لیے با قاعدہ مآ خذ ہیں، اسی طرح اسمائے نبی الکریم ﷺ اور ان کی ماہیت وفضیلت کو جاننے کے لیے بھی مآ خذ و مصادر ہیں جن سے پوری دلیل اور تحقیق کے ساتھ اسمائے مبارکہ کی تخریج اور تطبیق کی جاسکتی ہے مثلاً

قرآن مجید

کلام اللہ یعنی قرآن مجید سیرت رسول کا پہلا اور بنیادی ماخذ ہے۔ اس لیے بشمول اسمائے رسول، جب اور جہاں کسی بھی پہلو سے ذکر رسول ہوگا، قرآن مجید اس ذکر کا بنیادی حوالہ ہوگا۔

''اس الہامی کتاب کی ایک سو چودہ سورتوں میں آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کے ضروری اجزاء جستہ جستہ مذکور ہیں۔ آپ ﷺ کی ابتدائی زندگی، یتیمی، غربت، بچپن، لڑکپن، جوانی، تلاش حق، بعثت، نزول وحی، دعوت و تبلیغ، کفار کی مخالفت، اسلام کا فروغ، معراج، ہجرت حبشہ، ہجرت مدینہ، تحویل کعبہ، مشہور غزوات (بدر، احزاب، حنین، تبوک اور فتح مکہ) خاندانی زندگی، اخلاق و عادات اور سیرت و کردار کے بارے میں مستند معلومات کا سرچشمہ یہی کتاب ہے۔(۱)

لہٰذا حضرت محمد ﷺ کی سیرت وصفات اور آپ کے فکر و عمل کو جاننے کے لیے قرآن کریم ایک ایسا شفاف آئینہ ہے جس میں ہمیں سب کچھ صاف نظر آ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمانوں کے درمیان یہ بات ضرب المثل کے طور پر مشہور ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت ''قرآن'' ہی تو ہے۔

قاری محمد طیبؒ نے کیا خوب کہا ہے ''قرن میں لامحدود عجائبات علمی صورت میں اور ذات بابرکات نبویؐ کی سیرت میں یہی عجائبات عملی صورت میں موجود ہیں۔ گویا ایک علمی قرآن ہے جو اوراق میں محفوظ ہے اور ایک عملی قرآن یعنی سیرت ہے جو ذات نبویؐ میں محفوظ ہے اور دونوں ایک

دوسرے پر من وعن منطبق ہیں۔ پس قرآن کا کہا ہوا حضور ﷺ کا کیا ہوا ہے اور آپ ﷺ کا کیا ہوا قرآن کا کہا ہوا ہے۔ اس لیے قرآن کریم کی ہزاروں آیتیں دراصل سیرت مقدسہ کے علمی تعارفی ابواب ہیں اور سیرت کے یہ ہزاروں گوشے قرآن کریم کے علمی پہلو ہیں پس قرآن کریم میں جو حال ہے وہی ذات نبویؐ میں حال ہے اور جو قرآن میں نقوش و دال ہیں، وہ ذات اقدس میں سیرت واعمال ہیں اس لیے سیرت سے قرآن کریم کی عملی صورتیں متشخص ہوتی ہیں اور قرآن سے سیرت کی عملی ہیتیں کھلتی ہیں۔(۲)

یقیناً ذات رسول اقدس ﷺ قرآن حکیم کی ایک متحرک تصویر ہے۔ کتاب کی صورت میں ایک نازل ہونے والا قرآن ہے اور ذات رسول اللہ ﷺ کی صورت میں ایک چلتا پھرتا قرآن ہے۔

اس پیرائے میں قاری محمد طیبؒ مزید لکھتے ہیں کہ ''قرآن کریم کے مختلف مضامین سے اپنی اپنی نوعیت اور مناسبت کے مطابق سیرت کے مختلف الانواع پہلو ثابت ہوتے ہیں۔ قرآن میں ذات وصفات کی آیتیں آپ ﷺ کے عقائد ہیں اور احکام کی آیتیں آپ ﷺ کے اعمال، تکوین کی آیتیں آپ ﷺ کا استدلال ہیں اور تشریح کی آیتیں آپ ﷺ کا حال، قصص وامثال کی آیتیں آپ ﷺ کی عبرت ہیں اور تذکیر کی آیتیں آپ ﷺ کی موعظت، خدمت خلق کی آیتیں آپ ﷺ کی عبدیت ہیں اور کبریاء حق کی آیتیں آپ ﷺ کی نیابت، اخلاق کی آیتیں آپ ﷺ کا حسن معیشت ہیں اور معاملات کی آیتیں آپ ﷺ کا حسن معاشرت، توجہ الی اللہ کی آیتیں آپ ﷺ کی خلوت ہیں اور تربیت خلق کی آیتیں آپ ﷺ کی جلوت، قہر وغلبہ کی آیتیں آپ ﷺ کا جلال ہیں اور مہر ورحمۃ کی آیتیں آپ ﷺ کا جمال، تجلیات حق کی آیتیں آپ ﷺ کا مشاہدہ ہیں اور ابتغاء وجہ اللہ کی آیتیں آپ ﷺ کا مراقبہ، ترک دنیا کی آیتیں آپ ﷺ کا مجاہدہ ہیں اور احوال محشر کی آیتیں آپ ﷺ کا محاسبہ، نفیٔ غیر کی آیتیں آپ ﷺ کی فنائیت ہیں اور اثبات حق کی آیتیں آپ ﷺ کی بقائیت، نعیم جنت کی آیتیں آپ ﷺ کا شوق ہیں اور جحیم نار کی آیتیں آپ ﷺ کا غم، رحمت کی آیتیں آپ ﷺ کی رجاء ہیں او عذاب کی آیتیں آپ ﷺ کا خوف، انعام کی آیتیں آپ ﷺ کا سکون اور انس ہیں اور انتقام کی آیتیں آپ ﷺ کا حزن، حدود و جہاد کی آیتیں آپ ﷺ کا بغض فی اللہ ہیں اور امن وترحم کی آیتیں آپ ﷺ کا حب

فی اللہ ہیں۔نزول وحی کی آیتیں آپ ﷺ کا عروج ہیں اور تعلیم و تبلیغ کی آیتیں آپ ﷺ کا نزول، تنقید و امر کی آیتیں آپ ﷺ کی خلافت ہیں اور خطاب کی آیتیں آپ ﷺ کی عبادت (۳) غرض قرآن کریم کی ہر آیت اور ہر لفظ کسی نہ کسی مقام نبوت کا مظہر ہے اور ان تمام لازوال سچائیوں پر حضرت عائشہؓ کا یہ قول دلیل اور حجت ہے کہ:

وکان خلقه قرآن (۴) اوران کا خلق (سیرت) قرآن ہی تو ہے۔

قرآن کریم نے آپ ﷺ کا سب سے بنیادی تعارف یہ کرایا کہ آپ ﷺ اللہ کے برگزیدہ رسول ہیں۔(۵) ایک ایسے رسول جو دعائے خلیل (۶) اور نوید مسیحا (۷) ہیں۔آپ ﷺ کا اسم گرامی احمد (۸) بھی ہے اور محمد (۹) بھی، کلام اللہ میں آپ کو یٰسین (۱۰)، طٰہٰ (۱۱)، مزمل (۱۲)، مدثر (۱۳)، نبی امی (۱۴)، داعی الی اللہ (۱۵)، منذر (۱۶)، ہادی (۱۷)، سراج منیر (۱۸)، شاہد (۱۹)، مبشر (۲۰)، نذیر (۲۱)، مزکی (۲۲)، معلم کتاب وحکمت (۲۳)، نور (۲۴)، رسول صادق (۲۵)، برہان ربانی (۲۶)، حاکم برحق (۲۷)، سراپا ہدایت (۲۸)، رحمۃ اللعالمین (۲۹)، رؤف و رحیم (۳۰)، صاحب خلق عظیم (۳۱)، اول المسلمین (۳۲)، خاتم النبیین (۳۳)، بندۂ الٰہی (۳۴)، صاحب کوثر (۳۵)، صاحب رفعت (۳۶)، مرکز آرزوئے مومنین (۳۷)، محبوب خدا (۳۸)، اور ممدوح ملائکہ (۳۹)، قرار دیا گیا ہے تاہم کلام اللہ میں آپ ﷺ کی سب سے اعلیٰ صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے (۴۰)، اور اس کے رسول (۴۱) ہیں۔

اسمائے رسول کی صورت میں قرآن مجید کے اندر آپ ﷺ کی حیات طیبہ کی ہر جھلک نظر آتی ہے مثلاً ''یتیم'' کی صورت میں آپ کی بچپن میں حالت یتیمی (۴۲)، ''غنی'' کی صورت میں بحالت جوانی معاشی آسودگی (۴۳) بحیثیت ''مہتدی'' بعثت سے قبل ہدایت کی سرفرازی (۴۴)، بحیثیت ''مبعوث'' رسالت کی عطائیگی (۴۵)، بحیثیت ''مبلغ'' مکہ میں تبلیغ (۴۶)، بحیثیت ''صابر'' دشمنوں کی ایذا رسانیوں پر صبر (۴۷)، بحیثیت ''بشیر'' آپ ﷺ کا اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول کے بدلے میں خوشخبریاں سنانا (۴۸)، بحیثیت ''نذیر'' آپ ﷺ کا لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانیوں کے بدلے میں عذابوں سے ڈرانا (۴۹)، بحیثیت ''مہاجر'' آپ ﷺ کا مکہ سے مدینہ ہجرت کر جانا۔(۵۰)، بحیثیت ''اخی فی الدین'' مدینہ میں مواخات قائم کرنا (۵۱)، بحیثیت ''مجاہد'' آپ ﷺ کا جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لینا۔(۵۲)، بحیثیت ''فاتح'' مکہ کو فتح کرنا (۵۳)،

بحیثیت ''خطیب'' حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دینا (۵۴)، وغیرہ قرآن میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی قرآن کریم میں آپ ﷺ کے بیش بہا ایسے ذاتی اور صفاتی اسمائے گرامی کا تذکرہ ہے جو آپ ﷺ کے اخلاق فاضلہ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی سماجی، معاشی اور سیاسی زندگی کے روشن باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے جیسے کلام اللہ انسانی نقش حیات، شریعۃ اسلامیہ کے مندرجات، رب العزت کی عبادات، علم تجلیات کائنات اور شعور و منکر و معروفات کا بنیادی مصدر و ماخذ ہے۔ اسی طرح معرفت ذات و اسمائے رسول کا بھی قرآن ہی اولین ماخذ و مصدر ہے کیونکہ قرآن حکیم کلام الٰہی ہے، خالق ارض و سماوات نے جس طرح اپنے رسول سے کلام فرمایا، جس طرح مخاطب کیا، جس طرح ذکر کیا، وہی اسلوب آپ ﷺ کے اسماء کے تعین میں پہلا اور مستند ترین نشان منزل ہو سکتا ہے اور کوئی نہیں۔

کتب حدیث

قرآن مجید کے بعد اسمائے رسول کے اخذ کا دوسرا بنیادی مصدر رسول اللہ کے اپنے ارشادات اور روایات صحابہ ہیں۔ محدثین نے اس مشکل ترین سفر کے دوران اپنی زندگیوں کو قربان کر کے رسول اللہ ﷺ کی پیدائش، اسماء اور حیات طیبہ کے آخری ترین لمحات کے بارے میں سیرت نبوی کا ایک بحر بے کنار جمع کر کے رکھ دیا ہے۔ بحر سیرت کی ٹھاٹھیں مارتی ہوئی موجوں میں ہمیں اسمائے رسول کا بھی وافر اور مستند ترین خزانہ میسر آ جاتا ہے جیسے نبی کریم ﷺ کی اپنی روایات ہیں۔

انا محمد و احمد و المقفّی و الحاشر و نبی التوبہ و نبی الرحمۃ (۵۵)

لی خمسة اسماء: أنا محمد و احمد و انا الماحی الذی یمحو الله بی الکفر، وأنا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی و أنا العاقب. (۵۲)

میرے پانچ نام ہیں: میں محمد ہوں، احمد ہوں، ماحی (کفر مٹانے والا) ہوں کہ رب کریم میرے توسط سے کفر (وشرک) کے ہر نشان کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں کہ سب لوگ (قیامت کے روز اپنی قبروں سے اٹھا کر) میرے قدموں میں جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب (سب نبیوں

کے آخر میں آنے والا) ہوں۔

کتب مغازی وسیر

سیرت رسول اور اسمائے رسول کا ایک اور اہم ماخذ مغازی اور سیرت کی وہ کتابیں ہیں جو ابتدائی دور کے بزرگوں نے مرتب کیں۔ مغازی سے مراد اگرچہ جنگیں ہیں لیکن اصطلاحاً اس سے مراد وہ جنگیں ہیں جن میں آنحضرت ﷺ خود شریک ہوئے۔ اصولاً تو مغازی کو صرف غزوات اور ان میں شریک صحابہ کرامؓ کے تذکرے تک محدود رہنا چاہیے تھا لیکن وسیع مفہوم میں اس اصطلاح کا اطلاق حضور اکرم ﷺ کی پوری حیات مبارکہ پر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی بالخصوص مدنی زندگی پر مشتمل کتابوں کو مغازی بھی کہا جاتا ہے اور سیرت بھی۔ (۵۷)

کتب سیرت کا مطالعہ، جسمانی پیدائش سے قبل سابقہ آسمانی کتابوں میں آپ ﷺ کا ذکر مبارک اور انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ ﷺ کی آمد کی بشارت (۵۸) آپ ﷺ کا اسم گرامی ''سیدنا مبشر'' منعکس کرتی ہے، سیرت کی کتابوں سے ہی پتہ چلتا ہے کہ پیدائش مبارک کے بعد دادا عبدالمطلب کا اس نیت سے ایسا نام رکھنا کہ میرے پوتے کے افکار و اعمال کی دنیا جہان میں بہت تعریف کی جائے گی۔ آج آپ ﷺ کا اسم گرامی محمد ﷺ اپنے معنی کے اعتبار سے دادا کے مؤقف کی پوری تائید کرتا ہے۔ (۵۹)، سیرت طیبہ کی کتب میں آپ ﷺ کے ظاہری حسن و جمال کی روایتیں آپ ﷺ کو ''سیدنا احسن'' ظاہر کرتی ہیں۔ (۶۰)، اسی طرح کتب سیرت سے پتہ چلتا ہے کہ جب آپ ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ کی پرورش میں جاتے ہیں تو آنحضرت ﷺ کی وجہ سے ان کے گھر میں ہر چیز کے اندر برکت ہی برکت نظر آنے لگی اور ہر شے وافر ہوگئی۔ (۶۱)، اس بنا پر آپ ﷺ کو بچپن ہی سے ''سیدنا مبارک'' سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ بچپن لڑکپن گزارنے کے بعد جب آپ ﷺ جوانی کی دہلیز پر پہنچے تو اپنے چچا ابو طالب کی سرپرستی ونگرانی میں تجارت کے پیشے کو اپنایا۔ تجارت کے امور میں سچائی اور دیانت کو اپنے قول وفعل کی اس قدر بنیاد بنایا کہ اپنی انہی صفات کی وجہ سے ''صادق'' اور ''امین'' مشہور ہوگئے۔ عمر مبارک چالیس برس ہوئی تو نبوت و رسالت سے سرفراز ہو کر محمد سے سیدنا محمد رسول اللہ ہو گئے۔ کتب سیرت سے ہی پتہ چلتا ہے کہ جب ورقہ بن نوفل نے آپ ﷺ کی پہلی وحی کا حال جان کر آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی

گواہی دی تو آپ ''سیدنا مشہود ﷺ ہو گئے۔ سیرت کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ مکہ میں سر عام اللہ کا پیغام پہنچاتے ہوئے جب دشمنوں کی ایذا رسانیاں شروع ہو گئیں تو سیرت طیبہ کے اس تکلیف دہ دور سے آپ ﷺ سیدنا داعی ﷺ، سیدنا مبلغ ﷺ، سیدنا صابر ﷺ، سیدنا حلیم ﷺ، سیدنا رؤف ﷺ، سیدنا رحیم ﷺ قرار پائے کیوں کہ دعوت و تبلیغ کے بدلے میں اپنوں اور بے گانوں کی ایذا رسانیوں کے بدلے میں ہمیشہ صبر کیا، حلم اور بردباری سے آزمائشوں کا مقابلہ کیا اور عفوودرگزر سے کام لیتے ہوئے بدلے کی بجائے سب پر رحم وکرم کا معاملہ کیا۔ اس کے بعد اللہ کے حکم سے ان آزمائشوں اور اذیتوں کے بدلے میں انعام کے طور پر معراج کے موقع پر آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ کی بلندیوں تک لے جائے گئے تو آپ ﷺ ''صاحب معراج'' قرار پائے۔ اس کے بعد مکہ سے مدینہ ہجرت کا حکم ہوا تو آپ ﷺ ''سیدنا مہاجر'' ہو گئے۔ پھر اللہ کی راہ میں جہاد کی اجازت ملی تو آپ ﷺ سیدنا مجاہد ہو گئے۔ مدنی زندگی کے دوران لوگوں کے درمیان حق وانصاف پر مبنی حسن معاشرت قائم کی تو سیدنا عادل، فیاضی اور سخاوت کا معاملہ کیا تو سیدنا فیاض ﷺ، رشتہ داروں، دوست، احباب، غریبوں، مسکینوں، بیوگان، یتیموں، بیماروں، غلاموں، مہمانوں، بچوں، اپنوں، بے گانوں کے ساتھ محبت وشفقت کا پیکر بن کر سیدنا شفیق ﷺ اور آخر میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو سیدنا لاقی رفیق الاعلیٰ ﷺ جیسے اسمائے رسول کی عملی اور متحرک تصویر بن جاتے ہیں۔ غرض سیرت کی کتابوں میں ایسے بے شمار مندرجات و واقعات ہیں جہاں سے ایسے اسماء النبی الکریم ﷺ اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

کتب تاریخ

اسمائے رسول اور سیرت رسول کا ایک اور اہم ماخذ قدما کی لکھی ہوئی اسلامی کتب تاریخ ہیں۔ بنیادی طور پر یہ سیرت کی کتابیں نہیں ہیں بلکہ اسلامی دنیا کے حکمرانوں، اہم شخصیتوں اور مسلمان ممالک کے احوال و وقائع جاننے کا ذریعہ ہیں لیکن اسلام کی ابتدا کے مبارک تذکرے میں وہ بانی اسلام کی زندگی اور کارناموں کو بھی اپنا موضوع بناتی ہیں۔ تاریخ کی ان کتابوں میں کہیں آنحضرت کے سوانح حیات کہیں مختصر اور کہیں تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ ہماری قدیم کتب تاریخ میں اکثر روایات تو وہی ہیں جو صرف انہی کتابوں میں پائی جاتی ہیں جس طرح ہمیں بہت سے اسمائے رسول قرآن وحدیث اور سیرت کی مختلف کتابوں سے ملتے ہیں، ان کا ذکر تاریخ کی مستند کتابوں میں بھی

موجود ہے اور کچھ اسمائے رسول ایسے ہیں جن کا ذکر قرآن و حدیث اور سیرت کی مستند کتابوں میں نہیں ہے مگر وہ تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں مثلاً سیدنا الاجیر ﷺ (۶۲)، سیدنا احسن الناس ﷺ (۶۳)، سیدنا الازج ﷺ (۶۴)۔

نعتیہ شاعری

اسمائے رسول کا ایک اور اہم ماخذ و مصدر قدیم و جدید نعتیہ شاعری ہے۔ سید قاسم محمود اپنے اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں ذکر نعت کے حوالے سے کیا خوبصورت لکھتے ہیں۔ ''حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے مسلمانوں کو جو محبت، عقیدت اور قلبی وابستگی ہے اور انہوں نے جس طرح آپ ﷺ کے حالات، ارشادات اور فرمودات، حلیہ، شمائل، اخلاق و عادات اور معجزات کو محفوظ کیا ہے، وہ تاریخ عالم کا ایک سنہری باب ہے۔ ذکر الٰہی کے بعد ذکر رسول ﷺ کو ایمان کی تکمیل اور افضل ترین عبادت کہا گیا ہے فارسی اور اردو میں نبی کریم ﷺ کی تعریف و توصیف کو نعت کہا جاتا ہے جبکہ عربی زبان میں اس کے لیے مدح النبی کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ (۶۵)

نعت کے اولین نمونے رسول اللہ ﷺ کی بعثت مبارکہ سے پہلے کی روایات ہی سے ملنے شروع ہو جاتے ہیں، ان میں سے کچھ حصہ الہامی صحائف کے ان مندرجات پر مشتمل ہے جو آپ ﷺ کی مبشرات سے متعلق ہے۔ آپ ﷺ کی عہد ولادت سے پہلے کے علماء، رہبان، احبار موحدین، متکلمین اور منجم کے نزدیک ان مندرجات کو خصوصی توجہ حاصل تھی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس وقت کے اہل بصیرت اور مذہبی سوجھ بوجھ رکھنے والے افراد بڑی شدت کے ساتھ اس نبی کی آمد کے منتظر تھے جس کی بشارت سابقہ کتب سماوی میں دی گئی تھی لہٰذا اس عہد کے اہل فکر کی سوچوں، مباحث اور گفتگو کا محور ''النبی المنتظر'' تھا۔ رسول اللہ کی تعریف و توصیف میں کہے گئے اشعار کا موضوع اس نبی منتظر سے متعلق ہے جس کے زمانے تک زندہ رہنے اور جسے دیکھنے کی شدید خواہش کا اظہار ماقبل بعثت کے اشعار میں ملتا ہے۔ (۶۶)

کتب سماویہ میں مذکورہ اسمائے رسول کی فہرست خاصی طویل ہے بعض علماء نے ان سے استخراج پر بڑی محنت کی ہے۔ کتب اسلاف کا ماحصل علامہ یوسف النبهانیؒ (م ۱۳۵۰ھ) نے حجۃ اللہ علی العالمین میں درج کیا ہے اور آپ ﷺ کے بیسوں نام گنوائے ہیں ہیں مثلاً ماز ماذ (طیب طیب)، فارقلیط (یعنی فاروق حق و باطل، منحمنا (یعنی محمد)، الحمطایا (حامی الحرم) خوناج (یعنی صحیح الاسلام) قدمایا

(یعنی السابق الاول) اور اخرایا (یعنی آخری نبی) (۶۷)۔

اسی طرح مبشرات کے سلسلے میں سب سے قدیم روایت ''تبع الحمیر ی'' سے منسوب ہے جو یمن کا طاقت ور بادشاہ تھا اور جزیرہ نمائے عرب کے پار ایران پر حملہ آور ہوا تھا۔ نام ''تبان'' اسعد، ابوکرب'' تھا۔ اپنی اس مہم جوئی میں اس کا گزر مدینہ منورہ سے ہوا تھا۔ وہ یثرب کو تباہ کرنا چاہتا تھا کہ بنو قریظہ کے دو عالموں نے اسے اس ارادے سے باز رہنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ ایسا کرنا اس کے بس میں نہیں ہے کیوں کہ (**ھی مھاجر نبی یخرج من ھذا الحرم من قریش فی آخر الزمان، یکون ھو دارہ و قرارہ**'' (۶۸) وہ اہل مدینہ کے کردار سے متاثر ہوا، ارادہ بدل دیا اور موعود کا مشتاق ہوا اسی اشتیاق میں اپنے موعود ممدوح کے حضور عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا:

شھدت علی احمد انہ، رسول من اللّٰہ باری النسم

فلومد عمری الی عمرہ لکنت و زیر انہ و ابن عم۔ (۶۹)

مزید کہا:

یسمی احمدا یالیت انی

اعمر بعد مبعثہ بعام۔ (۷۰)

تبع الحمیر ی کے یہ وہ نعتیہ اشعار ہیں جو اس نے ابھی ولادت باسعادت سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں کہے تھے۔ طالب اسماء الرسول ان اشعار سے آپ کے اسمائے مبارکہ سیدنا احمد اور سیدنا رسول من اللہ ﷺ اخذ کر سکتے ہیں۔

قرب ولادت کا زمانہ پیش گوئیوں اور انتظار کا زمانہ تھا۔ یہ ایسی فضا تھی کہ پوری کائنات محو انتظار تھی۔ راہب اپنے علم کی برتری کی وجہ سے سراپا اشتیاق تھے۔ مسطح کاہن ہو یا بحیرہ راہب سب دم بخود تھے۔ مکہ کی بت پرستانہ فضا میں ''حنفا'' کا مختصر گروہ طلوع ہدایت کے آثار دیکھ رہا تھا۔ ان حنفا میں زید بن عمر بن نفیل، عبداللہ بن جحش، عثمان بن الحویرث اور ورقہ بن نوفل شامل تھے۔ (۷۱)، ان میں ورقہ بن نوفل نے تو نزول وحی کی کیفیات کا بھی مشاہدہ کیا تھا اور اپنی کوتاہئ قسمت پر افسوس بھی کیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ کی اطلاع پر اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا:

ھذی خدیجۃ تاتینی لاء خبرھا

وما لنا یخفی الغیب من خبر

بان احمد یاتیہ فیخبرہ

جبریل انك مبعوث الی البشر

فقلت علی الذی ترجین ینجزہ

لا الا لہ فرجی الخبر و انتظری (۷۲)

اور پھر وہ صبح سعادت بھی آ گئی جب آپ ﷺ دنیا میں جلوہ افروز ہوئے لیکن بحالت یتیمی، دادا جناب عبدالمطلب اپنے یتیم پوتے کی منفرد حیثیت کا شعور رکھتے تھے پیدائش پر کہنے لگے۔

الحمدللہ الذی اعطانی

ھذا الغلام الطیب الاردان (۷۳)

اسی طرح جناب ابوطالب کے دور کے عرب معاشرے پر بھی شعر کی سطوت قائم تھی۔ خاندان رسالت کے اکثر افراد شعرفہم اور شعرشناس تھے۔اس میں مرد وعورت کا فرق نہ تھا۔حضرت عبدالمطلب کی وفات پر آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کے مرثیے جذبات کے والہانہ پن اور قدرت کلام کے مظاہر ہیں۔(۷۴) جناب ابوطالب کا شعری ذوق بھی بلند پایہ تھا۔ان کی نثر میں بھی شعری طمطراق اور جاذبیت موجود تھی۔ان کے اشعار میں اپنے خاندان کی عظمت اور اپنی نسل کی برتری کا احساس بڑا نمایاں تھا اور عرب معاشرے میں یہی احساس تفاخر کی بنیاد تھی۔قریش کی برتری مسلم تھی۔کعبے کی تولیت نے انہیں اور بھی محترم کر دیا تھا۔قبائلی تفاخر کے اس جذبے سے سرشار جناب ابوطالب اپنے بھتیجے کی سیرت وکردار کا جائزہ لیتے تو ان کا سرفخر سے بلند ہو جاتا،بعض اوقات جناب ابوطالب فرماتے:

اذا اجتمعت یوما قریش لمفخر

فعب مناف سرھا و صمیمھا

فان جعلت، اشراف عب منافھا

ففی ھاشم اشرافھا و قدیمھا

و ان فخرت یومافان محمدا

ھوالمصطفیٰ من سرھاو کریمھا (۷۵)

حضرت ابوطالب کا رسول ﷺ کی شان اقدس میں ایک اور شعر آپ ﷺ کی حسن صورت

اور سیرت کا بہت خوب نقشہ پیش کرتا ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل(۷۶)

ورقہ بن نوفل، حضرت عبدالمطلب اور حضرت ابوطالب کے ان اشعار سے جوانہوں نے اپنی نسلی اور نسبی صفت وفصاحت و بلاغت اور شعر وسخن میں قادرالکلام ہونے کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کی شان مبارکہ میں کہےان سے بلا مبالغہ نبی کریم ﷺ کے خوبصورت اسمائے گرامی مثلاً سیدنا المصطفیٰ کا لامحالہ سراغ ملتا ہے۔

اسی طرح صحابہؓ کی کثیر تعداد نعت کی صنف میں رسول اللہ ﷺ کی مدحت سرا تھی۔ ابن رشیق کی تصریح کے مطابق بنوعبدالمطلب کے مردوزن ہی سوائے رسول اللہ ﷺ کے کوئی ایسا نہ تھا جو شعر نہ کہتا ہو۔ (۷۷) جیسے

حضرت حسان بن ثابت الانصاریؓ

نعت گو صحابہؓ کی کہکشاں میں حضرت حسان بن ثابت انصاری کا نام ایک نمایاں نجم کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپؓ یثرب یعنی مدینۃ النبی میں پیدا ہوئے۔ شہری ماحول میں پرورش پائی۔ فطرتاً ذوق شعر عطا ہوا تھا۔ قبول اسلام کے بعد آپؓ کی ساری شاعری کا حوالہ بالواسطہ یا بلاواسطہ صرف اور صرف آپ ﷺ کی ذات گرامی ہی تھی مثلاً مدح نبوی میں حضرت حسانؓ فرماتے ہیں:

اغر علیہ للنبوۃ خاتم
من اللہ مشھود یلوح و یشھد
وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ
اذا قال فی الخمس الموذن اشھد
و شق لہ من اسمہ لیجلہ
فذوالعرش محمود و ھذا محمد (۷۸)

حضرت حسان بن ثابتؓ کی اس نعتیہ شاعری سے آپ ﷺ کے اسمائے گرامی سیدنا خاتم ﷺ، سیدنا مشھود ﷺ، سیدنا النبی ﷺ، سیدنا محمود ﷺ اور سیدنا محمد ﷺ کا استخراج ہو سکتا ہے۔

اسی طرح حضرت حسان بن ثابتؓ کے بعد بہت سے دوسرے صحابہ کرامؓ نے بھی اپنی نعتیہ شاعری میں رسول اللہ ﷺ کے اسمائے مبارکہ کو استعمال کر کے نہ صرف مدحت رسول کا حق ادا کیا ہے بلکہ اسمائے النبی ﷺ کے استعمال سے اپنی شاعری میں بھی حسن وخوبصورتی پیدا کی ہے مثلاً دوسرے معروف صحابہ کرام کے اشعار اس طرح ہیں:

کعب بن زہیرؓ

ان الــرســول لسيف يستـضــاء بــه
مهـنــد مــن سيــوف الـلــه مسلول (۷۹)

عبداللہ بن رواحہؓ

يـا هـاشم الخير ان اللـه فضلكم
عـلــى البـرية فـضـلا مـالــه غيـره(۸۰)

کعب بن مالکؓ

مــن يتبـع قــول الــنبــى فــانـــه
فيـنــا مـطــاع الامــر حـق مـصدق(۸۱)

ابوسفیان بن الحارثؓ

ويهــديــنـــا فـلا نـخشـىٰ ضبـلالا
عـــليـــنـــا و الـرسـول لـنــا دليـل (۸۲)

العباس بن مرداسؓ

بـــان مـــحـــمــد اعبـد رســول
لـــرب لايـــضـــل ولا يـــحـــور (۸۳)

عبداللہ بن الزبعریؓ

والـلّٰـه يشهـد ان احـمـد مـصطفى ﷺ
متـقـبـل فــى الـصـــالـحين كـريم(۸۴)

ابوبکر صدیقؓ

فصلی الملیك ولی العباد

و رب البلاد علی احمد (۸۵)

عمرؓ بن خطاب

نبی صدق اتینا بالحق من ثقة

وافی الامانة ما فی عوده خور (۸۶)

عثمان بن عفانؓ

و حق البکاء علی السید

فیاعینی ابکی ولا تسامی (۸۷)

علی بن ابی طالبؓ

الهی بحق الهاشمی واله

و حرمت ابرارهم لك خشع(۸۸)

ابومکعت الاسدیؓ

یقول ابومکعت صادقا

علیك السلام ابا القاسم(۸۹)

جهیش بن اویس النخعیؓ

الاجار رسول الله انتامصدق

فبورکت مهدیا بورکت هادیا(۹۰)

حمزه بن عبدالمطلبؓ

واحمد مصطفی فینا مطاع

فلا تغشوه بالقول العنیف(۹۱)

سواد بن قارب الاویسیؓ

فاشهد ان الله لا رب غيره
و انك مامون على كل غائب (۹۲)

طفیل بن عمرو الدوسیؓ

و ان محمد عبد ورسول
دليل هدى و موضح كل رشد (۹۳)

طبیان بن کرادۃ الایادیؓ

بانك محمود لدينا مبارك
و فى امين صادق القول مرسل (۹۴)

مسلمۃ بن حاران الجدانیؓ

اتانا بيرهان من الله صادق
اصناء به الرحمن من ظلمة الكرب(۹۵)

غرض صحابہ کرامؓ کے ان نعتیہ اشعار سے جن کا سراغ ہمیں کتب تاریخ اور نعت سے ملتا ہے۔ واضح طور پر مختلف الصفات پر مبنی اسمائے رسولؐ عطا ہوتے ہیں۔ بعد کے نعت گو شعراء نے انہی بنیادی مآخذ سے استفادہ کر کے اسماء رسولؐ کو اپنی نعتیہ شاعری میں استعمال کر کے اپنے ذوق عشق رسالت مآب ﷺ کو تسکین بخشی ہے۔

تاریخ نعت میں ان گنت شعراء ہیں جنہوں نے اپنی نعتوں کے ذریعے سے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں۔

عہد رسالت ﷺ میں جن دوسرے مداحین رسالت مآب ﷺ کا تذکرہ ملتا ہے۔ان میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عباس بن مرداسؓ، خواتین میں حضرت صفیہؓ بنت ابی طالب، حضرت عاتکہؓ بنت عبدالمطلب اور سیدہ فاطمۃ الزہراؓ شامل ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں عہد تیموری کے بلند پایہ ادیب احمد تھانیسری کے بہت سے نعتیہ

قصیدے ملتے ہیں۔شاہ ولی اللہ کی بھی ایک نعت ملتی ہے۔غلام علی آزاد بلگرامی کے نعتیہ مجموعے کو بھی ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔انہیں حسان الہند کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔سید قاسم محمود اپنے اسلامی انسائیکلو پیڈیا میں لکھتے ہیں کہ فارسی زبان میں ایرانی شعراء الگ نعت لکھنے کے بجائے اپنے قصائد کی ابتدا نعتیہ اشعار سے کرتے تھے۔ یہ گویا ایران میں نعت گوئی کا عبوری دور تھا۔فارسی زبان میں عہد بہ عہد جن شاعروں نے نعت گوئی میں کمال حاصل کیا ان میں فردوسی، ابوسعید، ابوالخیر، خاقانی، نظامی، گنجوی، خواجہ فریدالدین عطار، مولانا جلال الدین رومی، امیر خسرو، خواجہ کرسانی، عبدالرحمٰن جامی، فیضی، بیدل، غالب اور علامہ اقبال شامل ہیں۔

اردو زبان کو دیگر زبانوں کے درمیان یہ افتخار اور امتیاز حاصل رہا ہے کہ ابتدا سے ہی اس کی زبان پر حمد وثنا اور نعت گوئی جاری ہوگئی۔مولوی عبدالحق نے خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے کچھ اشعار کو اردو نعت کا اولین نمونہ قرار دیا۔

اردو نعت نے باقاعدہ فن کی حیثیت تیرھویں صدی ہجری میں حاصل کی اسے باقاعدہ فن بنانے والوں میں کفایت علی کافی، غلام علی شہید، حافظ لطف بریلوی اور محمود علی ناظم خاص طور پر معروف ہیں۔نعت گوئی کے دور جدید کے بارے میں سید قاسم محمود لکھتے ہیں کہ اس کی داغ بیل 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد پڑی۔ اس دور کے نعت گو شعراء میں مولانا حالی، مولانا ظفر علی خان اور علامہ اقبال کے نام نمایاں ہیں۔ قیام پاکستان تک نعت گوئی میں مقام پیدا کرنے والوں میں مولانا حسن رضا خان بریلوی، بیدم وارثی، مرزا محمد عزیز، مہاراجہ کرشن پرشاد، اکبر میرٹھی، جلیل مانک پوری، نفیس خلیلی، مولانا محمد علی جوہر، سیماب اکبر آبادی، اقبال سہیل، بہزاد لکھنوی، ماہر القادری، حفیظ جالندھری، مولانا حسرت موہانی، حشر کاشمیری اور حسن لطیفی شامل ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد مدحت رسول میں حافظ مظہر الدین، عبدالعزیز خالد، جعفر طاہر، حفیظ تائب، خالد بزمی، عبدالکریم ثمر، احسان دانش، محشر رسول نگری، صہبا اختر، شورش کاشمیری، نعیم صدیقی، ادا جعفری، محسن احسان، تحسین فراقی، قیوم نظر، یوسف ظفر، مختار صدیقی اور احمد ندیم قاسمی شامل ہیں اور ان سب کی نعتوں میں اسمائے رسول ﷺ کی ایک شاندار جگمگاتی اور جھلملاتی کہکشاں موجود ہے۔

حوالہ جات

(۱) انور محمود خالد، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسول، اقبال اکادمی، پاکستان، لاہور، پاکستان ۱۹۸۹، ص ۴۵

(۲) محمد طیب قاری، مقالہ، سیرت کی جامعیت کے چند بنیادی اصول، ''نقوش''
(رسول نمبر) پاکستان، ادارہ فروغ اردو، لاہور ۱۹۸۲، ج ا، شمارہ ۱۳۰، ص ۳۹

(۳) محولہ بالا

(۴) ابن سعد، ابوعبداللہ محمد، الطبقات الکبریٰ، دارالمعرفہ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، ج ا، ص ۳۶۴

(۵)	البقرہ	۸۷	(۶)	البقرہ	۱۲۹
(۷)	الصّف	۶	(۸)	الصّف	۶
(۹)	الاحزاب	۵۰	(۱۰)	یٰسین	۱
(۱۱)	طٰہٰ	۱	(۱۲)	المزمل	۱
(۱۳)	المدثر	۱	(۱۴)	الاعراف	۱۵۸
(۱۵)	الاحزاب	۴۶	(۱۶)	الرعد	۷
(۱۷)	الرعد	۷	(۱۸)	الاحزاب	۴۶
(۱۹)	الاحزاب	۴۵	(۲۰)	الاحزاب	۴۵
(۲۱)	الاحزاب	۴۵	(۲۲)	آل عمران	۶۴
(۲۳)	آل عمران	۶۴	(۲۴)	المائدہ	۱۵
(۲۵)	النساء	۱۷۰	(۲۶)	النساء	۱۷۴
(۲۷)	النساء	۱۰۵	(۲۸)	النحل	۲۷
(۲۹)	الانبیاء	۱۰۷	(۳۰)	التوبہ	۱۲۸
(۳۱)	القلم	۴	(۳۲)	الانعام	۱۶۲
(۳۳)	الاحزاب	۱۴۰	(۳۴)	بنی اسرائیل	۱
(۳۵)	الکوثر	۱	(۳۶)	الم نشرح	۴
(۳۷)	الاحزاب	۶	(۳۸)	الاحزاب	۵۶
(۳۹)	الاحزاب	۵۶	(۴۰)	الکہف	۱۰

(۴۱)	الاعراف	۱۵۸	(۴۲)	الضحیٰ	۶
(۴۳)	الضحیٰ	۸	(۴۴)	الضحیٰ	۷
(۴۵)	آل عمران	۱۶۴	(۴۶)	المائدہ	۶۷
(۴۷)	الانعام	۳۴	(۴۸)	البقرہ	۲۵-۱۱۹
(۴۹)	البقرہ	۱۱۹	(۵۰)	البقرہ	۲۱۸
(۵۱)	التوبہ	۱۱	(۵۲)	التوبہ	۲۰-۲۴-۸۸
(۵۳)	بنی اسرائیل	۸۱	(۵۴)	المائدہ	۳

(۵۵) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ ضحاک سلمی، الشمائل محمدیہ، دارابن حزم بیروت، لبنان، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ، ص ۲۶

(۵۶) محولہ بالا

(۵۷) انور محمود خالد، ڈاکٹر اردو نثر میں سیرت رسول ص ۵۵-۵۶

(۵۸) الصّف ۶

(۵۹) ابن سعد، طبقات، ج ۱، ص ۱۰۴

(۶۰) ترمذی، الشمائل محمدیہ، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ

(۶۱) ابن سعد، طبقات، ج ۱، ص ۱۱۰ تا ۱۱۲

(۶۲) ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، البدایہ والنہایہ رالفکر، بیروت، لبنان ۱۳۹۹ھ، ج ۴، ص ۳۰۰

(۶۳) محولہ بالا ج ۶ ص ۱۹

(۶۴) محولہ بالا ج ۶ ص ۱۷

(۶۵) سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، الفیصل ناشران کتب اردو بازار لاہور، مقالہ بعنوان نعت

(۶۶) ریاض مجید، ڈاکٹر، اردو میں نعت گوئی، اقبال اکادمی لاہور پاکستان ۱۹۹۰، ص ۱۲۴

(۶۷) النبہانی، علامہ یوسف بن اسماعیل، حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین المکتبۃ النوریہ الرضویہ، لائل پور، فیصل آباد، پاکستان ص ۱۱۳، ۱۲۲

(۶۸) ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک بن ہشام حمیری، ''السیرۃ النبویہ'' بیروت، لبنان، دارالجیل ۱۴۱۱ ہجری، ج

۱،ص ۱۷

(۶۹) ابن رشیق القیر وانی ابن علی الحسن، العمدۃ فی صناعۃ الشعر ونقدہ، مکتبہ امین ہندیہ بالموسکی مصر ۱۳۴۴ھ، ج ۲،ص ۱۷۶

(۷۰) محولہ بالا

(۷۱) محمد اسحاق قریشی، ڈاکٹر، برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری، مرکز معارف اولیاء، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور پاکستان ۱۴۲۳ ہجری ص ۲۷۸

(۷۲) ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، المکتبہ لاتجریہ الکبریٰ شارع محمد علی مصر ۱۳۵۸، ج ۳،ص ۱۰۳

(۷۳) ابن سعد، طبقات ج ۱،ص ۱۰۳

(۷۴) ابن ہشام، السیر ۃ النبو یہ، ج ۱،ص ۱۸۰

(۷۵) محولہ بالا ج ۱،ص ۲۸۲

(۷۶) محولہ بالا ج ۱،ص ۲۹۱

(۷۷) ابن رشیق القیر وانی، العمد ہ فی صناعۃ الشعر ونقدہ ج ۱،ص ۱۵

(۷۸) حسان بن ثابت الانصاری، دیوان حسان (شرح عبدالرحمٰن البرقوقی) المکتبہ التجاریہ الکبریٰ اول شارح محمد علی، مصر ۱۳۴۷ ہجری، ص ۷۸

(۷۹) نور محمد ربانی، ڈاکٹر، کشف العرفان، ایسٹ پبلشرز (پرائیویٹ لمیٹڈ) کراچی، پاکستان، ۱۴۰۸ ہجری، ص ۴۱

(۸۰) ابن سعد، طبقات، ج ۳،ص ۵۲۸

(۸۱) ابن ہشام، السیر ۃ النبو یہ ج ۳ ص ۲۹۳

(۸۲) ابن الاثیر الجزری، حافظ عزالدین علی، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، المطبعۃ الاسلامیہ، تہران ج ۵،ص ۲۱۴، ۲۱۵

(۸۳) ابن الاثیر الجزری، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۴،ص ۲۰۴

(۸۴) ابن ہشام السیر ۃ النبو یہ ج ۱، ۴۰

(۸۵) ابن سعد طبقات ج ۲،ص ۲۱۹

(۸۶) عبداللہ بن حامد الحامد، شعر الدعوۃ الاسلامیہ فی عھد النبوہ والخلفاء راشدین، مطبوعات الکلیات والمعاحد العلمیہ، الریاض سعودی عرب، ۱۳۹۱ ہجری، ص ۶۴

(۸۷) نورمحمد ربانی، ڈاکٹر، کشف العرفان، ص ۳۹

(۸۸) علی بن ابی طالب، دیوان بدیع البیان لکھنو، بھارت ۱۳۱۰، ہجری ص ۱۵۵

(۸۹) ابن الاثیر الجزری، اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ، ج ۴، ص ۲۰۴

(۹۰) ابن حجر عسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج ۱، ص ۲۵۶

(۹۱) عبداللہ بن حامد الحامد، شعر الدعوۃ الاسلامیہ فی عہد النبو ۃ والخلفاء الراشدین ص ۵۸، ۱۸۹

(۹۲) ابن ہشام السیر ۃ النبو یہ ج ۱، ص ۲۲۹

(۹۳) ابن الاثیر الجزری اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ ج ۳، ص ۵۴

(۹۴) ان حجر عسقلانی الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۳ ص ۲۳۲

(۹۵) ابن حجر عسقلانی الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۳، ص ۳۹۹

☆☆☆

نعت فورم کی جانب سے

رفیع الدین ذکی قریشی کے حمدیہ مجموعے

تحمید و ثناء

کی اشاعت پر مبارکباد

حمد باری تعالیٰ

رحمت ہے بے حساب، کرم بے حساب ہے
مانگیں یہاں پہ جو بھی دعا مستجاب ہے

دل میں ہے رب کعبہ تو کعبہ ہے سامنے
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں پہ لگتا ہے خواب ہے

رحمت کے اور عطا کے خزانے ہیں ہر طرف
آٹھوں پہر کھلا ہوا توبہ کا باب ہے

گھر کے لیے خدا نے چنا یہ مقام خود
کیسی حسیں پسند ہے! کیا انتخاب ہے

بنیاد اس کی حضرتِ آدم نے خود رکھی
یہ گھر ہماری گمشدہ جنت کا خواب ہے

اس میں قیام سی نہیں دنیا میں کوئی چیز
اس کی طرف ہو جو بھی سفر لاجواب ہے

بڑھتی ہے اس سے اور نگاہوں کی روشنی
کعبے کو دیکھنا بھی تو امجدؔ ثواب ہے

امجد اسلام امجد

حمد باری تعالیٰ

مایۂ روح، قرار دل و جاں حمد خدا
فرحت و راحت و بہجت کا نشاں حمد خدا
کعبۂ صدق کی تعمیر میں دیتی ہے مدد
توڑ دیتی ہے طلسمات گماں حمد خدا
حمد کے ساز پہ رقصاں ہے نظام فطرت
ارض و افلاک کی صورت سے عیاں حمد خدا
عالم قدس کے اوراد کی رعنائی ہے
لا جرم آدم خاکی کی اماں حمد خدا
میں امینِ زر کونین ہوں ہمدم میری
درج دل میں ہے نہاں لعل گراں حمد خدا
ذات واجب کی ثنا کیا کرے ممکن ناظم
عبد معذور کہاں اور کہاں حمد خدا

بشیر حسین ناظم

حمد باری تعالیٰ

سیلِ گریۂ خوں کو ٹالے گا
ڈوبتے ڈوبتے بچا لے گا
گمرہی ٹھوکروں پہ لے آئی
ہاتھ پکڑے گا رہ پہ ڈالے گا
جس نے شب کو سحر کنار کیا
میرے دن بھی وہی اجالے گا
چشمِ حیراں کو دے گا حیرت اور
چشمہ صحراؤں سے نکالے گا
سبز چولا شجر کو پہنا کر
شاخ تا شاخ رنگ اچھالے گا
تہی دستوں کا دستگیر ہے وہ
مفلسی کو غنا میں ڈھالے گا
اس کی رحمت میں ہے مسیحائی
دلِ بیمار کو سنبھالے گا

اشرف جاوید

نعت شریف

بندھا ہوا وہ تصور ترے جمال کا ہے
گزر رہا ہے جو لمحہ ہزار سال کا ہے

مجھے خبر ہے کہ سارے زمانے تیرے ہیں
یہ تذکرہ کسی ماضی کا ہے نہ حال کا ہے

ستاروں پر بھی چمکتے ہیں نقش پا تیرے
یہ آفتاب بھی سایہ تیرے جلال کا ہے

نظر میں جچتی نہیں رنگ رنگ کی دنیا
یہ دل اسیر فقط ایک ہی خیال کا ہے

ہر ایک سمت سے آئی ہے تیری ہی خوشبو
ہر اک زمانہ زمانہ ترے جمال کا ہے

قلم لرزتا ہے نعت رسولؐ لکھتے ہوئے
مگر یہ عجز بھی مظہر کسی کمال کا ہے

شہزاد احمد

نعت شریف

بانٹ دو ہر عہد کو خیرالبشرؐ کی روشنی
حشر کی دیوار تک ہے انؐ کے در کی روشنی

آپؐ کا ہر سانس تہذیب و تمدن کا اصول
آپؐ کی پرچھائیاں ہر رہگزر کی روشنی

آپؐ سے پہلے سخی ایسا کوئی آیا نہ تھا
آپؐ کی خیرات ہے علم و ہنر کی روشنی

کون اندازہ کرے انؐ کے جمال و حسن کا
جن کی کملی کا کنارہ ہے سحر کی روشنی

گھپ اندھیرے میں کروں صل علیٰ صل علیٰ
دیدنی ہے رات کے پچھلے پہر کی روشنی

زندگی کی پتی پتی پر لکھا ہے انؐ کا نام
قبر تک لے جاؤں گا میں اس شجر کی روشنی

انؐ کا صدقہ، انؐ کا فدیہ، انؐ کی دین، انؐ کی عطا
فکر کی، احساس کی، دل کی، نظر کی روشنی

کٹ ہی جائے گا مظفر آخرت کا راستہ
راستے کا چاند ہے گردِ سفر کی روشنی

مظفر وارثی

نعت شریف

رحمت حق پہ بن کے جب، آپؐ گواہ آ گئے
ہم بھی گلے میں ڈال کر فردِ سیاہ آ گئے

غرقِ خیالِ خانماں، جان و جسد شکستگاں
نیم نگاہ، نیم جاں، نیم تباہ آ گئے

پوچھ رہا ہے ہم سے کیا؟ زہد نگاہِ کم سے کیا؟
ہم، عرب و عجم سے کیا؟ خواہ مخواہ آ گئے

تاب نہیں تواں نہیں، لنگر و بادباں نہیں
موجِ محیط لطف اُٹھ، غرقِ گناہ آ گئے

چشمِ سمیع کے لیے، ذکرِ رفیع کے لیے
زیب صدائے غم کیے، بارِ الٰہ آ گئے

دیکھ پہنچ گیا کہاں قافلۂ حدی گراں
بابِ حرم تک اہلِ غم نعت کی راہ آ گئے

سرو قدی پہ ہیں خجل، لشکریانِ پا بہ گل
راست قدوں کے درمیاں راست نگاہ آ گئے

اذنِ سوال مل گیا، نورِ نوال مل گیا
نخلِ شبِ فراق پر برگِ پگاہ آ گئے

بابِ بیاضِ علم کھل، بابِ ریاضِ حلم کھل
بابِ کرم پہ چشمِ نم چاکرِ شاہ آ گئے

چشمِ چراغِ شہ نشیں، دیکھ فراغِ رہ نشیں
طبل و نشاں درآستیں، اہلِ سپاہ آ گئے

ریگِ رواں کے دوش پر، صورتِ برگِ رہ گزر
رقص کناں کشاں کشاں رتبہ و جاہ آ گئے

خانہ بہ دوش، در بہ کف، حلقہ بہ گوش، سر بہ کف
بابِ کرم پہ صف بہ صف کاہ و گیاہ آ گئے

شافعِ خیلِ مذنبیں، جیبِ عمل میں کچھ نہیں
ہم تو گرہ میں باندھ کر آپؐ کی چاہ آ گئے

سائرِ طورِ لامکاں، زائرِ نورِ لازماں کوکبۂ رُسل چمک، روکش ماہ آ گئے
چشم براہ دَر پہ ہیں، لاکھ گناہ سر پہ ہیں شاہِ امم ؐ، کچھ اہلِ غم بہر پناہ آ گئے
دیکھیں گے کیا؟ رخ مبیں، آنکھ میں نور تک نہیں زیب نگاہ دل کیے پرتو ماہ آ گئے
خاتمِ کہکشانِ حق، نیرِ آسمانِ حق اے صف دیں برانِ حق میرِ سپاہ آ گئے
راہ میں رہ گیا کہاں؟ مست الست کارواں مرحلۂ فراق تک مستِ نگاہ آ گئے
خالدِ انگبیں مقال! دائرہِ ثناء سنبھال فقر رفاہ، فقر جاہ، فقر پناہ آ گئے

خالد احمد

نعت شریف

وہ دم دم رو برو ہے اسی سے گفتگو ہے
اسی کی آرزو سے دلوں کی آبرو ہے
اسی کی تابشوں سے رواں تن میں لہو ہے
اسی کی چاہتوں سے عبادت سرخرو ہے
اسی سے بطن جاں میں محبت کی نمو ہے
اسی چشم کرم سے لبالب دل سبو ہے
اسی کے عشق کی رو عقیدت باوضو ہے
اسی کی یاد کی لو فروزاں مو بہ مو ہے

اسی کے ذکر کی ضو لغت مہتاب خو ہے
اسی در کی تگ و دو ولا، صاحب علو ہے
اسی گل رو کا پرتو نفس بھی مشکبو ہے
اسی کے نام پر دل جہاں سے دو بدو ہے
اسی کے رخ سفر میں وفا کی آبجو ہے
غلاموں کو میسر پناہ عبدہ ہے
ہم اس کے ہیں تو کیا ڈر اگر دنیا عدو ہے
وہ اپنا ہے تو کیا غم جو برہم چار سو ہے
سخن اس کا ہے مرہم نگہ تارِ رفو ہے
اسی سے ربطِ محکم متاعِ ہر کسو ہے
اسی کی دھن کا پرچم دمکتا سو بہ سو ہے
اسی روحِ زماں سے فروغِ رنگ و بو ہے
وہ رازِ روز و شب ہے وہ رمزِ کاخ و کو ہے
وہ خوابِ شش جہت ہے وہ تاب تار و پو ہے
وہ شانِ دو جہاں ہے وہ جان ما و تو ہے
اسی کی جستجو تھی اسی کی جستجو ہے
وہ جس کی حد سے آگے فقط اللہ ہو ہے

جلیل عالی

نعت شریف

تو نے وہ دیا جلا دیا ہے
ذرات کو جگمگا دیا ہے
اے صبح جمال نو یہ کس نے
چپ کو حسن نوا دیا ہے
اے عفو کے کہسار تو نے
دریاؤں کو راستہ دیا ہے
پابوس ترے، سبھی تغیر
کیسا سکہ چلا دیا ہے
ہم کو سات آسماں دکھا کر
یارا بھی اڑان کا دیا ہے
آیا ہے جہاں بھی ذکر تیرا
قرآن بھی مسکرا دیا ہے
کوئی نہ کبھی بھٹک سکے گا
ایسا رستہ دکھا دیا ہے

نجیب احمد

نعت شریف

مدینے کا ارادہ کر لیا ہے محبت کو لبادہ کر لیا ہے
مری آنکھوں نے اشکوں کا ذخیرہ زیادہ سے زیادہ کر لیا ہے
اڑا لے جائے گی اس در پہ مجھ کو ہوا نے مجھ سے وعدہ کر لیا ہے
پڑے گا کام انؐ کی رحمتوں سے سو دامن کو کشادہ کر لیا ہے
ابھی گھر ہی میں ہوں اور لگ رہا ہے سفر طے جیسے آدھا کر لیا ہے
یہ واحد عشق ہے جس میں خرد سے جنوں نے استفادہ کر لیا ہے
ہوائیں خود دیے جس پر جلائیں اسی رستے کو جادہ کر لیا ہے
نفس گم کر کے سیفی جا رہا ہوں
بزرگوں سے افادہ کر لیا ہے

منیر سیفی

نعت شریف

حاضر ہیں سبھی ثابت و سیار وہاں چل
تھم جائے جہاں وقت کی رفتار وہاں چل

خواہش ہے بپھرتے ہوئے دریا سے فزوں تر
ہر موئے بدن ہے لب اظہار وہاں چل

ہوتی ہے وہاں کوثر و تسنیم کی خیرات
اے چشم عنایت کے طلب گار وہاں چل

وہ شہر مدینہ میں ہے سرکارؐ کا روضہ
کھلتے ہیں جہاں عرش کے اسرار وہاں چل

دم سادھے ہوئے ورد کریں صل علیٰ کا
اے زندگی، اے فرصت بسیار وہاں چل

بن جائے گا ماں باپ کی بخشش کا وسیلہ
وہ شافعؐ محشر کا ہے دربار وہاں چل

ظلمت کدۂ دہر سے کترا کے نکل جا
روشن ہے چراغِ سحر آثار وہاں چل

کعبہ بھی چلا آئے گا سینے سے لگانے
اک بار اگر دیدۂ خونبار وہاں چل

ہر بار نکل لذت احساں کی طلب میں
ہر بار دعا ہو گی ثمر بار وہاں چل

آنکھوں میں کنور روضہ اقدس کی جھلک ہے
دل عشقِ محمدؐ میں ہے سرشار وہاں چل

اعجاز کنور راجا

نعت شریف

ہلکی سی حرارت پوروں کی چن لیتی درد جہانوں کے
ان ہونٹوں کی اک جنبش سے کھل جاتے بھید زمانوں کے

ملبوس پہ سو پیوند لگے اور کالی کملی کاندھے پر
اس حال میں بھی مسمار کیے دربار کئی سلطانوں کے

ہر شخص پہ وحشت غالب تھی، ہر تیغ لہو کی طالب تھی
اس لہجے کی نرماہٹ نے دل موم کیے حیوانوں کے

انگلی کے ایک اشارے سے مہتاب اگر دو نیم کیا
پلکوں کی ذرا سی لرزش سے رخ موڑ دیے طوفانوں کے

اک حول بھری تاریکی میں یوں شمع محبت روشن کی
پر کھول دیے پروانوں کے دن پھیر دیے دیوانوں کے

اسلم کولسری

نعت شریف

جاگ جاؤ عاصیو! پھیلا اجالا نور کا
نسخہ لے کر آ گیا ہے کملی والا نور کا

ہم فقیروں کو بھی صدقہ روشنی کا دیجیے
نور کی ہے بادشاہت بول بالا نور کا

نورِ حق سے دو جہاں پل بھر میں نور افشاں ہوئے
میرے آقاؐ نے پلایا جب پیالا نور کا

خاکِ پائے مصطفیؐ سے کیوں نہ چمکاؤں جبیں
روزِ محشر کام آئے گا حوالہ نور کا

تشنہ کامِ معرفت کو یہ صلائے عام ہے
جس کے جی میں آئے وہ پی لے پیالہ نور کا

جا کے بابِ جنت الفردوس پر محشر کے بعد
نور کی چابی سے ہم کھولیں گے تالا نور کا

یاسمیں آئی مدینے میں وہ نورانی بہار
بن گیا صحرا کا ہر ذرہ ہمالہ نور کا

آپا نجمہ یاسمین یوسف

نعت شریف

سبز گنبد کی جھلک دیدۂ تر سے آگے
دیکھ سکتی ہے نظر حدِ نظر سے آگے

جس جگہ شرط ہے بینائی کے بل چلنے کی
وہ سفر اور ہے قدموں کے سفر سے آگے

وہ نہ چاہیں تو کہاں نعت لکھی جاتی ہے
مدحِ سرکارؐ کی منزل ہے ہنر سے آگے

صاحبِ عشق اسے عشق کی دولت دے دے
اک فقیر اور بھی ہے کاسۂ سر سے آگے

تابش اس در پہ سب اسرارِ ازل کھلتے ہیں
میری حیرت کی رسائی ہے خبر سے آگے

عباس تابش

نعت شریف

یہ جو میری صبح مدام ہے، ترا نام ہے
یہ جو روشنی کا قیام ہے، ترا نام ہے

یہ جو تارہ تارہ سی دلکشی ہے نگاہ میں
یہ جو مشک بارسی شام ہے، ترا نام ہے

یہ جو مصحفِ رُخِ نور ہے، مرا طور ہے
جو خدا سے میرا کلام ہے، ترا نام ہے

ہے یہ کوئی قریۂ لطفِ جاں، کہ ہے کہکشاں!
جو کرن کرن کا پیام ہے، ترا نام ہے

کوئی نام تجھؐ سے بڑا نہیں ہے بجز خدا
سبھی ناموں کا جو امام ہے، ترا نام ہے

تو لب و زبان و دہن میں جذب طرح طرح یہ درود ہے کہ سلام ہے، ترا نام ہے
یہ عبادتیں، یہ ریاضتیں، یہ صباحتیں! جو مری تلاوت عام ہے، ترا نام ہے
سرِ عرش میں نے نگاہ کی تو یہی کھلا یہاں ہر طرف ترا نام ہے، ترا نام ہے
کوئی غنچہ بن ترے لب یہاں نہیں کھولتا
جو صباء کا پہلا پیام ہے ترا نام ہے

لطیف ساحل

نعت شریف

رنج و آلام دل زار پہ ڈھوتے ڈھوتے آپ کے پاس چلے آئے ہیں روتے روتے
حسرتیں اپنی دباتے ہی رہے آنکھوں میں عمر کاٹی ہے اسی فصل کو بوتے بوتے
آ گئی آنکھ کے پردے میں سفیدی آخر داغ سینے سے غم ہجر کے دھوتے دھوتے
آنکھ کھولی ہی نہیں ہم نے کہ آپ آئیں گے ساعتِ حشر چلی آئی ہے سوتے سوتے
رابطہ کٹتا گیا شاہوں کے درباروں سے ہو گئے آپ کے دربار کے ہوتے ہوتے
کھیت عقبیٰ کے میں سیراب کئے بیٹھا ہوں
ہجر کے رہٹ میں ان آنکھوں کو جوتے جوتے

صادق جمیل

نعت شریف

روشنی صف بہ صف مدینے میں گل بجاتے ہیں دف مدینے میں
عشق کی موج کے حوالے ہے شاعری کا صدف مدینے میں
سب کی قیمت میں وہ دیار کہاں کچھ نے پایا شرف مدینے میں
ان ثنا خواں کبوتروں میں اڑے دل کسی پر سے لف مدینے میں
جھولیوں میں بھرو مراد کے پھول وقت ہے گل بہ کف مدینے میں
دل پہ خوشیوں کی حکمرانی ہے غم ہوئے برطرف مدینے میں
نعت کہنی یا حال دل کہنا
بس یہی ہے شغف مدینے میں

نورین طلعت عروبہ، راولپنڈی

نعت شریف

جو نعت میں جلوہ گر ہے جذبہ قبول کر لیں حضورؐ ناچیز کا یہ تحفہ قبول کر لیں
پلک کے کونے پہ اشک کم ہیں مگر نبی جی عقیدت و عجز کا یہ دریا قبول کر لیں
دیارِ مرسل میں کچھ کرم کی کمی نہیں ہے جو ان کہی ہوا سے بھی آ قا قبول کر لیں

وہ میرے آقا خدا سے کہہ دیں گے میری بابت کہ اس خطا کار کا بھی سجدہ قبول کر لیں
نہ جانے کیا کیا میں آپ سے مانگتی رہی ہوں اک آخری اب دعائے کعبہ قبول کر لیں
میں کارِ دنیا کی رسیوں میں بندھی پڑی ہوں
میری عبادت کا ہر ارادہ قبول کر لیں

رخشندہ نوید

نعت شریف

خمار ہست، مئے سر لامکاں تجھؐ سے
ظہور و غیب کی ساری تجلیاں تجھؐ سے
طلسم رنگ جہاں، پرتو جمال ترا
نگار خانۂ ہستی ہے ضوفشاں تجھؐ سے
نگاہ ایک کرم کی ہو بے نوا پر بھی
کہ سنگ کو بھی ملی لذت بیاں تجھؐ سے
ہیں داغ داغ اگرچہ اے شافعِ محشر
سوالی تیرے کرم کی ہیں جھولیاں تجھؐ سے
بس ایک لمحہ اسے زندگی میں کافی ہے
بس اک جھلک کا طلب گار نعت خواں تجھ سے

شکیل جاذب

نعت شریف

تھکانے لگتا ہے دنیا کا جب حصول مجھے
پناہ دیتا ہے پھر دامن رسولؐ مجھے

خوشی تو ہوتی ہے جب کوئی طیبہ جاتا ہے
مگر یہ پل کبھی کرتا بھی ہے ملول مجھے

میں کچھ گلاب انہیں پیش کرنا چاہتا ہوں
بہار! بخش دے چند ایک تازہ پھول مجھے

سبھی ہیں قابلِ عزت رسولؐ کے رفقاء
عزیز تر ہے بہت حرمتِ بتولؓ مجھے

میں صرف ناقہ سواروں کے پیچھے پیچھے چلا
سوائی عرش تلک راستے کی دھول مجھے

سخن میں نعت کا جب باب کھلنے لگتا ہے
تمام لفظ ہی لگتے ہیں پھر فضول مجھے

تہی ہو جس میں کوئی پل تریؐ محبت سے
وہ زندگی کسی صورت نہیں قبول مجھے

رقم ہوا جو مرا نام مدح خانوں میں
تو میں کہوں گا زمانے تو اب کے بھول مجھے

انہیں میں تمغے سمجھ کر سجاؤں گا واجد
جو تیری رہ میں چبھیں پاؤں میں ببول مجھے

واجد امیر

نعت شریف

دامنِ رحمتِ عالمؐ کی ہوا چاہتا ہوں
کتنا سادہ ہوں، گناہوں کا صلہ چاہتا ہوں

صاحبِ گنبد خضرا، مری جانب دیکھیں
آپؐ تو جانتے ہیں، آپؐ سے کیا چاہتا ہوں

میں کسی در پہ نہ جاؤں، مجھے سب کچھ مل جائے
مانگنے کا میں قرینہ بھی نیا چاہتا ہوں

آپؐ کے عشق نے انسان بنایا ہے مجھے
اب میں اپنا نہیں، اوروں کا بھلا چاہتا ہوں

زندگی اک نیا آغاز کرنا چاہتی ہے
آپؐ کے نام پہ قربان ہونا چاہتا ہوں

ناصر بشیر

نعت شریف

جب ظلم سے زمین کو کالا کیا گیا
فاراں کی چوٹیوں سے اجالا کیا گیا

عقلِ بشر میں خوئے گدائی کو دیکھ کر
دستِ نبیؐ کو بانٹنے والا کیا گیا

لاوقت میں فضیلت معراج بخش کر
ان کو مرے شعور سے بالا کیا گیا

اس خاک نیک بخت نے نعلین کیا چھوئے
یثرب کو دو جہان سے اعلیٰ کیا گیا

بھیجا گیا وہ رشکِ قمر یوں زمین پر
تاروں کو اس کے نور کا ہالہ کیا گیا

صد شکر اہتمامِ عروج نظر ہوا
صد شکر ذکرِ احمدؐ والا کیا گیا

شہزاد نیرّ

محشر زیدی (فیصل آباد)

لفظ ''نعت'' تاریخ کے آئینے میں

نعت عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی کسی شے کا وصف بیان کرنے کے ہیں۔ عربی میں تو اس کے معنی پر مختلف انداز میں بحث کی گئی ہے کم سے کم الفاظ میں اس کا مفہوم بیان کرنا ہو تو یہی کہیں گے کہ جب آپ کسی شے کا وصف بیان کریں اور اس میں مبالغے سے کام لیں تو نعت کا لفظ استعمال ہوگا۔ نعت کی جمع نعوت اور نعت کہنے والے کو ناعت کہا جاتا ہے۔

یہاں ایک بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ نعت کو وصف کہا تو جاتا ہے لیکن شارحین نے بیان کیا ہے کہ نعت صرف اور صرف اوصاف عالیہ کے لیے استعمال ہوگا جبکہ وصف حسن و قبح دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ احادیث میں لفظ نعت صفاتِ محمود ہی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ فارسی میں ستائش یا مطلق وصف کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اردو تک آتے آتے لفظ نعت حتمی طور پر ثنائے رسولؐ کے لیے مختص ہوگیا۔ ایک فاضل ڈاکٹر یونس حسنی نے کہا ہے کہ ''ایسی تمام نظمیں جن میں رسولِؐ خدا سے محبت اور عقیدت کا اظہار کیا جائے یا ان کے محاسن بیان کیے جائیں نعت کی تعریف میں آتے ہیں۔'' ڈاکٹر فرمان فتح پوری فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی مدح کے متعلق نثر اور نظم کے ہر ٹکڑے کو نعت کہا جائے گا۔

پروفیسر ممتاز حسن نے ''خیر البشرؐ کے حضور میں'' نعت کی یوں تعریف کی ہے کہ وہ کہتے ہیں ''میرے نزدیک ہر وہ شعر نعت ہے جس کا تاثر ہمیں نبی کریم ﷺ ذات گرامی سے قریب لائے۔ جس میں حضور ﷺ کی مدح ہو یا حضور ﷺ سے خطاب کیا جائے۔ صحیح معنوں میں نعت وہ ہے جس میں محض پیکر نبوتؐ کے صوری محاسن سے لگاؤ کے بجائے مقصد نبوت سے دل بستگی پائی جائے جس میں جناب رسالت مآبؐ سے ایک قلبی تعلق موجود ہو۔''

لفظ نعت کے اولین استعمال کے بارے میں ڈاکٹر ریاض مجید اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے

ہیں کہ سید رفیع الدین اشفاق کا خیال ہے کہ یہ لفظ سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کے وصف کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے استعمال کیا۔ ان کے اس خیال کا مرجع شمائل ترمذی کی وہ طویل حدیث ہے جو ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے۔

من راہ بد یھتہ .... و لا بعدۃ مثلہ ۔

ترجمہ: ''آپؐ پر جس کی یکا یک نظر پڑتی ہے، ہیبت کھاتا ہے جو آپ سے تعلقات بڑھاتا ہے، محبت کرتا ہے۔ آپ کا وصف بیان کرنے والا کہتا ہے کہ آپؐ سے پہلے نہ آپؐ جیسا دیکھا اور نہ آپؐ کے بعد آپؐ جیسا دیکھا۔''

ہمارے فاضل ادیب ڈاکٹر ریاض مجید نے نعت نگاری کا بنیادی سبب بیان کر کے تشنگان نعت کو اپنے مدلل بیان سے سیراب کر دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں جب عربی میں نعت نگاری شروع ہوئی تو کفار مکہ کی ہجو اور گستاخیٔ رسولؐ کے جواب میں مسلمان شاعروں نے مؤثر طور پر حضور اکرم ﷺ کا دفاع کیا۔ نعت اسی لسانی جہاد کی پیداوار ہے۔ دربار رسالت ﷺ کے شاعروں نے کفار کے زد میں حضور اکرم ﷺ کے حسب نسب اور کردار و صفات کی توصیف و ستائش میں جو مدحیہ منظومات لکھیں انہیں عربی نعت کے اولین نمونوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

عملی زندگی میں جوں جوں آپ کے مختلف اوصاف سے واقف ہوتے گئے، اس کا اثر نعت نے بھی قبول کیا۔ مولانا حالی کا یہ شعر:

وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مولانا ماہر القادری کا یہ شعر:

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں کھا کر دعائیں دیں

آپؐ نے اہل طائف کو بد دعا نہیں دی بلکہ ان کے لیے دعا کی۔ اس لیے کہ آپؐ تو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ یہ عالی ظرفی بھی قلم نے اجاگر کی۔

اردو ادب میں نعت ایک صنف سخن کے طور پر تسلیم کر لی گئی ہے۔ اردو میں نعت پر تحقیق کا سلسلہ باقاعدہ دوسری اصناف سخن کی طرح جاری ہے۔ چند نام تو بالکل سامنے کے اور جانے پہچانے ہیں۔ ہمارے عہد میں ماشاء اللہ ڈاکٹر ریاض مجید نے نعت پر بڑا کام کیا ہے بلکہ تا حال ان کا قلم تحقیق

کے نئے زاویے سامنے لا رہا ہے۔ کراچی میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے نعت پر اظہار رائے کیا ہے۔ پنجاب میں قبلہ راجا رشید محمود نے اپنی مختصر کتاب میں گویا کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ نعت کے معاملے میں جو شیفتگی، خلوص اور احترام راجا صاحب کی ذات گرامی میں دیکھنے میں آیا بمشکل کہیں ملے گا۔ یہ ہیں وہ لوگ جو بجا طور پر عالم باعمل کا منصب سنبھالے ہوئے ہیں۔ ذکر راجا صاحب کا ہے تو یاد آیا انھوں نے اپنی کتاب ''پاکستان میں نعت'' کے آخری صفحات میں بڑے متاسفانہ انداز میں گلہ کیا ہے کہ نعت پر تنقید کا عمل کہیں دیکھنے میں نہیں آیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جسے دیکھو نعت کہہ رہا ہے خواہ اس کے آداب کی الف بے بھی نہ جانتا ہو۔ میں قارئین سے توقع کروں گا کہ راجا صاحب کی کتاب کا آخری حصہ خصوصاً مطالعہ کریں۔

اس ضمن میں چند فاضلین ادب کی رائے نعت گوئی کے بارے میں درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ فرماتے ہیں کہ ''حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے۔ جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے جیسا کہ مولانا عرفی نے کہا ہے کہ

عرفی مشتاب این رہ نعت است نہ صحر است
آہستہ کے رہ ہر دم تیغ است قدم را

اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کہتے ہیں: ''نعت کا موضع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم اور وسیع موضوع ہے۔ اس کی عظمت و وسعت ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہے۔ شاعر کے پائے فکر میں ذرا سی لغزش ہوئی اور وہ گیا نعت کے بجائے حمد و منقبت کی سرحدوں میں۔''

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کی طویل تعریف نعت کا خلاصہ ان کا یہ جملہ ہے کہ ''نعت گوئی کی فضا جتنی وسیع ہے اتنی ہی اس میں پرواز مشکل ہے۔''

تاریخی اعتبار سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری اپنی کتاب ''اردو کی نعتیہ شاعری'' میں لکھتے ہیں۔ ''نعت گوئی کی روایت نئی نہیں بہت پرانی ہے۔ اتنی پرانی جتنی خود اردو شاعری۔ قدیم دکنی شعراء سے لے کر آج تک شاید ہی اردو کا کوئی شاعر ہو جس نے نعتیہ اشعار نہ کہے ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی نے خاص شغف اور لگاؤ کے ساتھ کہے ہوں اور کسی نے محض تکلف سے کام لیا ہو۔

نعت کے صاحب دیوان شاعر بھی ہو گزرے ہیں۔ امیر مینائی سے تو میں بھی واقف ہوں۔ لاہور سے ماہنامہ شام وسحر کے خصوصی نعت نمبر بھی نکالے گئے۔ اب بھی کچھ جرائد لاہور اور کراچی سے نعت کے شمارے شائع کرتے ہیں۔

ہمارا عہد نعت گوئی کا ہی عہد ہے۔ بیسویں صدی کے آخری پچیس سالوں میں جس قدر نعتیں کہی گئی ہیں میرے اندازے کے مطابق ان کی تعداد اردو کی چار سو سالہ تاریخ میں سب سے زیادہ ہے۔ گویا شاعروں کا ایک جم غفیر ہے جو قلم پکڑے نعت نگاری میں مصروف ہے۔ اس جم غفیر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے لیکن تقسیم کو زیر بحث لانے سے پیشتر چند قابل غور دیگر نکات کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

ادب کا مطالعہ کرنے والے حضرات اور شعراء اس بات سے یقیناً باخبر ہوں گے۔ اردو میں جس قدر اصناف سخن شعراء کے زیر مشق رہی ہیں ان میں سے ہر صنف کی ٹیکنالوجی ہی جدا نہیں ہے بلکہ ہر صنف سخن کا اپنا چہرۂ الفاظ (Vocablary) بھی جدا ہے۔ مرثیے کے الفاظ اور ان کا طریق استعمال غزل کے لیے بیکار ہے۔ اسی طرح تمام اصناف کو پرکھ لیجیے اور یہ فرق مستقل نوعیت کا ہے لہٰذا نعت کا ذخیرۂ الفاظ یقیناً اپنا ایک الگ تشخص رکھتا ہے اس لیے بھی کہ اس کا تعلق قرآن وحدیث اور اسلامی تاریخ سے ہے۔ اس میں خطاب کے الفاظ خصوصاً دوسروں سے جدا ہیں۔ کسی شاعر کے پاس ذخیرۂ الفاظ و معلومات کتنا بھی ہو لیکن ادب و احترام اور شائستگی کا تقاضا یہ ہے کہ حضور رسالت مآب ﷺ کے لیے تو، تیرا، تجھے، تمہارا، تم کو کے الفاظ استعمال کرنا نعت کی روح کے خلاف ہوگا۔ اب ہم جم غفیر کی تقسیم اسی روشنی میں کرتے ہیں۔

۱۔ پہلا گروہ جس کے افراد کی تعداد زیادہ نہیں ہے وہ ہے جو ہادیٔ اعظم ﷺ سے محبت قلبی رکھتے ہیں۔ سید علی ہجویریؒ محبت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب محبّ اور محبوب میں محبت کا رابطہ استوار ہو جاتا ہے تو نوبت یہاں پہنچتی ہے کہ محبّ کو محبوب کی خواہش کا ذوقاً ادراک ہو جاتا ہے اور پیشتر اس کے کہ محبوب پانی پینے کی خواہش کا اظہار کرے محبّ اس کے حضور پانی پیش کر دیتا ہے۔

یہ تو معلوم ہے کہ ہر شخص اویس قرنیؓ نہیں ہو سکتا مگر وہ اچھی عادات صالحین کو دیکھ کر ضرور اختیار کر سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کے قریب قریب آ جائے

باطہارت رہنا، نماز کی تاکید رکھنا اور قرآن کے اس قول کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنا ''ادخلوفی السلم کافتہ'' ' اور دین میں پورے پورے داخل ہو جاؤ'' خاصا دقت طلب کام ہے۔ دنیاداروں کے لیے تب نعت کہی جائے سبحان اللہ، سبحان اللہ یہ وہ لوگ ہیں جو تلوار کی دھار پر چل کر نعت کہتے ہیں۔

۲- دوسرا گروہ ہے جو ملکۂ شعری کی بنا پر نعت کے شعر کہہ لے گا۔ اگر غزل کا شعر ہوا ہے تو کسی نہ کسی طرح طیبہ، مدینہ، مکہ مصرے میں داخل کر کے نعت کا شعر سمجھ لے گا۔ اس دوسرے گروہ کے افراد کی تعداد پہلے گروہ کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے اور اس میں کئی قسم کے فکری شعبدے بھی دیکھنے کو ملیں گے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے مقالے میں کسی نعت گو کا ایک شعر درج ہے دیکھئے ایک قسم کے شاعر تو یہ ہوئے:

وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفٰی ہو کر

دوسری قسم کے یہ ہوئے

کیا شان احمدؐ کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمدؐ کا نور ہے

اللہ میاں کو کیسا طاق میں بٹھا دیا ہے۔

اور تیسری قسم کے ہمارے ایک مرحوم شناسا جن سے دو سال 50ء اور 51ء رابطہ رہا پھر کبھی ملاقات نہ ہو سکی کیوں کہ میں بسلسلہ ملازمت 52ء سے 72ء تک مستقلاً کوئٹہ رہا۔ ان کا اسم گرامی عارف عبدالمتین ایک عدد نعتیہ مجموعے کے مصنف، ان کا یہ مجموعہ میرے مرحوم عزیز شاہد واسطی کی لائبریری میں دیکھا جس کے نمونے کے طور پر دو شعر پیش کرتا ہوں ان کی اس وکالت کے ساتھ کہ نیت ان کی نیک تھی یہ الگ بات کہ قواعد زبان سے زیادہ واقف نہیں تھے۔ یہی حال قرآن و حدیث کی معلومات کا تھا۔ ملاحظہ کیجیے۔ نعتیہ مجموعے کا نام ''بے مثال'' ہے مطبوعہ 1985ء

نعتیہ مجموعے کا پہلا شعر

تری حدیث ترے روبرو سناؤں تجھے
یہ آرزو ہے کبھی آئنہ دکھاؤں تجھے

دوسرا شعر

تو جسم و روح کے آہنگ کا نڈر داعی
خدا کے پہلو بہ پہلو مجھے خدائی دے

تبصرہ آپ پر چھوڑتا ہوں البتہ میرے محترم ومکرم جناب راجا رشید محمود کی کتاب ''پاکستان میں نعت'' کے حوالے سے یہ کہنا چاہوں گا کہ راجا صاحب کے بقول نعت کو تنقید کی کسوٹی پرنہیں پرکھا گیا ورنہ ان مادر پدر آزاد نام نہاد نعتوں میں کچھ تو کمی ہوتی۔

راجا صاحب کے ذکر پر اس تحریر کو ختم کرتا ہوں کہنا صرف یہ ہے کہ راجا رشید محمود اللہ ان کی عمر میں برکت دے۔ (آمین) ان لوگوں میں شامل ہیں جو اعلیٰ پائے کا مذاق نعت رکھتے ہیں۔ وہ خلوص، شیفتگی اور محبت جو ذکر رسول ﷺ کرتے ہوئے میں نے راجا صاحب کے نورانی چہرے پر دیکھی ہے۔صرف ایک دفعہ مولانا مظہرالدینؒ کے روئے مبارک پر دیکھی تھی تیسری کوئی مثال پیش نظرنہیں آئی۔

عزیزی واجدامیر کاممنون ہوں کہ اسی بہانے اچھےلوگوں کے ساتھ میرا نام بھی شفاعت کے طلب گاروں میں لکھا جائے گا۔والسلام

کتابیات

۱۔ ''نعت'' لغوی مفہوم از ڈاکٹر ریاض مجید، فیصل آباد
۲۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، کراچی
۳۔ راجا رشید محمود، لاہور

☆☆☆

دامن انصاری (کلورکوٹ)

نعت گوئی میں شعراء کا حصہ اور تحرک نعت

بام عشق کی تکمیل کے لیے مرقاۃ وفا کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ عشق ہی ایک ایسا جذبہ ہے جو حسن کو نکھارتا ہے۔ اس میں رنگینیاں پیدا کرتا ہے۔ خواب احساس حقیقت ہو یا عدم محبت کی قوس قزح، یہ اسی کے دائرہ میں رقص کرتا نظر آتا ہے۔ تجسس خوبیٔ جاوید، تشہیر بے نظیر سے معانقہ کرتا نظر آتا ہے اور بقائے سہل کی صورت گری ہاتھ آتی ہے۔ دیدۂ تخیل بیدار ہوتا ہے۔ لب ہائے افکار کسی کی مدحت کو ترستے ہیں۔ زلف احساس الفاظ کو اپنے سایہ میں لے لیتی ہے۔

تجسسِ دستِ ادب کسی کے حضور دست بستہ کھڑا رہتا ہے اور تسکین پائے جنوں، غبار منزل درد سے علم دست کو بلند کیے باہر نکلتی ہے اور پیکر حسن مسرت پاؤں چومتا نظر آتا ہے۔ کائنات مستان وغلطاں منظر کشی میں ڈوب جاتی ہے۔ سبزہ زار دماغ کو معطر کرتے نظر آتے ہیں۔ دماغ کی تجوریاں تخیلات کے زیور سے بھر جاتی ہیں اور روح مالا مال ہو جاتی ہے۔ چاند، ستارے اور کہکشاں اپنا روپ لیے دنیا کے بازاروں میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ سورج اپنی تابانی سے آنکھوں کو خیرہ کیے دیتا ہے۔ دنیا دفعتاً مسکرا اٹھتی ہے۔ جگمگا جاتی ہے۔ اچانک کسی کی تعریف کے ترانے لبوں کو چومنے لگتے ہیں۔ کانوں کو گدگدانے لگتے ہیں۔ روح میں رچ بس جاتے ہیں۔ دلوں کو دھڑکانے لگتے ہیں وہ تعریف، تعریف حسن ہے، تعریف عشق و کردار ہے۔ سیرت کا منبع ہے۔ قد و قامت کا سرچشمہ ہے۔ اسی تعریف کو ہم سرکار ﷺ دو عالم، محمدؐ عربی کی تعریف کہتے ہیں۔

جو کہ ہماری زبان میں نعت کہلاتی ہے۔ نعت کا لفظ نبی ﷺ پاک کے لیے مخصوص و مختص ہے جس کے معنی مدحت، تعریف اور وصف کے ہیں۔ نعت کی تاریخ بہت پرانی ہے جو کہ حسانؓ بن ثابت انصاری سے شروع ہو کر قرن در قرن تا حال عربی، فارسی، اردو، پنجابی اور لوکل زبانوں میں مستقل کہی اور سنی جا رہی ہے۔

حمد، کہ ہے تعریف یزداں　نعت ہے وصف شاہ دو عالم
مدحت سرا میں حمد پڑھوں، رب ذوالجلال　اور وجد میں میں آ کے کہوں نعت مصطفیٰ ﷺ

نعت زیادہ تر غزل کے ردھم اور ہیئت ہی میں کہی جاتی ہے۔نعت کے پھیلاؤ کو ہیئت غزل کے کوزے میں سمیٹنا ہی زیادہ موزوں رہا اور بڑے بڑے ادیبوں اور شاعروں نے اس پر کام کیا۔

میر نظام الدین ممنون دہلوی (وفات ۱۲۶۰ھ) اپنے دور کے پرگو اور قادرالکلام شاعر تھے۔ بادشاہ وقت شاہ عالم ثانی کی محفلوں میں بھی شریک ہوا کرتے تھے۔نعت نبی ﷺ میں کچھ اس طرح سخن طراز ہوتے ہیں۔

نخستیں شعلۂ لالہ، دُوم آتش کا پرکالہ
سیوم مہتاب پہ ہالہ، چہارم اختر تاباں
نخستیں نور کی چادر، دُوم گوہر صفا پرور
سیوم کلک رگ احمر، چہارم چشم کی مژگاں
نخستیں قادر احیاء، دُوم رکھے ید بیضاً
سیوم باحسن دلآرا چہارم بندۂ احساں

مخدوم و بزرگ حضرت سید انور حسین نفیس الحسینی جو کہ محبت کرنے والوں کے درمیان نفیس شاہ صاحب کے نام سے زیادہ گردانے اور مانے جاتے ہیں۔فن خطاطی میں ایشیاء کے بڑے کاتبوں میں شمار ہوتے ہیں اور تحریک ختم نبوت کے نائب امیر بھی تھے بایں ہمہ اوصاف ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان کی شخصیت حسن و جمال کا مرقع تھی۔نعت گوئی میں بھی بڑا مقام رکھتے تھے۔نبی ﷺ کی محبت کو نظم کے پیرایہ میں عجیب طرز اور ست رنگی دھاریوں میں بنتے ہیں۔

میں ہر آستاں چھوڑ کر آ گیا ہوں　مواجہ پہ باچشم تر آ گیا ہوں
مری راہ میں گرچہ حائل تھے دریا　خدا کی قسم بے خطر آ گیا ہوں

عطا قدموں میں ہو دائم حضوری، یارسول اللہ
ہے اب ناقابل برداشت دوری، یارسول اللہ

اور اب ادھر بھی نظر فرمایئے کہ سراپائے اقدس میں کیا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

اے رسول امیں، خاتم المرسلیں، تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

تاجدار نبوت پہ لاکھوں سلام شہر یار نبوت پہ لاکھوں سلام

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ امیر لشکر پیغمبراںؐ کے بارے میں تخیلات اور الفاظ کا کیسے چناؤ کرتے ہیں۔

الٰہی کس سے بیاں ہو سکے ثنا اس کی کہ جس پہ ایسا تری ذات خاص کا ہو پیار
تو فخر کون و مکاں، زُبدۂ زمین و زماں امیر لشکر پیغمبراں، شہ ابرار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں ترے کمال کسی میں نہیں، مگر دو چار

فنا نظامی کے رنگ کو دیکھ کر رنگینیوں میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے۔

کمال شاعر، کمال استاد، کیسی کیسی تشبیہیں، کیسے کیسے استعارے، کیسا رنگ، کیا الفاظ، کیسی تخیلات کی روانی، روانی میں بحروں کی جوانی، اور جوانی میں عشق محمد ﷺ کی باتیں، سبحان اللہ۔

ہر ابتداء سے پہلے، ہر انتہا کے بعد اعلیٰ ہے سب سے ذات محمدؐ، خدا کے بعد
شاید اسی کا نام ہے توہین جستجو منزل کی ہو تلاش، ترے نقش پا کے بعد
دل مطمئن ہے، یوں تری بزم پناہ میں بیمار مسکراتا ہو جیسے شفا کے بعد

مولانا ظفر علی خان جو کہ اپنے وقت کے مجدد، مفکر، مقرر اور شعلہ بیان انسان تھے شان مصطفیٰؐ میں کیا موتی بکھیرتے ہیں۔

دیکھی نہیں کسی نے اگر شان مصطفیٰؐ دیکھے کہ جبرئیل ہے دربان مصطفیٰؐ
لطف خدائے پاک کی تصویر کھنچ گئی پھرنے لگے جب آنکھ میں احسان مصطفیٰؐ
اسلام کا زمانہ میں سکہ بٹھا دیا اپنی مثال آپ ہیں یاران مصطفیٰؐ

ابوالکلام آزاد جو کہ اپنے کلام پہ پوری قدرت رکھتے تھے جس کے کلام میں قادرالکلامی کی مثالیں ملتی ہیں۔ کلام ایسے کرتے ہیں پھول جھڑتے ہیں۔ کلام ایسا موزوں کرتے ہیں کہ تحریر سے شعلے ابھرتے ہیں۔ جس کا کلام، حسن کمال کا درجہ رکھتا ہے۔ وہی ابوالکلام آزاد حسن رسول ﷺ کو الفاظ کے آئینہ میں کیسے نکھارتے ہیں۔

موزوں کلام میں جو ثنائے نبیؐ ہوئی ۔۔۔ تو ابتداء سے طبع رواں منتہی ہوئی
ہر بیت میں جو وصف پیمبرؐ رقم کیے ۔۔۔ کاشانۂ سخن میں بڑی روشنی ہوئی

مفتی محمد شفیع مرحوم گنبد خضریٰ کا نقشہ بڑے ہی عجیب انداز میں کھینچتے ہیں۔

پھر پیش نظر گنبد خضریٰ ہے، حرم ہے ۔۔۔ پھر نام خدا، روضۂ جنت میں قدم ہے
پھر بارگہ سید کونین میں پہنچا ۔۔۔ یہ ان کا کرم، ان کا کرم، ان کا کرم ہے

یکتائے فن، شہنشاہ نعت گوئی، ماہر فرہنگ، رنگ تخیلات جناب حفیظ تائب شان پیمبرؐ میں حسن و عشق اور محبت وعقیدت کے پھول کچھ اس انداز سے بکھیرتے ہیں کہ فضائے ادراک مہک مہک اٹھتی ہے۔

جلوۂ فطرت، چشمۂ رحمت، سیرت اطہر، ماشاءاللہ
حسن مکمل، فیض مسلسل، خیر سراسر، ماشاء اللہ

جاں آبروئے دین پہ فدا ہو تو بات ہے ۔۔۔ حق عشق مصطفیؐ کا ادا ہو تو بات ہے

اور جگر مرادآبادی طشت فارسی میں گلہائے رنگارنگ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے۔

آں خیر کہ بود، درزمانت ۔۔۔ بعد از تو زمانہ ہم نہ دیدہ
درعشق و وفا دگر مثالے ۔۔۔ نے دیدہ و نے زکس شنیدہ

سبحان اللہ کیا کہنے وہ نیکی، وہ بھلائی، وہ دیانت، وہ شرافت جو کہ تیرے (یعنی نبی ﷺ) زمانہ میں تھی بعد والے زمانہ میں نہ دیکھی گئی اور عشق و وفا کی مثال تو ایسے ہے کہ نہ ہی آپ ﷺ جیسی کہیں دیکھی اور ہی کسی سے سنی اور اب ''شرم عصیاں'' ''دل تپیدہ'' کو جگر صاحب ان فارسی اشعار میں کیسے سموتے ہیں۔

کے عقل تواں رسد بہ پایاں ۔۔۔ هم عشق هنوز نا رسیدہ
اے اسم تو حرز جان عشاق ۔۔۔ اے ذکر تو نور قلب و دیدہ
یک گوشۂ چشم التفاتے ۔۔۔ براتیان غم رسیدہ
اے برتو نثار ''شرم عصیاں'' ۔۔۔ اے کبر تو فدا ''دل تپیدہ''

اس کے علاوہ بہتوں نے نعت گوئی میں بھرپور حصہ لیا۔ فارسی میں مولانا رومی، سعدی شیرازی، حضرت بختیار کاکی، سنائی غزنویؒ، نظامی گنجوی، عطار نیشاپوری، نظام الدین اولیاء اور اردو میں سید امین گیلانی، سید سلمان گیلانی، اسد ملتانی، مولانا سید بدر عالم مہاجر مدنی، قیوم نظر، عابد نظامی، سید سلمان ندوی، صوفی تبسم، ڈاکٹر بیتاب نظری، الطاف رحمانی، احمد ندیم قاسمی، ماہر القادری،

خالد بزمی، رحمان خاور، محشر بدایونی، ہادی مچھلی شہری، بہزاد لکھنوی، احسان دانش، عاصی کرنالی، شبنم شکیل، شاہدہ لطیف اور مولانا خواجہ الطاف حسین حالی نے (مسدس حالی) میں جو نقشہ کھینچا ہے زبان خود بخود سبحان اللہ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا   مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا   وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا، غریبوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ
خطارکار سے درگزر کرنے والا   بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیرو زبر کرنے والا   قبائل کو شیروشکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

لکھنے والوں نے اس صنف میں بہت کچھ لکھا اور خوب لکھا پھر بھی ایسے لگتا ہے کہ لکھنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔

غزل اور نظم کے ساتھ ساتھ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم نعت کو بھی زیادہ سے زیادہ پروان چڑھائیں، مدحت نبی ﷺ میں ڈوب جائیں اور محبّ محمد ﷺ عربی کہلائیں اور نعت کی اشاعت و تبلیغ میں تن دہی سے کام لیتے ہوئے مفلوج ذہنوں کو اجاگر کریں۔ سوتے ہوؤں کو جگائیں، سیرت نبی کو عام کریں اور پیغام محمد ﷺ عربی کو زیادہ پھیلائیں اور جو اس پلیٹ فارم پر کام کرنے والے ہیں اور جو اس کام کو وسیع سے وسیع تر بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی سے ہمکنار کرے اور مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جناب سرور نقشبندی کے حق میں بھی دعا گو ہوں کہ اس نے جو اس محنت طلب اور کاوش ارفع کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر محترم کو کامیاب کرے اور تمام عقدے حل کر دے۔ اپنی بات، اپنے کلام کا اختتام واختصار استاد لطیف عابدی کے اس نعتیہ شعر سے کرتا ہوں۔

محمدؐ کے رخ انور کو میں تشبیہ کس سے دوں
نہ سورج میں وہ تابانی، نہ اتنا چاند نورانی

☆☆☆

حمدیہ ونعتیہ ادب کا جائزہ ۲۰۰۹ء

سرور حسین نقشبندی

سال ۲۰۰۹ میں شائع ہونے والی حمد ونعت پر مشتمل کتابوں کے ایک مختصر تاثر پر مشتمل یہ جائزہ حضرت حفیظ تائبؒ کے مبارک عمل کو آگے بڑھانے کی ایک ادنی سی کوشش ہے۔اس میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ یہ سال بھر میں حمد ونعت پر ہونے والے کام کا بھر پور احاطہ کرے۔اس میں تاخیر کی وجہ ان کتب کی عدم دستیابی بھی تھی جو اس سال منظر عام پر آئیں۔سال بھر میں شائع ہونے والے رسائل وجرائد کا حصول بھی اسی مشکل مرحلے کا حصہ تھا۔میں ان تمام احباب کا تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے ان کتابوں اور رسائل وجرائد کی فراہمی یقینی بنائی اور یہ جائزہ کسی حد تک پایہء تکمیل کو پہنچا۔اس کی اشاعت کے بعد اگر کوئی ایسی کتاب رہ گئی ہو جس کا ذکر اس میں شامل نہیں تو براہ کرم اس سے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اسے بعد میں شامل کیا جاسکے۔

حمدیہ ہائیکو (محمد اقبال نجمی)

محمد اقبال نجمی کا نام نعتیہ علمی وادبی حلقے میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔کچھ عرصہ پہلے نعتیہ ہائیکو پر مشتمل ان کا مجموعہ داد وتحسین حاصل کر چکا ہے۔ہائیکو خالصتاً جاپانی شعری صنف ہے لیکن حمد ونعت کے شعراء نے اس میں تجربات کر کے اسے وقار بخشا ہے۔اقبال نجمی کی اس کتاب جس میں حمد کو اس صنف میں استعمال کیا گیا ہے اور آنے والے وقت میں یقیناً یہ کتاب حمد ونعت سے وابستہ لوگوں کو اسلوبیاتی تجربات کرنے کا راستہ دکھائے گی۔حمدیہ ہائیکو پر مشتمل اس مجموعہ میں بے شمار موضوعات کا تعلق قرآن کریم سے ہے جس سے ان کے فہم قرآن کا بھی اندازہ ہوتا ہے جسے وہ بڑی خوبصورتی سے اشعار میں نظم کرتے ہیں۔ڈاکٹر بشیر عابد رقم طراز ہیں کہ ”اقبال نجمی کا زیر نظر شعری مجموعہ ”حمدیہ ہائیکو“ اپنے اندر حسن کمال بھی رکھتا ہے اور ندرت خیال بھی۔یہی وجہ ہے کہ ان

کے حمدیہ ہائیکو جہاں خدائے وحدہٗ لاشریک کی خلاقی کا درس دیتے ہیں وہاں اس کی حمد الاپنے کا سلیقہ بھی تفویض کرتے ہیں کیوں کہ ان کا مجموعۂ کلام ایمانی کرنوں سے پر بہار بھی ہے اور اسلامی افکار کا آئینہ دار بھی۔ انہی اوصاف کی بدولت ان کا حمدیہ ہائیکو پر مشتمل یہ مجموعہ کلام ہمارے موجودہ شعری منظرنامے میں ادبی صحیفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے فروغ ادب اکادمی، گوجرانوالہ نے شائع کیا ہے۔

سیدنا احمد ﷺ (پنجابی نعتیہ دیوان) ڈاکٹر ریاض مجید

شاعری کی نونبوزمینیں ہوں یا نثر کے مشکل موضوعات ڈاکٹر ریاض مجید کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے اور ان کی خدمت نعت سے ادب کا ہر طالب علم بخوبی آشنا ہے۔ تحقیق و تدوین ہو یا نقد ونظر ہر جگہ ان کی موجودگی کام کے معیار کی ضمانت سمجھی جاتی ہے۔ زیرنظر کتاب ان کی پنجابی نعتوں پر مشتمل دیوان ہے۔ جس میں ردیفی اعتبار سے حروف تہجی کی ترتیب سے حمدیں اور نعتیں مرتب کی گئی ہیں۔ اردو نثر اور اردو نعتیہ شاعری میں اپنی ایک الگ شناخت اور پہچان رکھنے کے ساتھ ساتھ پنجابی نعتوں کا پورا دیوان حیرتوں کی دنیا میں لے جاتا ہے۔ ان کا قلم ہر جگہ رواں دواں، ان کی فکر ہر مقام پر توانا و محکم اور ذہن تہہ در تہہ چھپی معنویت کی پرتیں کھولتا چلا جاتا ہے۔ نعت کے طالب علموں اور نعت کہنے کا جذبہ اور شوق رکھنے والوں کے لیے اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جو انہیں طویل مطالعے اور لائبریریوں سے بے نیاز کر دینے کے لیے کافی ہے۔

خلد سخن (ریاض حسین چوہدری)

ریاض حسین چودھری کا نام نعتیہ ادب میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی اور فکروفن کو مدح رسولؐ کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ عمر کے اس حصے میں بھی ان کی فکر توانا اور جذبے جوان نظر آتے ہیں۔ خلد سخن ان کا ساتواں نعتیہ مجموعہ ہے۔ اس سے قبل ان کے مجموعے زیر معتبر ''رزق ثناء'' ثنائے حضوری، متاع قلم، کشکول آرزو اور سلام علیک وادی مدحت میں رونق افروز ہو کر اہل دل کو سامان تسکین پہنچا چکے ہیں۔ زیرنظر مجموعہ بھی حمد ونعت پر مشتمل ہے جس میں آزاد نعتیہ نظمیں اور قطعات بھی جابجا جلوہ گر ہیں۔ فلیپ میں ممتاز محقق وشاعر ع۔س مسلم رقم طراز ہیں کہ ''ریاض چودھری کی نعتیں آبشار نور کی طرح فکرونظر کو منور، قلب و روح کو سیراب اور صریر کو

نغمگی عطا کرتی ہوئی ایمان ویقین کو وہ تازگی بخشتی ہے جو حیات نو کی نوید ہے۔ وہ جب نعت لکھتے ہیں تو گویا کنول کے پھول کی طرح ہوتے ہیں جو سطح آب پر بہار عقیدت ومحبت کا پیامبر ہے لیکن اس کی روح عشق رسولؐ کی جھیل کی گہرائیوں سے نمو کشید کر رہی ہے۔

علامہ ڈاکٹر طاہرالقادری کے فلیپ اور پروفیسر اکرم رضا کے مضمون ''خلد سخن میں نعت ریاض'' اس کی اہمیت اور افادیت کو مزید رعنائی عطا کر رہے ہیں۔

بفیضِ نعت رسول خدا ہے در آئی
بیان و نطق میں تخلیق کی توانائی
حضورؐ آپ کا شاعر غلام ابن غلام
ردائے ابر شفاعت کا ہے تمنائی

اس کتاب کو القمر انٹر پرائزز مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے۔

شہپر توفیق (عزیز احسن)

عزیز احسن صاحب کا شمار نعتیہ حلقوں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ نعتیہ ادب کے موجودہ منظرنامے میں نعتیہ تنقید نگاری میں ان کی گراں قدر خدمات ہیں۔ شہپر توفیق ان کا نعتیہ مجموعہ ہے جو حمد ونعت کے ساتھ ساتھ نعتیہ نظموں، نعتیہ قطعات اور مناقب پر مشتمل ہے۔ کتاب میں اپنے مضمون ''نعت اور تخلیقی عمل'' میں رقم طراز ہیں کہ ''میں نے جو کچھ لکھا ہے اسے احساس کی قندیل سے روشن کر کے لکھنے کی سعی کی ہے تاہم تخلیقی قوت یا شعری صلاحیت کو اپنی شعوری کوشش سے ایک خاص حد سے زیادہ جلا نہیں دی جا سکتی چنانچہ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میری نعتیہ تخلیقات میرے تنقیدی شعور یا شعری آدرش پر پوری اترتی ہے۔ رجحان ساز شعری نمونے پیش کرنے کا دعویٰ بھی میں نہیں کرتا تاہم اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ میں نے شعری بنت کو سنوارنے کی شعوری کوشش بھی کی اور شعری متن کو عقیدت اور عقیدے کی حدود سے تجاوز کا موقع نہیں دیا ہے۔'' میری دانست میں ان کی شاعری کے حوالے سے کوئی اور اس سے بہتر اظہار خیال نہیں کر سکتا۔ اسے نعت ریسرچ سنٹر کراچی نے شائع کیا ہے۔

اسباب (امجد اسلام امجد)

زیر نظر مجموعہ حمد ونعت اس سال شائع ہونے والے مجموعوں میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

امجد اسلام امجد کا شمار اردو ادب کے نامور شعراء میں ہوتا ہے۔ اردو غزل اور نظم میں ان کا اپنا ایک لہجہ اور شناخت ہے۔ ان کی شاعری نو بنو مضامین اور جدید موضوعات سے لبریز ہوتی ہے۔ انہوں نے اس سے قبل شائع ہونے والے اپنے دیگر تمام مجموعوں کا آغاز حمد نعت سے کیا ہے۔ لیکن یہ مجموعہ خاص طور پر حرمین شریفین کے سفر کا خاص انعام ہے جس میں وہاں کی کیف آور فضا اور حرم پاک کے نور و نکہت میں ڈوبے صبح و شام کی روشنی جھلک جاتی ہے۔ کتاب کے شروع میں ''اسباب سفر'' کے عنوان سے مضمون میں خود رقمطراز ہیں کہ ''تخلیقی وفور کے جس تجربے سے میں اس برس حج کے دوران گزرا ہوں اس کی کوئی مثال میرے پورے شعری سفر میں نہیں کہ میں نے 24 دن بغیر کسی وقفے کے ہر روز حمد یا نعت (یا دونوں) لکھیں اور صورتِ حال کچھ ایسے رہی کہ جہاں سے ایک چیز ختم ہوتی تھی وہیں سے دوسری شروع ہو جاتی تھی اور سوائے نماز پڑھنے، سونے اور کھانا کھانے کے وقفوں کے کاغذ اور قلم مسلسل میرے ساتھ ساتھ رہے''۔ اس کتاب کا انتساب انہوں نے حضرت حفیظ تائب کے نام کیا ہے جس کا ارادہ انہوں نے ان کی زندگی میں ہی ان کو بتائے بغیر کر لیا تھا۔ یقیناً ان کی روح عالم برزخ میں ان کی اس کاوش پر مسرور ہو کر متبسم لہجے میں داد و تحسین سے نواز رہی ہوگی کہ زندگی میں یہی ان کا طریق تھا۔

جمال نعت (رفیع الدین زکی قریشی)

رفیع الدین زکی قریشی بہت زود گو شاعر ہیں۔ ان کی کشتِ فکر انتہائی زرخیز ہے اور بزرگی کے اس عالم میں بھی ان پر ہر وقت نزول نعت کی پھوہار برستی رہتی ہے۔ راجہ رشید محمود صاحب کے بعد لاہور میں غالباً سب سے زیادہ نعتیہ مجموعے شائع کرنے کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہے۔ اس سے قبل ان کے ۱۳ نعتیہ مجموعہ ہائے نعت شائع ہو چکے ہیں جو کسی معجزۂ سخن سے کم نہیں۔ ان کی اس سے قبل شائع ہونے والی کتابیں ''خورشید حرا ۱۹۸۴''، ''ساز عقیدت ۱۹۸۷''، ''نوید رحمت ۱۹۹۳ صدارتی ایوارڈ یافتہ'' ریاض نعت ۱۹۹۳ء''، ''فیضان ۲۰۰۱'' توشہ ۲۰۰۲ ''جواہر نعت ۲۰۰۴''، ''صریر خامۂ مدحت طراز ۲۰۰۴''، ''ثمرات نعت ۲۰۰۷'' شائع ہو چکی ہیں۔ زیر نظر ان کا ۱۴ واں نعتیہ مجموعہ ہے جس میں جا بجا نعت اپنے پورے جمالیاتی حسن کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ کتاب کا انتساب انہوں نے غلام حضور حضرت سیدنا بلال حبشیؓ کے نام کیا ہے۔ اسے نعمان رفیع قریشی نے المدینہ پبلی کیشنز سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

نعت چمن (لالہ صحرائی)

محمد صادق المعروف لالہ ٔ صحرائی کی شخصیت اور ان کے کلام سے نعتیہ ادب کے طالب علم بخوبی آشنا ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے شعر کہنے کا بے پناہ ملکہ عطا فرمایا تھا۔ وہ لکھنے کے لیے بیٹھتے تو اشعار آبشار کی مانند بہنا شروع ہو جاتے اور شعراء جن مصرعوں کے انتظار میں گھنٹوں صرف کر دیتے ہیں لالہ صحرائی چند لمحوں میں وہ کام کرنے پر قدرت رکھتے تھے اور یہ خاص توفیق خداوندی سے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ ان کی اس سے قبل نعت کی کتابیں ''لالہ زار نعت''، ''بارانِ نعت''، غزوات رحمۃ اللعالمینؐ (منظوم)، قلم سجدے (حمدیں)، گلہائے حدیث (منظوم)، قصیدہ نعتیہ، ''پھولوں کے لیے پھول'' (بچوں کے لیے نعتیں) نعت ستارے ''نعت دھنک''، ''نعت سویرا''، ''نعت صدف''، ''نعت چراغاں''، ''نعت کہکشاں'' اور ''قلم سجدے (حمدیں) شائع ہو کر قبول دوام حاصل کر چکی ہیں۔ نعت چمن اسی کہکشاں کا ایک روشن تسلسل ہے جو ان کے ذہن میں جلوہ گر تھا۔ اس کتاب میں پنج مصری نعتیں، نعتیہ رباعیات، منظومات، سفر عمرہ، نعتیہ مخمس، معجزۂ عشق (سانیٹ) صدائے لطیف (نظم)، کیا میں پھر طیبہ جاؤں گا۔ (نظم)، ایمان کی گاگر، (قطعہ) اور صدیوں کی بہار (قطعہ) کے عنوانات سے موجود ہیں۔ یہ کتاب ادب کی بہت سی اصناف سے مزین ہے اور قارئین کو ایک کتاب کے مطالعہ سے اتنی اصناف کی نمائندگی میسر آنا کسی نعمت سے کم نہیں۔ اس کتاب کو لالہء صحرائی ٹرسٹ ملتان نے بلا قیمت تقسیم کرنے کے لیے شائع کیا ہے۔

''سرمۂ مفت نظر ہوں مری قیمت یہ ہے''
چشمِ قاری پہ کھلے حبِ پیمبرؐ کی ضیا''

سیدؐ دنیا و دیں (عبدالحمید قیصر)

عبدالحمید قیصر محبت رسولؐ کے جذبے سے سرشار انسان ہیں۔ اس سے قبل ان کے دو نعتیہ مجموعے ''مرحبا صل علی سید مکی مدنی'' اور ''زینت ارض وسما'' شائع ہو چکے ہیں۔ ''سید دنیا و دیں ان کا تیسرا نعتیہ مجموعہ ہے جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی فکر مسلسل فیضان نعت سے مستفید ہو رہی ہے اور بارگاہ رسالت مآبؐ سے یہ کرم ان پر لگاتار ہو رہا ہے۔ ممتاز شاعر قمر وارثی کتاب میں اپنے مضمون ''اشکوں کی روشنائی سے نعت لکھنے والا شاعر'' میں رقم طراز ہیں کہ

’’عبدالحمید قیصر کی فکر نعت گوئی کا قافلہ، الفاظ کی مہارت، فکر کی ندرت، جذبہ کی صداقت، عقیدت کی رفاقت، سوچ کی نفاست اور بالخصوص عشق رسولؐ کی قیادت میں رواں دواں ہے۔ یہ وہ قافلہ ہے جو تجسس کی راہ میں تسلسل کا دامن تھامے، تخیل سے تیقن کی منزلیں طے کرتا ہوا بفضل تعالیٰ اس مقام تک آ پہنچا ہے جہاں رحمت اللعالمین کی رحمت، عطائے نعمت کے ساتھ مغفرت کے نور سے منور کرتی نظر آ رہی ہے۔

میں نعت لکھتا ہوں اشکوں کی روشنائی سے
میرا طریق محبت بیاں سے آگے ہے

اسے مکی دارالکتب مزنگ روڈ لاہور نے شائع کیا ہے۔

مطلع انوار (محبوب الٰہی عطا)

محبوب الٰہی عطا ایک منجھے ہوئے شاعر ہیں جس کا ثبوت ان کے شعری مجموعے عطائے رسولؐ، آئینہ در آئینہ، چرخ اطلس، زمزمۂ ہاتف اور انوار سروش ہیں جنہیں علم و ادب کے تمام حلقوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا اور داد و تحسین سے نوازا گیا۔

رباعی فن شاعری میں ایک مشکل صنف ہے اور اس کے چار مصرعوں میں ایک مضمون کو سمونا کوزے میں دریا بند کرنے کے مترادف ہے اور بڑے بڑے شعراء اس کو مستقل اختیار کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

محبوب الٰہی عطا ایک ماہر رباعی گو کے طور پر اس کتاب میں سامنے آتے ہیں۔ رباعی اہل تصوف کی پسندیدہ صنف رہی ہے۔ اس میں ابوسعید الخیر، خواجہ فریدالدین عطار، خواجہ عبداللہ انصاری ہروی، مولانا جامی، حضرت امیر خسرو، شاہ بوعلی قلندر اور عبدالقادر بیدل جیسے اکابرین اور اس کے بعد اگلے دور میں حکیم عمر خیام، مولانا عبدالقادر بلگرامی، فراق، یگانہ اور دور حاضر میں پیر نصیرالدین نصیر گولڑوی کے نام قابل ذکر ہیں۔ اس کتاب میں زیادہ تر رباعیات ہیں لیکن اس کے علاوہ نعتیں، مناقب اور چند غزلیات بھی اس حمدیہ ونعتیہ مجموعے کا حصہ ہیں اور یوں یہ کتاب کئی حوالوں سے اپنے اندر جاذبیت اور کشش رکھتی ہے۔ کتاب میں پروفیسر محمد ارشاد نے ’’دل گداختگی کی تابندہ مثال‘‘ اور قاضی محمد بشیرالدین نے ’’دولت بیدار‘‘ کے عنوان سے ان کے فن رباعی پر دسترس اور محاسن کا ذکر کیا ہے۔

ہے رب کا کرم بھی، ہے نبی کی بھی عطا
دونوں کا بھلا کیسے کریں شکر ادا
اللہ نے بخشا ہے ہمیں عشق رسولؐ
سرکارؐ نے بخشا ہے ہمیں عشق خدا

اسے مثال پبلشرز فیصل آباد نے شائع کیا ہے۔

خلد نعت (آصف بشیر چشتی)

پیر آصف بشیر چشتی کا تعلق علمی و روحانی خاندان سے ہے۔ ان کے والد محترم خواجہ دین محمد چشتی الصابری شب زندہ دار صوفی اور عالم دین تھے۔ شعروادب کا ذوق انہی کی وجہ سے قلب و روح میں اترتا چلا گیا۔ پہلے پہل یہ ذوق قوال حضرات کے لیے کلام لکھنے تک محدود تھا لیکن ادبی دوستوں کی محفل، مشاعروں میں شرکت اور مجلس معین ادب کے پلیٹ فارم نے انہیں ایک ادبی شناخت عطا کی۔

ان کا پہلا مجموعہ کلام ''رنگ عقیدت'' کے نام سے شائع ہوا جس میں حمد ونعت، منقبت اور عارفانہ غزلیں شامل تھیں۔ اس کے بعد انہوں نے کلام یکجا کرنا شروع کیا جن میں تین سوسترہ ایسے شعراء کا کلام شامل تھا جنہوں نے قیام فیصل آباد میں نعت گوئی پر کام کیا۔ محافل سماع کی ضرورت کے تحت لکھی جانے والی عارفانہ مجموعہ کلام ''باب جنت کھلا'' بھی منظر عام پر آ چکا ہے۔

خلد نعت میں ڈاکٹر اسحاق قریشی نے ''خلد نعت پر ایک نظر'' ڈاکٹر ریاض مجید نے ''خلد نعت'' پروفیسر عارف رضا نے ''خلد نعت پر ایک طائرانہ نظر'' محمد افضل خاکسار نے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، پروفیسر یونس جیلانی نے (خلد نعت فکر ونظر کی طہارت کا جمال، ڈاکٹر شبیر قادری نے ''قلبی نسبتوں کا معاملہ'' اور پروفیسر ریاض قادری نے ''پیر آصف بشیر چشتی کی خلد نعت'' کے عنوانات سے ان کے شعری محاسن پر مضامین تحریر کیے ہیں۔ ڈاکٹر ریاض مجید رقم طراز ہیں کہ ''فیصل آباد کو شہر نعت بنانے میں جن نعت کاروں نے محبت، دلچسپی اور فریفتگی سے کام کیا ہے ان میں نمایاں نام آصف بشیر چشتی کا ہے۔ انہوں نے ایسی نعت لکھی جو مقدار اور معیار میں نہ صرف یہ کہ قابل ذکر اعتبار کی حامل ہے بلکہ لائق تحسین بھی۔ اکائی پبلشرز نے مجلس معین ادب کے زیر اہتمام اسے خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ آرٹ پیپر پر شائع کیا ہے جو ان کے ذوق جمال کی آئینہ دار ہے۔

غزل کی دشت سے خلد دیار نعت میں آئے
ستارہ وار ہم اپنے مدار نعت میں آئے

اعزاز نعت (پروفیسر محمد طاہر صدیقی)

پروفیسر طاہر صدیقی کا تعلق شہر نعت فیصل آباد سے ہے۔فیصل آباد کی ادبی فضا نعت آثار ہے اور یہاں رہنے والے اگر خود کو وابستگان نعت سے پیوستہ رکھیں تو فکر بہت جلد رواں ہو جاتی ہے۔ ''اعزاز نعت'' میں اس فضا میں تخلیق ہوئی ہے۔اس سے قبل ان کا مجموعۂ غزل ''ردعمل'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔عرضِ احوال میں خود رقم طراز ہیں کہ ''روایت نعت کے اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے میں نے اسلاف کے تتبع ہی میں نعت کہی ہے۔ ہر چند میں نے یہ خیال رکھا ہے کہ عشق رسولؐ کے ساتھ ساتھ امت محمدیہؐ کے عصری مسائل کو بھی آشکار کروں کہ نعت کا یہ اختصاصی پہلو ہے کہ وہ عصری تقاضوں کو اپنے اندر جذب کرے۔'' اس کے علاوہ ڈاکٹر ریاض مجید نے (پاس اعتبار) ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے (حسن عقیدت) ڈاکٹر اسحاق قریشی نے (اعزاز نعت) ڈاکٹر عاصی کرنالی نے (اظہار خیال) اور پیر آصف بشیر چشتی نے (طاہر صدیقی اور اعزاز نعت) کے عنوان سے ان کی شاعری کے مختلف زاویوں پر روشنی ڈالی ہے۔فلیپ پر ممتاز شاعر کوثر علی کے تاثرات، محمد افضل خاکسار کی نظم بعنوان (خوش رہو طاہر'' اور بیک فلیپ پر پیر آصف بشیر چشتی کی نظم ''مرحبا اعزازِ نعت'' جلوہ گر ہے۔

طیب مطیب (حکیم محمد رمضان اطہر)

حکیم محمد رمضان اطہر صاحب کا تعلق شہر نعت فیصل آباد سے ہے۔انہیں تمام اصناف سخن میں لکھنے پر مہارت حاصل ہے۔اس سے قبل ان کی کتابیں ''حرف طیب'' نعتیہ مجموعہ شخصی نظم نامہ ''رجل الرشید'' مجموعہ نظم ''ضرب احساس'' مجموعہ نظم وغزل ''عکس شعور'' ہیں۔یہ ان کا دوسرا نعتیہ مجموعہ ہے۔ وہ اساتذہ کے انداز کی شاعری کرتے ہیں۔ ریاض احمد قادری فلیپ میں رقمطراز ہیں کہ ''حکیم رمضان اطہر ایک کہنہ مشق شاعر ہیں۔انہیں نظم، غزل، نعت، رباعی اور قطعہ لکھنے میں یدطولیٰ حاصل ہے۔ پڑھنے کا انداز بڑا دبنگ اور پرجوش ہے۔ راست فکر شاعر کے طور پر ہمیشہ مقصدیت اور اخلاق سے بھرپور شعر تخلیق کرتے ہیں۔نئی نئی ردیفوں، مشکل قافیوں اور سنگلاخ زمینوں میں بڑی سہولت سے شعر کہہ لیتے ہیں۔نادرہ کاری اور رفعت خیال ان کے کلام کی خوبیاں ہیں اور فیصل آباد

کے ہر مشاعرے کی جان سمجھے جاتے ہیں۔ انہیں سن کر لکھنؤ کے اساتذہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔‘‘
اس کتاب کو احسن پبلی کیشنز فیصل آباد نے شائع کیا ہے۔

نعت کہنا تھی مجھے سدرہ سے اترے مصرعے
یوں مری نعت کے الجھے ہوئے سلجھے مصرعے

اللہ کی سنت (منظر عارفی)

منظر عارفی کا تعلق کراچی ہیں۔ وہ زود گو شاعر نہیں ہیں بلکہ ہر صنف ادب میں مقدار کی بجائے معیار پیش نظر رکھتے ہیں اور مدح رسولؐ کے معاملے میں انہوں نے خود پر کڑی شرائط خود ہی عائد کر رکھی ہیں۔ وہ ۸۰ کی دہائی سے نعتیہ شاعری کر رہے تھے لیکن جب ایک دینی ماحول میں بیٹھ کر مطالعہ کا شغف بڑھا تو ضیاء القرآن، ضیاء النبی اور مشکوۃ المصابیح کا عمیق نظری سے مطالعہ کرنے کے بعد مضامین نعت کی ایک بہار فکر میں جلوہ گر ہوگئی اور نعت کہنے کا قرینہ اور سلیقہ اسی مطالعے کے بعد قلب و ذہن کی زینت بنا۔ اب وہ یہ کہنے پر حق بجانب ہیں کہ نعت گو کے لیے تفسیر قرآن کا بغور مطالعہ، سیرت رسولؐ سے آشنائی حدیث پاک کا عرق ریزی سے مطالعہ کیے بغیر نعت کہنا اپنے آپ کو فریب دینے کے مترادف ہے اور یہ احتیاط ان کے کلام میں جگہ جگہ اپنی روشنی بکھیر رہی ہے۔ ممتاز نقاد، محقق اور نعت گو پروفیسر اکرم رضا صاحب مقدمہ میں رقم طراز ہیں کہ ’’منظر عارفی کی نعت میں سطحیت نہیں بلکہ دوامیت کا عنصر نمایاں ہے۔ انہوں نے نعت کہتے ہوئے اپنے لیے از خود حدود و قیود مقرر کیں اور ہنوز انہی قیود کے اندر پابند فکر رہ کر نعت کہہ رہے ہیں۔‘‘

منظر عارفی کی اس کتاب کو سیرت کانفرنس میں دوم انعام کا حقدار ٹھہرایا گیا۔

یہ ہم پہ فرض ہے منظر کہ نعت کہتے ہوئے
قلم پہ آئی ہوئی لفظیات کو سوچیں

صلوا علی الحبیب (محمد مسعود اختر)

مولانا غلام رسولؒ سمندری والے کی خطابت اور علمیت کا زمانہ معترف ہے۔ وہ ایک عالم باعمل تھے۔ محمد مسعود اختر ان کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ علم و ادب سے وابستگی انہیں وراثت میں ملی اور گھر کے ماحول نے مدح رسولؐ کی جانب فکر کا رخ موڑ دیا۔ ممتاز شاعر و نقاد ڈاکٹر عاصی

کرنالی رقم طراز ہیں کہ محمد مسعود اختر کے یہاں فنی تلازمات میں بے حد احتیاط و التزام ہے۔ مجھے ایک شعر بھی ڈھیلا یا کمتر نظر نہیں آیا۔ آداب نعت گوئی کا نازک سے نازک پہلو بھی ان کی نظر میں ہے۔ ہر مقام پر ادب، احتیاط، ہوش مندی اور یہ احساس کہ میں کائنات کی سب سے عظیم شخصیت کی ثنا گوئی کر رہا ہوں، ان کی شاعری میں زیادہ تر جو مضمون عنصر غالب کی حیثیت رکھتا ہے وہ فضائل رسولؐ ہیں۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی کے علاوہ پیر نصیر الدین گولڑوی، ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، راجہ رشید محمود اور پروفیسر ریاض قادری نے محمد مسعود اختر کے شعری محاسن پر اظہار رائے کیا ہے۔

جب ان کے روضۂ اقدس کو بند آنکھوں سے تکتے ہیں
ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہم بھی دیکھ سکتے ہیں

درود پڑھتے ہوئے (تبسم قادری)

تبسم قادری محبت رسول کی سرشاری میں رہنے والے شاعر ہیں اور یہ محبت انہیں سب سے پہلے اپنے والد محترم سے منتقل ہوئی اور پھر خوبیٔ قسمت حضرت علامہ صائم چشتی کی صحبت میں لے آئی اور ان کی حوصلہ افزائی نے انہیں نعت کی طرف نہ صرف مائل کیا بلکہ ان کی فکری دھاروں کا رخ مدح رسولؐ کی طرف موڑ دیا۔ ایک وہ بھی وقت تھا کہ جب انہوں نے حضرت صائم چشتیؒ کے کہنے پر ایک طرحی مصرعہ پر نعت کہی اور آج وہ "درود پڑھتے ہوئے" کے نعتیہ مجموعہ کے ساتھ شہر نعت فیصل آباد کے نعت گو شعراء کی صف میں شامل ہو گئے ہیں۔ ان کی شعری لہجے میں مترنم روانی، اظہار بیان کی سادگی اور ردیفوں کا خوبصورتی سے استعمال جا بجا دکھائی دیتا ہے۔ فلیپ پر ڈاکٹر ریاض مجید رقم طراز ہیں کہ "تبسم نے اپنے من میں عقیدت و محبت کے چراغ روشن کیے ہیں اور اپنے اسلوب کو ابلاغ اور ترسیل کے قریب رکھا ہے۔ فکری مسائل اور مابعد الطبیعاتی عمق (جو ایک حوالے سے نعتیہ مضامین کی قلم رو کا حصہ ہیں) کو کم چھوا ہے اور عوام الناس کے پسندیدہ اسلوب کو زیادہ تر پیش نظر رکھا ہے۔ اسی سبب ان کے لہجے میں اپنائیت کی مٹھاس ہے اور قاری کو ان کے مضامین اپنے دل کی ترجمانی کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ فلیپ پر خواجہ قطب الدین فریدی صاحب کے تاثرات کے علاوہ پروفیسر ڈاکٹر اسحاق قریشی، پروفیسر مسعود اختر، ڈاکٹر افضال احمد انور اور پروفیسر ریاض قادری نے ان کی شاعری پر مختلف حوالوں سے اظہار خیال کیا ہے۔ اسے چشتی کتب خانہ فیصل آباد نے طبع کیا ہے۔ درود پڑھتے ہوئے کی ردیفی نعت حضورؐ کی ۶۳ سالہ حیات طیبہ کی نسبت سے ۱۶۳ اشعار پر مشتمل ہے۔

میرا خیال معطر ہو ان کی یادوں سے
میں لفظ نعت کے سوچوں درود پڑھتے ہوئے

طلوع نور (عبدالرزاق صدف)

عبدالرزاق صدف عرصہ بیس سال سے قطر میں مقیم ہیں اور وہاں کی علمی و ادبی محفلوں کی رونق ہیں۔اس سے قبل ان کا مجموعۂ غزل ''عذاب آشنائی'' کے نام سے شائع ہوکر اہل علم سے داد و تحسین وصول کر چکا ہے۔

زیر نظر مجموعے میں ان کی حمدیں، نعتیں اور سلام شامل ہیں جو بزم ادب قطر کے زیر اہتمام ہونے والی طرحی مشاعروں کی برکت ہے۔

ان کا تعلق ہڑپہ ضلع ساہیوال سے ہے لیکن اردو زبان و بیان پر کمال دسترس ان کے مجموعے میں جھلک جھلک جاتی ہے۔غزل سے حمد و نعت و سلام کا یہ سفر بہت دل افروز اور روحانی وارداتوں سے مزین ہے۔جس کا اظہار جابجا ان کے کلام میں نظر آتا ہے۔کتاب کی طباعت بہت عمدہ اور صاحب کتاب کے ذوق کی آئینہ دار ہے۔کتاب کے آغاز میں ڈاکٹر خلیل الرحمٰن راز نے ''طلوع نور ایک نعمت مترقبہ''، سید محمد نسیم کاظمی نے ''صدائے کن فکاں گونجی طلوع نور ہوتا ہے'' اور پروفیسر عارف رضا نے ''طلوع نور ایک نظر میں'' کے عنوان سے عبدالرزاق صدف کی شاعری کی محاسن پر قابل قدر مضامین لکھے ہیں۔

فلیپ پر شہزاد بیگ اور راجہ غلام مرتضی عباس کے تاثرات اس کی جاذبیت کو چار چاند لگا رہے ہیں۔

صدائے کن فکاں گونجی طلوع نور ہوتا ہے
تیری جلوہ نمائی سے جہاں معمور ہوتا ہے

ارمغان محبت (حجاز) (محمد محبّ اللہ نوری)

نعت کہنے کے لیے صاحب علم ہونا اور شریعت کے تقاضوں سے باخبر ہونا لازمی ہے ورنہ غیر محتاط استعمال سے بات بگڑ جانے کا خطرہ ہے۔ارمغان حجاز ایک عالم باعمل علامہ صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری کی نعتوں کا مجموعہ ہے۔ان کی نعتوں میں عقیدت و محبت کا دریا موجزن ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی اور عظمت و جلالت کا ذکر اس انداز سے کرتے ہیں کہ شانِ کبریا اور شانِ مصطفیٰ ﷺ نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

فرش پر عرش (ابوالحامد سید محمد اشرفی جیلانی)

زیر نظر کتاب محدثِ اعظم ہند حضرت سید محمد اشرفی الجیلانیؒ کچھوچھوی کے صاحبزادے ابوالحامد محمد اشرفی جیلانی کے ذوق سخن کا نتیجہ ہے۔اس میں حمد ونعت کے علاوہ اسلامی موضوعات پر نظمیں بھی شامل ہیں جوان کی اسلام سے وابستگی کی آئینہ دار ہیں۔

تاجدارحرم (فرحت عباس شاہ)

فرحت عباس شاہ کا شمار نوجوان نسل کے مقبول شعراء میں ہوتا ہے۔ان کے بے شمار مجموعہ ہائے غزل چھپ چکے ہیں۔تاجدارحرم ان کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے جسے شام کے بعد پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا ہے۔اس کا دیباچہ میں خالد احمد صاحب نے (عقیدت کا سفر) کے عنوان سے لکھا ہے جس میں انہوں نے فرحت عباس شاہ کے اس نعتیہ مجموعے کی خصوصیات بیان کی ہیں۔چھوٹی اور مترنم بحروں پر مشتمل یہ مجموعہءکلام اہل ذوق کے لئے سامان تسکین کا باعث ہے۔

یوں عقیدت کے قرینے آ گئے   بند آنکھیں کیں مدینے آ گئے
ڈوبتے لمحے پکارا آپ کو   آسمانوں سے سفینے آ گئے

ذکر نبیؐ (مجذوب چشتی)

ذکر نبیؐ نعتیہ شاعر مجذوب چشتی کا مجموعہ کلام ہے جسے گل فراز احمد نے شائع کیا ہے۔اس کا پیش لفظ ڈاکٹر خورشید رضوی نے لکھا ہے جن کا کہنا ہے کہ جذبے کے والہانہ پن کے ساتھ ساتھ چشتی صاحب کے ہاں ریاضت فنی اور شعور علمی کی بھی کمی نہیں چنانچہ بحروں کا چناؤ الفاظ وتراکیب کا رچاؤ اور جابجا تاریخی پس منظر سے برمحل استفادہ ان کی نعت میں فکری عمق پیدا کرتا ہے۔

شرطِ ایماں محبت ہے سرکارؐ کی   اصل اسلام ہے احترام آپؐ کا

مرادالمشاقین (محمد سرور قمر)

''مرادالمشاقین'' محمد سرور قمر کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے۔فیصل آباد کے نعت پرور ماحول میں پیر آصف بشیر چشتی صاحب کی صحبت میسر آ جائے تو نعتیہ مجموعہ آنے میں دیر نہیں لگتی۔اس شہر کی فضا نعت رسولؐ کے زمزموں سے گونجتی رہتی ہے اور شاید سال بھر میں سب سے زیادہ نعتیہ مجموعے شائع کرنے کا اعزاز بھی اسی شہر کو حاصل ہے۔کتاب میں پروفیسر ریاض احمد قادری، میاں منیر احمد، میاں

محمد نعیم اور شہزاد بیگ نے ان کے شاعری کے محاسن پر گفتگو کی ہے۔ فلیپ پر سید افسر ساجد، محمد افضل خاکسار اور ڈاکٹر اسحاق قریشی کے مختصر تاثرات اس کی اہمیت کو چار چاند لگا رہے ہیں۔ ڈاکٹر اسحاق قریشی رقم طراز ہیں کہ ''قمر کی نعتیہ شاعری'' نے جذبوں کے تسلسل کی نوید سنائی ہے۔ قمر کی نعت فراق کی آتش سے گلنار ہے۔ ایسے مجموعے حوصلہ بھی دیتے ہیں اور عشق رسولؐ کے دوام کا استعارہ بھی بنتے ہیں۔ مدینہ منورہ کی حاضری کا ارمان قمر کی شاعری کا مرکزی نقطہ ہے۔ وہ لہجہ بدل بدل کر اسلوب کے تنوع کے ساتھ حاضری کے لیے بے تاب ہے۔ اس بے تابی نے کہیں دعا کا روپ دھارا ہے تو کہیں استغاثہ کی شکل اختیار کی ہے مگر ان تمام کیفیات میں ادب کا دامن تھامے رکھا ہے۔ یہی شاعر کا امتحان ہوتا ہے کہ وہ پرسوز لہجے میں بھی مؤدب رہے اور دربار عالی کی رفعتوں اور نزاکتوں کا خیال رکھے۔'' پیر آصف بشیر چشتی صاحب نے ''شاعری سرورتری'' کے عنوان سے خوبصورت نظم لکھ کر ان کا حوصلہ بڑھایا ہے۔

اکائی پبلشرز فیصل آباد نے اسے بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے۔

نعت جمال مصطفیٰؐ (رانا تجمل حسین خاں شامی)

نعت جمال مصطفیٰؐ رانا تجمل حسین خاں شامی کا پہلا مجموعہ کلام ہے۔ جناب اختر سدیدی مرحوم کی رغبت اور ان کی صحبت نے نعت کہنے کی طرف مائل کیا اور پھر ان کی بھرپور حوصلہ افزائی نے اس کام کو مزید کرنے کا حوصلہ بڑھایا اور یوں یہ مجموعہ کلام ترتیب پا گیا۔ کتاب کا انتساب اپنے پیرومرشد خواجہ غلام محی الدین شاہ گولڑوی عرف بابوجیؒ کے نام کیا ہے جن کی دعاؤں کی برکت سے نعت گوئی کا یہ ذوق پروان چڑھا۔ اظہار بیان انتہائی سادہ اور پرکشش ہے جو ایک عام قاری کو بھی آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔ شہزاد بیگ رقم طراز ہیں کہ ''نعت جمال مصطفیٰؐ کی جمالیاتی شاعری گنبد خضراء پر پڑنے والی پہلی نظر ہے جس میں رانا تجمل حسین نے اپنی ساری کی ساری توانائیاں ایک ہی لمحے میں غرق عشق مصطفیٰؐ کر دی ہیں انہیں اپنی خبر ہے نہ ہی زمانے کی میرے خیال میں یہی قبولیت کی گھڑی ہوئی ہے۔

خواہش ہے میرے دل کی سرکارؐ کے جلوے ہوں
آقاؐ ہی نظر آئیں ہو آنکھ جدھر میری

حرف عقیدت زبیدہ حئی (اردو اور پنجابی نعتیہ شاعری)

زبیدہ حئی کا تخلیقی سفر چار دہائیوں پر محیط ہے۔ اس سفر میں ریڈیو، فیچر، ریڈیو کالم، ریڈیائی ڈرامے، افسانے، انشائیے اور مضامین شامل ہیں۔ اس سے پہلے ان کا شعری مجموعہ ''زہے نصیب'' کے نام سے منظر عام پر آ چکا ہے۔ اس کتاب میں اردو اور پنجابی حمد و نعت، منقبت، سلام، ایک شعر، قطعہ، نظم اور غزل کی ہیت میں کہی گئی نعتیں نوحہ، آزاد نظم، نثری نظم اور کافی کے اسلوب میں کی گئی شاعری موجود ہے جو ان تمام اصناف ادب کی شمولیت سے ایک قوس قزح کا منظر پیش کر رہی ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید رقم طراز ہیں کہ زبیدہ حئی کا رنگ نعت اطاعت آثار محبت کا آئینہ دار ہے۔ حالات و واقعات کے تناظر میں یہ شاعری بین السطور ایک پیغام اور یقین رکھتی ہے۔ زبیدہ نے نعت گوئی کا سفر صفائی باطن کے قرینے سے کیا ہے اور اسی سبب ان کی نعت اخلاص کا جوہر لیے ہوئے ہے۔

اے خوشا درد کی شاخوں پر ثمر آئے ہیں اشک کے قافلے پلکوں پہ نظر آئے ہیں
مرے ہونٹوں پہ مسلسل رہیں اس شہؐ کے درود جن کی نسبت سے دعاؤں میں اثر آئے ہیں

ثنائے محمد ﷺ (حافظہ شبانہ کوثر)

زیر نظر کتاب حافظ شبانہ کوثر کے نعتیہ کلام پر مشتمل ہے۔ انہی کے بارے میں آصف الرحمٰن رقمطراز ہیں۔ حافظہ شبانہ بہت خوش قسمت ہیں کہ پہلے قرآن مجید کو حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی پھر محبوب خدا کے نام سے نثری کتاب لکھی اور شعری صورت میں مجموعہ نعت ثنائے محمدؐ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس نعتیہ کتاب اور شاعرہ کے بارے میں طاہر ندیم صفدر، سجاد حیدر چیمہ، ڈاکٹر محمد ارشد اویسی، بشریٰ اعجاز، میاں سلیم اللہ اویسی نے بھی اظہار خیال کیا ہے۔ عقیدت کے بغیر نعت کہنا ممکن نہیں۔ اسے وہی کہہ سکتا ہے جس کے دل میں عشق رسولؐ جلوہ گر ہو۔ ان کی نعتوں میں عشق و عقیدت کا والہانہ اظہار دمکتا نظر آتا ہے۔

شجر طیب کے سائے میں (فرخ راجہ)

شاعر و ادیب فرخ راجہ کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ اس پر افتخار عارف اور رشید نثار کی آراء

درج ہیں۔ افتخار عارف نے لکھا ہے کہ صحت، زبان اور فن شعر کے محاسن، کلام فرخ میں بدرجہ کمال نظر آتے ہیں۔ عقیدت و عقیدہ جمالیاتی تقاضوں کے حسین امتزاج کے مظہر ہیں۔

گلزارِ حمد و نعت (رابعہ لودھی نہاں)

عقیدت اور محبت کی اپنی ایک تاثیر اور کیفیت ہوتی ہے اور اس میں ڈوب کر ہی بارگاہ رسالت ﷺ میں نذرانہ پیش کیا جاسکتا ہے۔ رابعہ لودھی کی کتاب گلزار حمد و نعت انہی کیفیات سے مزین مجموعہ نعت ہے۔ جس میں شاعرہ نے اپنی عقیدتوں اور محبتوں کے نذرانے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ممتاز نقاد اور شاعر ڈاکٹر عاصی کرنالی نے اظہار خیال کے عنوان ان کی شاعری کے محاسن پر اپنی خوبصورت رائے کا اظہار کیا ہے۔

آؤ کریں رسول ﷺ کی باتیں (عبدالقدیر یاس)

عبدالقدیر یاس اگرچہ باقاعدہ شاعر نہیں لیکن عقیدت اور جذبات محبت میں ڈوبے ہوئے ان کے اشعار دل کی تاروں کو چھوتے معلوم ہوتے ہیں۔ ''خواہش'' کے عنوان سے طویل نظم اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مؤلف ابتدائی تاریخ اسلامی سے بہت شناسائی رکھتے ہیں۔

مدحِ رسول ﷺ (کامران اعظم سہروردی)

نعت کہنے والوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا نذرانہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کیا۔ کوئی نعت کیلئے نئی نئی زمینیں تلاش کرتا دکھائی دیتا ہے اور کوئی اس میں مضامین اور معنی آفرینی پیدا کرنے کیلئے بے تاب نظر آتا ہے۔ ہر چند ہر کوئی اپنی اپنی حیثیت میں انفرادیت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ زیر نظر کتاب غیر منقوط نعتیہ مجموعہ ہے۔ ظاہر ہے کہ پوری کتاب کی نعتوں کو غیر منقوط لکھنے کیلئے شاعر کو کن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ہوگا یہ تو وہ ہی جانتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی ایسے مجموعے موجود ہیں جن میں غیر منقوط نعتیں پیش کی گئی ہیں۔ بلاشبہ کامران اعظم سہروردی اس خوبصورت کاوش پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

عقیدتوں کا نصاب (ہمایوں مجاہد)

ہمایوں مجاہد کا تعلق شہر اقبال سیالکوٹ سے ہے اور بچپن سے شعر و سخن کا ذوق رکھتے ہیں۔ یہ

ان کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے جسے ادراک پرنٹرز سیالکوٹ نے شائع کی ہے۔انتساب اپنے والدین کے نام کیا ہے۔ یہ مجموعہ جذبات دل کے سادہ اظہار کا نمونہ ہے جس میں شاعر نے اپنی کیفیات نظم کر کے بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کی ہیں۔

نعت ہلارے (لالہ ءصحرائی)

جناب محمد صادق اردو کے ایک ممتاز ادیب تھے جنہوں نے دورافتادہ گاؤں میں ادب کی ایک جھوک قائم کر رکھی تھی۔ان کے انکساراور فروتنی کا عالم یہ تھا کہ اپنے تخلیقی کام سے نام ونمود اور شہرت کی کبھی تمنا نہیں رکھی حتیٰ کہ اپنا مکمل نام لالۂ صحرائی اختیار کیا اور کسی کو معلوم نہ ہونے دیا کہ ان کا اصل نام محمد صادق ہے اور وہ خانیوال کے قریب ایک دیہات میں رہائش پذیر ہیں۔ان کی وفات کے بعد لوگوں کو معلوم ہوا کہ لالہ صحرائی دراصل محمد صادق ہیں جن کے قلم کی خوشبو ادبی رسائل کے وسیلے سے پوری اردو دنیا میں پھیل گئی۔ اب ان کی یادگار کے طور پر ملتان میں لالہ صحرائی فاؤنڈیشن قائم کی گئی ہے۔ ان کی پنجابی نعتوں کی کتاب نعت ہلارے اس ادارے کے اہتمام سے شائع ہوئی ہے۔ لالہ ءصحرائی کی نعت میں عقیدت کے چراغ روشن کے گئے ہیں لیکن بنیادی اہمیت سیرت نبوی اور اسوۂ رسول ﷺ کو حاصل ہے جس پر عمل کرنے والے دنیادار انسان صراط مستقیم پا لیتے ہیں۔ لالہ صحرائی کی پنجابی نعت لہجۂ عوامی ہے اس نعت کے نور اور سرور کی کیفیت جداگانہ ہے۔

ٹھاٹھاں ماردی رحمت (رانا تجمل حسین خاں شامی)

رانا تجمل حسین خاں شامی کا پنجابی نعتیہ مجموعہ ہے جس میں جابجا اظہار بیان کی سادگی اور مترنم بحروں کا انتخاب جلوہ گر ہے۔رانا تجمل حسین خاں شامی کی شاعری میں واقعی ’’ٹھاٹھاں ماردی رحمت‘‘ اپنے جلوے بکھیر رہی ہے۔اس رحمت بے کراں کے ہر سو پھیلے ہوئے جلوے کا نظارا شاعر کے رگ وپے میں سرائیت کر گیا ہے اور وہ انہی جلوؤں سے اپنی فکر کے چراغ کو روشن کرتا دکھائی دیتا ہے۔ پنجابی زبان میں ویسے بھی ایک اپنائیت کا احساس ہوتا ہے لیکن اس کتاب میں سچے جذبوں کو سادہ لفظوں کا لبادہ اوڑھا کر پڑھنے اور سننے والوں کے لیے سامان تسکین و راحت مہیا کیا گیا ہے۔ حمد ونعت کے علاوہ رباعیات وقطعات اور پنجابی کی مشہور صنف دوہڑے بھی شامل ہیں۔

دل وچ میرے پیار نبیؐ دا میں ہاں اوگن ہار نبیؐ دا
اوہنوں کاہدا خوف حشر دا دل وچ جہدے پیار نبیؐ دا

پیر آصف بشیر چشتی رقم طراز ہیں کہ ''ٹھاٹھاں ماردی رحمت'' سرکار دو عالمؐ نال محبت دے عقیدت دا منہ بولدا وجدان اے تے اس وجدان چوں نور تے عرفان دیاں نکلن والیاں رشماں دل تے روح نوں منور کر دیاں نیں۔

سرمایۂ روحانیت (مرتبہ: قمر وارثی)

دبستان وارثیہ کا نام فروغ نعت کی ایک تحریک کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ردیفی مشاعروں کا انوکھا انداز اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ کوئی بھی ایک ردیف جو زیادہ تر ایک مرکب لفظ پر مشتمل ہوتی ہے۔ شاعروں کو دی جاتی ہے جس پر ہر کوئی اپنی اپنی پسند کی زمین اور قافیہ لے کر طبع آزمائی کرتا ہے۔ ان مشاعروں کو ملک کے طول وعرض میں احباب کے تعاون سے منعقد کیا جاتا ہے جس سے اس کی خوشبو کسی ایک خاص شہر کی بجائے پورے ملک میں پھیل جاتی ہے۔ نمائندہ شہروں میں ان ردیفی مشاعروں میں کثیر تعداد میں شعرائے کرام شرکت کرتے ہیں۔

قمر وارثی اس مبارک کام پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان ردیفی مشاعروں کا انعقاد اپنی جگہ ایک مشکل کام ہے لیکن اس کے بعد ان مشاعروں میں پیش کی جانے والی نعتوں کو کتابی شکل میں محفوظ کرنا اور بھی مشکل کام ہے لیکن دبستان وارثیہ اس کام کو بڑے اہتمام سے ارتقائی منازل کی طرف لیے رواں دواں ہے۔ زیر نظر کتاب ردیفی مشاعروں میں پیش کی جانے والی نعتوں کا ۱۵واں مجموعہ ہے۔ اس سے قبل ۱۴ مجموعے مختلف عنوانات سے شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب میں شامل ردیفی مشاعروں کی تفصیل کچھ یوں ہے جس سے ان کے ماہ اور مقام سے بھی آگاہی ہوتی ہے۔

پہلا مشاعرہ ردیف (معرفت) جنوری ۲۰۰۸ کراچی ، دوسرا مشاعرہ ردیف (عظیم) فروری ۲۰۰۸ء کراچی، تیسرا مشاعرہ ردیف (طلب) فروری ۲۰۰۸ء جیکب آباد، چوتھا مشاعرہ ردیف (نظام) فروری ۲۰۰۸ء سکھر، پانچواں مشاعرہ ردیف (غنچے) مارچ ۲۰۰۸ء کراچی، چھٹا مشاعرہ ردیف (خاص) اپریل ۲۰۰۸ء کراچی، ساتواں مشاعرہ ردیف (ہزاروں) اپریل ۲۰۰۸ء اسلام آباد، آٹھواں مشاعرہ ردیف (روحانیت) مئی ۲۰۰۸ء کراچی، نواں مشاعرہ ردیف (سرمایہ) جون ۲۰۰۸ ء کوئٹہ، دسواں مشاعرہ ردیف (پہلے پہل) جولائی ۲۰۰۸ء کراچی، گیارھواں مشاعرہ

ردیف (حاصل) اگست ۲۰۰۸ء کراچی، بارہواں مشاعرہ ردیف (موجزن) اگست ۲۰۰۸ء جدہ، سعودی عرب، تیرہواں مشاعرہ ردیف (وسیلہ) ستمبر ۲۰۰۸ء کراچی، چودھواں مشاعرہ ردیف (ذات) اکتوبر ۲۰۰۸ء کراچی، پندرہواں ردیف (مشاعرہ) مقبولیت نومبر ۲۰۰۸ء ملتان، سولہواں مشاعرہ ردیف (ہوا) نومبر ۲۰۰۸ء لاہور، سترہواں مشاعرہ ردیف (تقاضے) دسمبر ۲۰۰۸ء کراچی۔

شان دو کریم (دوسرا ایڈیشن) جسٹس (ر) محمد الیاس

جسٹس (ر) محمد الیاس عشق رسول کے جذبے سے سرشار ہیں اور یہ مجموعہ ان کی ذات رسالت مآب ﷺ سے گہری وابستگی کا آئینہ دار ہے۔ حمد و نعت پر مشتمل یہ مجموعہ اللہ تعالیٰ کی ثنا اور مدحت رسول ؐ کا بہترین نمونہ ہے۔ جسٹس الیاس کی نعت گوئی میں قرب الٰہی کی تمنا اور عشق رسول ؐ کی تڑپ موجود ہے۔ ان کی شاعری میں صفات نبویؐ، عظمت رسولؐ اور عقیدت و محبت کے سب عناصر موجود ہیں۔ ان نعتوں کی نمایاں خصوصیت خلوص اور سادگی ہے۔ محض لفاظی نہیں۔ ان کی یہ کتاب سیرت اول انعام یافتہ ہے۔ بلاشبہ یہ مجموعہ کلام منفرد اور قابل رشک ہے جس میں محبت، انکساری اور بندگی کا قرینہ موجود ہے۔ امسال اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا گیا ہے۔

تحقیق و تنقید

صنف ہزار رنگ تخریج سیدنا محمدؐ

(نعتیہ دیوان اردو ریاض مجید) (میرزا امجد رازی)

میرا امجد رازی علم وعروض کے ماہر اور انتہائی ذہین و فطین انسان ہیں۔ ان کی فکر مشکل سے مشکل راستوں کا چناؤ کرتی ہے اور پھر اپنی اڑان سے منزلیں سر کرتی چلی جاتی ہے۔ زیرنظر کتاب ڈاکٹر ریاض مجید کے اردو نعتیہ دیوان ''سیدنا محمدؐ'' کا عروضی تجزیہ ہے۔ دورِ حاضر میں یہ کام جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ڈاکٹر ریاض مجید کے نعتیہ دیوان میں کیے گئے عروضی تجربات کو کھول کر بیان کیا ہے۔ ان کے اوزان اور بحروں پر عروضی بحث کی ہے۔ اس سے پہلے ان کی کتابیں ''بدیع الرضافی مدح مصطفیٰ'' (علم معانی و بیان اور بدیع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے آیات و احادیث و شعر عرب اور کلام اعلیٰ حضرت کی روشنی میں (''تقدیس سخن) دیوان غالب کی طرز پر لکھی گئی صوفیانہ غزلیات کا مجموعہ) بحر العروض (علم عروض پر لکھی گئی چار جلدوں پر ایک منفرد تحریر) شرح دیوان متنبّی ادب عربی سے ذوق رکھنے والوں کے لیے ایک منفرد شرح جس

میں فصاحت و بلاغت کے اجراء پر عربی وار دو شعروں سے توضیح کی گئی ہے۔شائع ہو کر اہل علم پر ان کی صلاحیتوں کو واضح کر چکی ہیں۔ زیر نظر کتاب بھی اپنی طرز کی ایک منفرد کوشش ہے جو آئندہ نعت شناسی کے نئے در کھولے گی۔ کتاب میں میرزا امجد رازی کا ابتدائیہ اور علامہ ضیاء حسین ضیاء کا میرزا امجد رازی ایک ہمہ گیر شخصیت مضامین بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

نعت میں کیسے کہوں (پروفیسر اقبال جاوید)

پروفیسر محمد اقبال جاوید کی تنقیدی صلاحیتوں کے بارے میں ڈاکٹر ابوالخیر کشفی رقم طراز ہیں کہ ''ان کی تنقید میں علمی شعور تاریخ کا زندہ احساس اور ذوق لطیف کی وہ نمود ہے جس کے بغیر ادبی تنقید وجود میں نہیں آ سکتی۔ان کی تنقید کو مجموعی طور پر تاثراتی اور جمالیاتی کہا جا سکتا ہے اور اس کو ان کے دینی مطالعے نے گہرائی بخشی ہے۔ان کے اسلوب میں تخلیقی شان ہے جو ان کی تنقید کو بھی تخلیق کی سطح پر پہنچا دیتی ہے۔''

زیر نظر کتاب ان کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے جسے انہوں نے پانچ عنوانات کے تحت ترتیب دیا ہے۔ پہلے حصے میں شبلی نعمانی سے شورش کاشمیری تک کے نعتیہ نثر پارے، اس کے بعد ''نعت کیا ہے'' کے عنوان سے ان کے اپنے تحریر کردہ ۹۲ خوبصورت جملے شامل کیے گئے ہیں۔''آداب نعت گوئی کے عنوان سے ۳۱۳ ممتاز اہل قلم کے اقتباسات جمع کیے گئے ہیں۔''نعت اشعار کے آئینے میں'' ۹۲ مختلف شعراء کے کلام میں سے نعت کے عنوان سے کہے گئے اشعار اور آخر میں ان کا اپنا تحریر کردہ مقالہ ''نعت کہیے مگر احتیاط سے'' شامل ہے۔اور یوں یہ کتاب اپنے اندر نعت کی بہت سی کہکشائیں سمیٹے ہوئے ہے اور اہل نعت کے لیے ایک گراں قدر تحفہ بھی۔ اسے نعت ریسرچ سنٹر کراچی نے شائع کیا ہے۔

نعت اور تنقید نعت (ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی)

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب کو ان کی زندگی میں یہ انفرادیت حاصل ہوئی کہ انہوں نے نعت رنگ میں نعت کی تنقید کی طرف اپنی توجہ مبذول کی اور نعت کو خالص معیار پر پرکھنے کی کوشش کی۔ اس سے پہلے اس بات کو فروغ حاصل ہو چکا تھا کہ نعت کے آداب کے پیش نظر اس پر تنقید نہیں ہونی چاہیے لیکن کشفی صاحب کا پہلا مقالہ نعت رنگ میں چھپا تو اسے بے پناہ پذیرائی حاصل ہوئی۔ کیوں

کہ ان کی تنقید نے لفظیات کا سہارا لیا اور لفظ و معنی میں عقیدت کا ارتباط بھی پیدا کیا۔ اس مقالے کی پذیرائی نے کشفی صاحب کو مزید مقالات لکھنے پر مائل کیا اور اس عمل میں انہوں نے معانی اسلوبیات اور لسانیات کے مسائل اور معیار کو بھی خوبی اور خوبصورتی سے فنی پیمانے کے طور پر استعمال کیا۔ یہ کتاب بظاہر مختلف اوقات میں لکھے گئے مضامین کا مجموعہ ہے جس کا عنوان نعت اور تنقید نعت ہے لیکن اس میں داخلی رابطہ موجود ہے اور یہ سلسلہ کتاب کا تاثر بھی پیدا کرتا ہے۔ انہوں نے تنقید کو تخلیقی درجہ دیا اور ایسی حقیقتیں دریافت کیں جو الہامی قرار دی جاسکتی ہیں۔

نعت نگر کا باسی (مرتب: صبیح رحمانی)

نعت نگر کا باسی کا موضوع خاص ڈاکٹر ابوالخیر کشفی ہیں جو پچھلے برس خالق حقیقی سے جا ملے۔ یہ کتاب کشفی صاحب کو یاد کرنے اور ان کو فن خراج تحسین ادا کرنے کی عمدہ کاوش ہے۔ صبیح رحمانی نے کشفی صاحب کا تخلیقی تعارف کروایا ہے۔ جناب عزیز احسن، پروفیسر شفقت رضوی، اقبال جاوید، قراۃ العین طاہرہ، ابوسفیان اصلاحی، ڈاکٹر اسحاق قریشی، شبیر قادری، پروفیسر اکرم رضا، واصل عثمانی نے مختلف عنوانات کے تحت ڈاکٹر کشفی کی خدمات نعت اور عقیدت نگاری پر مضامین پیش کیے ہیں۔ جعفر بلوچ نے کشفی صاحب کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

غالب اور ثنائے خواجہؐ (ترتیب وتدوین صبیح رحمانی)

زیر نظر کتاب ان مضامین کا مجموعہ ہے جو نعت رنگ میں چھپ چکے ہیں۔ یہ کتاب غالب کی عقیدت نبویؐ کو منفرد انداز میں سامنے لاتی ہے۔ نعتیہ ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ ایک تحفہ ہے۔ یہ غالب کے فن کی اس زاویے سے بھی تحسین ہے جو اس سے پہلے نہیں کی گئی۔ ضیاء احمد بدایونی کے مقالہ کے علاوہ ''غالب حضور رسالت مآبؐ میں'' (پروفیسر شفقت رضوی) غالب کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد)، غالب کی اردو شاعری میں نعت کا فقدان (عزیز احسن)، عظمت رسول خطوط غالب میں (ڈاکٹر سید یحییٰ بختیار نشیط) غالب کے فارسی کلام میں نعت (ادیب رائے پوری) اور پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مقالہ ''غالب کی ایک نعتیہ غزل'' کے عنوان سے شامل ہیں۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی نے غالب کی زمینوں میں مختلف شعراء کی کہی ہوئی نعتوں کی تفصیل درج کی ہے۔ ناصر کاظمی اور جعفر بلوچ نے غالب کے کلام پر نعتیہ تضامین پیش کی ہیں۔

نعت رنگ (اشاریہ) (محمد سہیل شفیق)

نعت رنگ ۱۹۹۵ء سے شائع ہونا شروع ہوا اور ۲۰۰۸ء تک اس کے ۲۰ شمارے شائع ہوئے۔اس جریدے میں تحقیق اور تنقید نعت پر بڑی محنت سے کام کیا گیا اور ملک کے ممتاز نقاد اور محققین نعت نے اس میں بھر پور انداز میں حصہ لیا اور بہت اہم موضوعات پر قلم اٹھایا۔محمد سہیل شفیق نے ان تمام شماروں کا اشاریہ مرتب کیا ہے جس سے نعت رنگ میں چھپنے والے مضامین اور نقد ونظر پر ہونے والے کام تک رسائی آسان ہوگئی ہے۔

نعتیہ انتخاب

طلع البدر وعلینا (مرتب: سعید احمد شاد)

زیر نظر کتاب طلع البدر وعلینا کے مؤلف میاں محمد سعید شاد محکمہ تعلیم پنجاب کے ایک پنشن یافتہ افسر ہیں۔ان کے مزاج میں انکساری، عاجزی اور فروتنی کے وہ عناصر موجود ہیں جو مبدائے فیاض اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے۔ یہ کتاب پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں نعت کی لغوی اور اصطلاحی تفسیر پیش کی گئی ہے۔ایک مقالہ سخن ہائے گفتنی کے عنوان سے میاں محمد سعید شاد نے خود بھی لکھا ہے۔قصیدۂ بردہ کی برکات کے تذکرے کے علاوہ شیخ سعدیؒ اور فریدالدین عطارؒ کی حمدیں پیش کی گئی ہیں۔حصہ دوم میں قدیم نعتوں کے اشعار کا انتخاب اوران کی تشریح کی گئی ہے۔حصہ سوم میں صمام تبریزیؒ، خواجہ عثمان ہارونیؒ، حافظ شیرازیؒ، جامیؒ اور امیر خسروؒ کی نعتوں کے علاوہ بہادر شاہ ظفر، غالب، مومن، احسان دانش، اختر شیرانی، نعیم صدیقی اور مظفر وارثی کی نعتیں شامل ہیں۔حصہ چہارم مناجات پر مشتمل ہے۔

میرا پیمبر ﷺ عظیم تر ہے (محمد متین خالد)

محمد متین خالد کا ترتیب دیا ہوا یہ نعتیہ انتخاب بہت خوبصورت اور جامع ہے جس میں اردو کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی کلام بھی شامل ہے جسے انہوں نے بڑے سلیقے اور قرینے سے ترتیب دیا ہے۔ ورقہ بن نوفل کے حضور ﷺ کی خدمت میں کہے گئے اشعار سے شروع ہونے والا یہ نعتیہ مجموعہ اہل ذوق کیلئے ایک گراں قدر تحفہ ہے جس میں تقریبا نعتیہ ادب کے کم وبیش تمام اہم شعراء کے کلام کو مجتمع کیا گیا ہے۔ پروفیسر اقبال جاوید کا مضمون ''نعت کہئے مگر احتیاط کے ساتھ'' اور مرتب

کا مضمون ''نعت کیا ہے؟'' اس کی افادیت کو دو چند کر رہا ہے۔ اسے علم وعرفان پبلشرز نے اردو بازار لاہور سے شائع کیا ہے۔

ناقابلِ فراموش نعتیں (مرتب: ناصر زیدی)

ناصر زیدی کا نام شعر و ادب کے حلقے میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے اس کتاب کا انتخاب بڑی محنت اور لگن سے کیا ہے۔ زیدی صاحب خود شعر و سخن کے نزاکتوں سے باخبر ہیں اس لئے اس انتخاب میں انہوں نے ایسی نعتوں کا چناؤ کیا ہے جو شاعرانہ معیار کے ساتھ ساتھ نعت کے معیار پر بھی پورا اترتی ہیں۔ پیش لفظ میں رقمطراز ہیں کہ ''میں نے برسوں کی کاوش کے بعد ایسا نعتیہ انتخاب کیا جس میں حضور سے براہ راست تخاطب نہیں کیا گیا۔ کوشش یہ کی گئی ہے کہ ہر شعر میں سیرت کا کوئی نہ کوئی پہلو نمایاں ہو محض اپنا رونا دھونا، استغاثہ، خواہش اور تمنا نہ ہو''۔ اس طرح یہ انتخاب کئی حوالوں سے اہمیت کا حامل ہے۔

طیبہ کی ہے یاد آئی (مرتب: سعدیہ سیٹھی)

اس کتاب میں کم وبیش ۱۰۰ نامور شعرائے اکرام کی ایسی نعتیں پیش کی گئی ہیں جن کو قبول عام حاصل ہوا جن کو پڑھنے سے قاری پر بھی کیف طاری ہو جاتا ہے۔ کتاب میں نعتوں کی ترتیب شعراء کے ناموں کی الف بائی ترتیب کے مطابق ہے۔

سارا عالم ہے منور آپ ﷺ کے انوار سے (مرتب: ڈاکٹر اظہار احمد گلزار)

زیرِ نظر انتخاب ڈاکٹر اظہار احمد گلزار کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے جس میں غیر مسلم شعراء کے رسالت مآب ﷺ کے حضور نذرانہ عقیدت کو مجتمع کیا گیا ہے۔ اس میں تقریباً ۴۰۰ سے زائد ہندو، سکھ اور عیسائی شعراء کا کلام بڑے سلیقے اور محنت سے اکٹھا کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ غیر مسلم شعراء کے اظہار عقیدت کا قابل قدر انتخاب ہے جو غیر مسلم شعراء کے آپؐ کے بارے میں ان کے جذبات کا آئینہ دار ہے۔ اس کا مقدمہ مفتی عبدالرؤف خان اور تقریظ ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری نے تحریر کی ہے۔

مینارۂ نور (مرتب: شفیع محمد شفیع)

مینارۂ نور حمد ونعت کا خوبصورت گلدستہ ہے جس کے تخلیقی پھولوں کی خوشبو قاری کی روح میں سرایت کرتی اور اس کے پورے بدن کو معطر کر دیتی ہے۔ اس سے پہلے حمد ونعت کا مجموعہ

’’سبد گل‘‘ کے نام سے پیش کر چکے ہیں۔ اس کتاب میں علامہ اقبال، حفیظ جالندھری، حسرت موہانی، اقبال سہل، مولانا حالی، حفیظ تائب، حافظ مظہرالدین اور بہت سے شعراء کی منتخب حمدیں اور نعتیں شامل ہیں۔

میٹھا میٹھا ہے میرے محمد ﷺ کا نام (مرتب: عمران حسین چوہدری)

کتاب کے نام کی طرح اس میں موجود نعتیں پڑھ کر بھی ایک مٹھاس کا احساس ہوتا ہے۔ عمران حسین چوہدری نے مقبول اور خوبصورت نعتوں کا ایک حسین گلدستہ اکٹھا کیا ہے جو نعت کا ذوق وشوق رکھنے والوں کیلئے باعث راحت ہے۔ کتاب میں انتخاب کے ساتھ ساتھ ممتاز عالم دین سید ریاض حسین شاہ صاحب کا مضمون ’’نعت کیا ہے؟‘‘ اور پروفیسر اقبال جاوید کا مضمون ’’نعت کہئے مگر احتیاط سے‘‘ اس کی افادیت کو چار چاند لگا رہے ہیں۔

وہیؐ روشنی ہے جہان کی (مرتب سید آل عمران)

یہ کتاب بھی نعتیہ انتخاب پر مشتمل ہے۔ اس میں پرانے اور نئے شاعروں کی نعتیں شامل ہیں جنہیں خوبصورت حسن ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ عربی اور فارسی کی نعتیں بھی شامل کی گئی ہیں۔

رسائل و جرائد

ارمغان حمد (مدیر: طاہر احمد سلطانی)

شاعر حمد ونعت طاہر احمد سلطانی کی زیر ادارت شائع ہونے والا اپنی طرز کا واحد جریدہ ارمغان حمد اپنی آب وتاب سے رواں دواں ہے۔ حمد کے موضوع سے شائع ہونے والا یہ اپنی نوعیت کا منفرد شمارہ ہے جس میں نعت کے ساتھ ساتھ حمد کا ایک خاص حصہ شامل ہوتا ہے جو خدمت حمد ونعت کے جذبے سے سرشار طاہر احمد سلطانی صاحب کی محنت اور لگن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ۲۰۰۹ میں اس کے چھ شمارے منظر عام پر آئے جن کی ترتیب وار تفصیل کچھ یوں ہے۔ جنوری ۲۰۰۹ میں اس کا شمارہ نمبر ۶۰ منظر عام پر آیا جس میں حمد ونعت کے علاوہ حمدیہ مجموعوں اور حمد نمبروں کا ایک جائزہ (طاہر سلطانی) نعتیہ ادب کا فروغ کس طرح سید محمد قاسم کے علاوہ گوشہء امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ اور گوشہء نواسہء رسول حضرت امام حسینؓ کی مناقب اور سیرت و کردار پر مضامین شامل ہیں۔ شمارہ

نمبر۶۱ فروری میں ''حیدر آباد دکن میں حمدیہ ومناجاتی شاعری (شاغل ادیب) سیماب اکبر آبادی کی نعت گوئی (سید محمد قاسم) کے مضامین نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ مارچ میں شائع ہونے والا۶۲ واں شمارہ نعتیہ کلام کے انتخاب پر مشتمل ہے۔ جون میں شائع ہونے والا۶۳ واں شمارہ جہان حمد کے پلیٹ فارم سے ہونے والے طرحی حمدیہ مشاعروں میں پیش کی جانے والی حمدوں پر مشتمل ہے جو یقیناً حمدیہ ادب میں ایک مبارک اضافے کا باعث ہے۔شمارہ نمبر۶۴ اور۶۵ میں ''حقیقت حق اور شعور انسانی (علی ظفر خاں آفریدی) حمد ومناجات شرعی روشنی میں (منظور الحسن منظور) حمد ومناجات کی تاریخی، تہذیبی اور فنی اہمیت (ڈاکٹر محمد بشیر الدین) حمد ومناجات کے تناظر میں قرآن کا اسلوب بیان (ڈاکٹر ابوالکلام) مہاراشٹر میں رائج درسی کتب میں حمد ومناجات (ہارون رشید عادل) راجھستان کی حمدیہ شاعری اور ڈاکٹر فراز حامدی (رفیق شاہین) کے علاوہ نعتیہ حصے میں ''نعتیہ شاعری اور ہیئتی تجربے (پروفیسر خیال آفاقی) امیر مینائی کی نعتیہ شاعری (خالد مینائی) اکرم رضا کی نعتیہ شاعری (طاہر سلطانی) کے علاوہ بہت سے قابل قدر مضامین شامل ہیں۔شمارہ نمبر ۶۶ اور ۶۷ جولائی اگست میں دیگر مضامین کے علاوہ ''پاکستان میں نعت نگاری کے تذکروں کی مرکزی اہمیت (سید انور جاوید ہاشمی) کا مضمون نہایت معلومات افزاء ہے۔ستمبر کے شمارہ نمبر ۶۸ میں مختلف نعت نگاروں کی کتب اور ان کی نعتیہ شاعری پر مضامین شامل ہیں۔ اکتوبر کے شمارے میں گوشۂ صباء اکبر آبادی شامل ہے جس میں ان کی نعت نگاری کے فنی محاسن پر فاضل مدیر نے روشنی ڈالی ہے۔

ماہنامہ نعت (مدیر: راجہ رشید محمود)

راجہ رشید محمود کا نام نعتیہ ادب میں ایک معتبر حوالے کے طور پر جانا جاتا ہے۔انہوں نے تمام عمر خدمت نعت کے سفر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ان کا یہ تحقیقی اور تخلیقی سفر اب بھی جاری وساری ہے۔ ماہنامہ نعت ایک قابل قدر کارنامہ ہے جو کئی سالوں سے لگاتار اشاعت کا ریکارڈ قائم کر چکا ہے۔کسی بھی جریدے کی مسلسل اشاعت جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اور خاص طور مذہبی رسالوں کو تواتر سے جاری وساری رکھنا بہت مشکل کام ہے لیکن راجہ صاحب کی مشکل پسند طبیعت ان تمام مرحلوں سے بحسن وخوبی گزرتی چلی جارہی ہے اور ماہنامہ نعت باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔۲۰۰۹ میں شائع ہونے والے اس کے شماروں کی تفصیل کچھ یوں ہے ۔جنوری: (شاعران نعت) اس میں راجہ صاحب کے مختلف شعرائے نعت پر لکھے ہوئے مضامین شامل ہیں۔فروری مارچ

(نعت میں ذکرِ میلاد) اس میں ۶۰۰ کے لگ بھگ شعراء کے میلاد کے حوالے سے کہی گئی شاعری کو مجتمع کیا گیا ہے۔اپریل کا شمارہ راجہ صاحب کے نعتیہ کلام پر مشتمل ۴۷واں مجموعہ ہے۔مئی: (مدحت سرایانِ حضور) اس میں بھی نعت گو شعراء پر ان کے لکھے گئے مضامین شامل ہیں۔جون: (کہکشانِ نعت) راجہ صاحب کے ۴۸ ویں نعتیہ مجموعے پر مشتمل ہے جولائی: (جہاتِ سیرت حضور ﷺ) اس میں راجہ صاحب کے سیرت کے حوالے سے اپنے لکھے ہوئے مضامین شامل ہیں۔اگست: (نظام مصطفیٰ کے چند پہلو) اس میں اس موضوع کے حوالے سے پرانے لکھے ہوئے مضامین کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ستمبر: (ختم نبوت اور سارق ختم نبوت) ختم نبوت اور مرزایت کے حوالے سے مضامین۔اکتوبر: اہتزازِ نعت: راجہ صاحب کا ۴۹واں نعتیہ مجموعہ۔نومبر، دسمبر: (طرحی نعتیں) سید ہجویرؒ نعت کونسل کے زیرِ اہتمام ہونے والے نعتیہ مشاعروں میں پیش کی جانے والی مختلف شعراء کی طرحی نعتوں پر مشتمل مجموعہ۔

نعت رنگ (مدیر: صبیح رحمانی)

صبیح رحمانی کی ادارت میں شائع ہونے والا نعت رنگ ایک ایسے کتابی سلسلے کا نام ہے جو ایک نعتیہ ادب کے موجودہ منظر نامے میں ایک سند کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔اس میں چھپنے والے تنقیدی مضامین، اور تحقیقی مقالات انتہائی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ہر چند اس کی آمد کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے لیکن جب بھی اس کا شمارہ منظر عام پر آتا ہے اس کا معیار اور نعت پر ہونے والا انتہائی اہم کام اس کی اس کمی کو محسوس نہیں ہونے دیتا۔۲۰۰۹ میں شائع ہونے والا یہ اس کا ۲۱ واں شمارہ ہے جو اس سے قبل شائع ہونے والے تمام کتابی سلسلوں سے زیادہ ضخیم ہے۔اسکے صفحات کی تعداد ۷۰۰ ہے جو یقیناً لائق تحسین ہے۔اس میں بہت سے اہم موضوعات پر علم وادب کی نامور شخصیات کے مضامین اور مقالات شامل ہیں۔اس کا انتساب معروف محقق اور نقاد ڈاکٹر عبداللہ ندوی کی نعت شناسی کے نام کیا گیا ہے۔اہم مقالات ومضامین کی تفصیل کچھ یوں ہیں۔اردو نعت میں ضمائر کا استعمال (رشید وارثی) تخلیقی ادب اور نعتیہ ادب کی موجودہ صورتحال (عزیز احسن) نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش (پروفیسر محمد اکرم رضا) اردو نعتیہ شاعری میں موضوع روایات (محمد شہزاد مجددی) شاہانِ دکن کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر محمد نسیم الدین) صوبائی اسمبلی پنجاب میں ذکرِ رسولؐ (ڈاکٹر شبیر احمد قادری)

اس کے علاوہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، نذیر لدھیانوی، پروفیسر اقبال جاوید، پروفیسر اکرم رضا، رشید وارثی اور ڈاکٹر سراج احمد قادری کی نعت شناسی اوران کے نعتیہ شاعری کے فنی محاسن پر قابل قدر مضامین شامل کئے گئے ہیں۔خطوط کے گوشے میں دیگر شخصیات کے ساتھ ساتھ موجودہ منظر نامے میں اردو ادب کی اہم ترین شخصیت ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی کا خط بھی شامل ہے جو اس شمارے کی اہمیت اور افادیت کو چار چاند لگا رہا ہے۔حمد ونعت کا انتخاب ہمیشہ کی طرح نہایت عمدہ اور خوبصورت ہے۔

انواررضا (طارق سلطان پوری نمبر) (چیف ایڈیٹر: ملک محبوب الرسول قادری)

ملک محبوب الرسول قادری ایک متحرک اور فعال شخصیت ہیں جو ہر لمحہ خدمت نعت کے حوالے سے کچھ نہ کچھ کرنے کیلئے سرگرم عمل رہتے ہیں۔انوار رضا کا ۲۰۰۹ میں شائع ہونے ولا تیسرا شمارہ ممتاز نعت نگار طارق سلطان پوری کی خدمات اوراعتراف فن پر مشتمل ہے۔یہ شمارہ کتابی شکل میں کم وبیش 350 صفحات پر مشتمل ہے جو یقیناً ان کی شخصیت اور کام کا بھرپور احاطہ کرتا دکھائی دیتا ہے۔مضامین ومقالات میں نامور اہل قلم کے تقریباً ۴۵ مضامین شامل کئے گئے ہیں جن میں مفتی محمد خان قادری، بشیر حسین ناظم، راجہ رشید محمود، علامہ کوکب نورانی، سید فاروق القادری، ریاض حسین چوہدری، طاہر حسین طاہر سلطانی اور دیگر نے ان کے فن نعت گوئی پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی ہے۔اس کے بعد طارق سلطان پوری اپنے کلام کے آئینے میں کے عنوان سے ان کے کلام کے مختلف نمونے شامل کئے گئے ہیں جس میں حمد ونعت کے ساتھ ساتھ مناقب بھی شامل ہیں۔"طارق سلطان پوری معاصر شعراء کی نظر میں" کے عنوان سے مختلف شعراء کا خراج تحسین شامل ہے۔اس کے علاوہ "طارق سلطان پوری تصنیف وتالیف کی دنیا میں" طارق سلطان پوری انٹرویو کے آئینے میں" ارباب دین ودانش کی نظر میں" کیمرے کی آنکھ میں (فوٹو البم) اور آخر میں کچھ انگریزی حصہ بھی شامل کیا گیا ہے۔یہ شمارہ کئی حوالوں سے امتیاز کا حامل ہے جس میں ایک شخصیت کی خدمت نعت کے سفر کو بھرپور انداز سے خراج عقیدت پیش کرنے کی مبارک سعی کی گئی ہے۔

شہر نعت (پیر آصف بشیر چشتی)

فیصل آباد سے شائع ہونے والے خوبصورت کتابی سلسلہ "شہر نعت" کے اس سال دو شمارے

(کتابی سلسلہ نمبر ۱۳ اور ۱۴) منظر عام پر آئے۔اس شمارے کو فیصل آباد میں مقیم تمام معتبر وابستگان نعت کی معاونت حاصل ہے جن میں ڈاکٹر اسحاق قریشی، ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر شبیر قادری اور پروفیسر ریاض احمد قادری کے نام نمایاں ہیں۔اس میں اردو کے ساتھ ساتھ ''پنجاب رنگ'' کے عنوان سے پنجابی زبان کی بھی نمائندگی شامل ہوتی ہے۔ان شماروں میں حمد ونعت کے علاوہ مختلف موضوعات پر قابل قدر مضامین شامل ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔ایک تخلیقی کام کا جائزہ (ڈاکٹر خورشید رضوی) ''قلزم انوار'' تخلیق مقاصد کا آئینہ (عزیز احسن) نادر جاجوی کی اردو نعت کا مطالعاتی جائزہ (محمد افضل خاکسار) خوشبوئے التفات۔ارمغان تلمیحات (محمد طارق بن آزاد)

کاروان نعت (مدیر: ابرار حنیف مغل)

ابرار حنیف مغل کی ادارت میں شائع ہونے والا ماہنامہ کاروان نعت اپنی آب وتاب سے رواں دواں ہے اور باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ ہر ماہ نئے شعراء اور نثر لکھنے والے اس کارواں کا حصہ بن رہے ہیں اور یوں یہ ماہنامہ محبت رسولؐ کی خوشبوئیں بکھیرتا آگے بڑھ رہا ہے۔ اس میں حمد ونعت، تحقیقی وتنقیدی مضامین، نعتیہ کتب پر تبصرے، نعت سے وابستہ شخصیات سے انٹرویو اور محافل نعت ونعتیہ تقاریب کی رپورٹس بھی شامل ہوتی ہیں۔خطوط کا الگ سے ایک حصہ شامل ہے جس میں گذشتہ شمارے پر تبصرہ اور آراء شامل ہوتی ہیں اور یوں یہ ہر ماہ اپنے دامن میں محبت رسولؐ کے تازہ گلاب لے کر وابستگان نعت کی آنکھوں کو تسکین کا سامان مہیا کرتا ہے۔اب اس میں اردو کے ساتھ ساتھ کچھ حصہ پنجابی کا بھی شامل کرلیا گیا ہے۔

بیاض (مدیر: خالد احمد)

اردو کے ممتاز شاعر خالد احمد کی ادارت میں شائع ہونے والا یہ ادبی جریدہ ایک شاہکار ہے جو ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے۔ یہ خالصتاً ادبی نوعیت کا پرچہ ہے جس میں شاعری، تنقید، تبصرے، افسانے اور شاعری کے ساتھ ساتھ حمد ونعت کا بھی ایک خاصہ حصہ شامل ہوتا ہے۔ملک بھر میں چھپنے والے ادبی رسائل وجرائد میں حمد ونعت کی خدمت کے اعتبار سے بیاض مبارک باد کا مستحق ہے کہ شروع کے آٹھ دس صفحات حمد ونعت کے لئے وقف کئے گئے ہیں جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔اس میں پختہ کار شعراء کے ساتھ ساتھ نوجوانوں کو بھی بھرپور نمائندگی دی جاتی ہے اور اس میں چھپنے والی شاعری کا معیار ادبی نوعیت کا ہوتا ہے جس سے اس کی اہمیت اور افادیت دوچند ہو جاتی ہے۔

حمد باری تعالیٰ

ثنا تیری ہی کرتے ہیں زباں میری دہن میرا
تری ہی ذات سے منسوب ہے یا رب! سخن میرا
تری تحمید کا حق کس طرح مجھ سے ادا ہوگا
مرے علم و ہنر ہیں خام، ناپختہ ہے فن میرا
تری رحمت سے مل جائے دیار پاک میں مامن
تعاقب کر رہے ہیں دیر سے رنج محن میرا
فضائیں راہ تکتی ہیں بہار لالہ و گل کی
خزاں دیدہ ہے یارب! ایک مدت سے چمن میرا
تعصب اور نفرت کے ہیں شعلے ہر طرف رقصاں
جلا جاتا ہے عصبیت کی آتش سے وطن میرا
مری کوتاہیوں سے اے خدا! صرف نظر فرما
میں عصیاں کوش و کج رو ہوں نہیں اچھا چلن میرا
کچھ ایسا ہو کہ تیرے گھر میں لوں میں آخری ہچکی
مرا احرام ہی اس طرح بن جائے کفن میرا
ابھرتی ہے ذکی کے دل سے پیہم یہ دعا یارب!
رہے محو ثنا شام و سحر ہر موئے تن میرا

رفیع الدین ذکی قریشی

حمد باری تعالیٰ

اے خالق دو عالم تو نور آ گہی ہے
ہر صاحب یقیں کے دل کی تو روشنی ہے

دل کا قرار تو ہے جان بہار تو ہے
ہر اک گدا کو تجھ سے خیرات مل رہی ہے

تیرا پتہ بتایا، رہ پر تری چلایا
تیرا حبیبؐ ہے وہ میرا تو وہ نبیؐ ہے

دیکھا نہیں ہے تجھ کو پھر بھی ترا یقیں ہے
ہر ایک حکم تیرا پیغامِ راستی ہے

عقل و خرد کی حدِ امکان سے ورا ہے
خوش بخت ہے وہ جس کی تجھ سے ہی لو لگی ہے

افکار جب ہوں بوجھل، احساس لرزاں لرزاں
ایسے میں نام تیرا احساس تازگی ہے

تو ہے رضا کے دل میں، ہر سوچ کے نگر میں
تیرا ہی ذکرِ عالی، اعزازِ شاعری ہے

پروفیسر محمد اکرم رضا، گوجرانوالہ

حمد باری تعالیٰ

خیال و وہم سے ادراک سے ہے تو بالا
مرا خدا ہے تو سبحان ربی الاعلیٰ

کوئی بلا سے نہ مانے تجھے مگر تو نے
کسے نہیں ہے نواز کسے نہیں پالا

ہر ایک پھول کی پتی میں تیرے حسن کا عکس
ترے جمال کے مظہر سبھی گل و لالہ

ترے کمال کا آئینہ دار تیرا حبیبؐ
قریب ہم سے وہ ایسا کہ جان سے اولیٰ

تو آپ اپنے کرم سے ہی بخش دے مجھ کو
کہ ہو چکا ہے مرا نامۂ عمل کالا

جبینِ شوق جھکی جا رہی ہے تیرے حضور
کسی نے تجھ کو نہ دیکھا ہے اور نا بھالا

تری جناب میں دستِ طلب کیا ہے دراز
کہ تو نے در سے سوالی کبھی نہیں ٹالا

معاف میری خطائیں مرے غفور و رحیم
کہ تو ہے قطب کا والی تو ہی تو ہے مولیٰ

خواجہ قطب الدین فریدی

حمد باری تعالیٰ

کتابِ حکمت و دانش کی ابتدا ادراک
خدائے لوح و قلم کا کرم عطا ادراک

میانِ عابد و معبود رابطے کی سبیل
حصولِ فیض الٰہی کا واسطہ ادراک

ہنر دیا ہے اسی نے قلم چلانے کا
اسی کا فضل ہیں علم، آگہی، نوا، ادراک

دل بشر پہ وہ کرتا ہے منکشف اسرار
ہے اس کے لطف و نوازش کا سلسلہ ادراک

شہؐ رسل کی حقیقت سے آشنا ہے وہی
اور اس کی ذات کا رکھتے ہیں مصطفیٰؐ ادراک

زمین روح پر برسا کے بارش الہام
مجھے بھی بخش دے اپنا مرے خدا ادراک

فضائے حمد میں شہزاد جب بھی سانس لیا
تجلیات سے معمور ہو گیا ادراک

محمد شہزاد مجددی

نعت شریف

تری ثنا کے سوا میری شاعری کیا ہے
تجھی کو سوچا ہے میں نے، تجھی کو لکھا ہے

عرب کے چاند کا چاروں طرف اجالا ہے
جسے خدا نے نظر دی ہے، دیکھ سکتا ہے

کسے خبر کہ مقامِ محمدیؐ کیا ہے
یہ آئینوں کا جہاں، حیرتوں کی دنیا ہے

قلم کا شام و سحر ایک ہی وظیفہ ہے
کہ بار بار محمدؐ کا نام لکھتا ہے

فضائے طیبہ میں اک ذاتِ محترم کے طفیل
فضائے عرش معلیٰ ہے اور کیا کیا ہے

اسی کی ذات طلوعِ ستارہ و آدم
کہ روشنی کا وہ سب سے بڑا حوالہ ہے

جہات کفر سے اٹھتی ہیں آندھیاں کیا کیا
محمدِؐ عربی کا چراغ جلتا ہے

میرا تصورِ دنیا و دیں تو یہ ہے شہا
کہ تو ہی دین مرا، تو ہی میری دنیا ہے

ہوائے طیبہ لگا تار چھو رہی ہے مجھے
کھلا ہوا مرا گلدستہ تمنا ہے

یہ مسجد نبوی ہے، یہ گنبد خضرا
اب اور دہر میں کیا دیکھنے کو رکھا ہے

ڈاکٹر عاصی کرنالی، ملتان

نعت شریف

ان ؐ کی الفت میں انس و جاں گم ہیں — وہ جہاں پر ہیں ہم وہاں گم ہیں
سبز گنبد کی عظمتوں کی قسم — اس کے سائے میں دو جہاں گم ہیں
سامنے ہے حضورؐ کا روضہ — ہم عطاؤں کے درمیاں گم ہیں
ان کی دہلیز کے تقدس میں — قدسیوں کے بھی کارواں گم ہیں
ان کے رتبے کی کوئی حد نہ ملی — اک تحیر میں دو جہاں گم ہیں
آستانِ نبیؐ کے ذروں میں — ماہ و خورشید و کہکشاں گم ہیں
عقل والوں کو میں نے دیکھا ہے — دیکھ کر ان کی جالیاں گم ہیں

خالد محمود خالد نقشبندی (کراچی)

نعت شریف

ہم رعایا آپؐ کی ہیں، یا نبیؐ، چشم کرم — یا نبیؐ، یا سیدی، یا مرشدی چشم کرم
یا محمدؐ مصطفیٰ، ابر کرم، ابر سخا — خیمہ زن ہے ہر طرف تشنہ لبی، چشم کرم
کب نہ تھی توصیف کی رم جھم مرے گھر میں مقیم — کب مری عمر رواں بیکار تھی، چشم کرم

دیکھ کر ریگِ عرب پر آپؐ کے نقش قدم
آنکھ سورج کی بھی ہے خیرہ ہوئی، چشم کرم

اپنے دامانِ شفاعت میں چھپالیں، یا نبیؐ
آپؐ کا نادان سا ہوں امتی، چشم کرم

مانگتا ہے آسماں جرم ضعیفی کا حساب
عظمت رفتہ کہانی بن گئی، چشم کرم

اب اندھیروں کے سوا کچھ بھی نظر آتا نہیں
تھا کبھی اپنا مقدر، برتری، چشم کرم

میرے دریاؤں کا پانی پی رہے ہیں راہزن
مرغزاروں میں بھی ہے بے رونقی، چشم کرم

اپنے آباء کی میں قبروں کا مجاور بھی نہیں
سر برہنہ ہے مری شرمندگی، چشم کرم

فاتحہ خوانی کروں میں امت مرحوم کی
مجھ کو حصے میں ملی نوحہ گری، چشم کرم

کب خدائے زر سے دامن کو چھڑا پاؤں کا میں
رو پڑی ہے آج میری بے بسی، چشم کرم

اجتماعی خودکشی پر مطمئن ہیں رہنما
یا نبیؐ یہ ہے قیامت کی گھڑی، چشم کرم

بھوک کا مارا ہوا انسان جائے بھی کدھر
ہر قدم پر کر رہا ہے خودکشی، چشم کرم

راستے قصر مذلت کی طرف جاتے ہیں سب
ہر قدم پر ہے نئی دیوار سی، چشم کرم

تختیوں پر حرف مبہم کے سوا کچھ بھی نہیں
ہے پس زنداں شعور و آگہی، چشم کرم

لوگ پھر جھوٹے خداؤں کی عملداری میں ہیں
رزق ہے جھوٹی انا کا آدمی، چشم کرم

حق و باطل کی ہے آویزش ابھی جاری، حضورؐ
ہے منافق ساعتوں سے دوستی، چشم کرم

ہوش مندی سے امیر کارواں آگے بڑھے
حوصلہ ہاریں نہ میرے لشکری، چشم کرم

اپنے تہذیب و تمدن سے بہت ہی دور ہیں
ہر کسی کا پیرہن ہے کاغذی، چشم کرم

پھر مری مجبوریوں نے سر ابھارا ہے، حضورؐ
پھر میں دیکھوں آپؐ کی روشن گلی، چشم کرم

ہم سمجھ پائے نہیں مفہوم اقراء کا، حضورؐ
چھن گئی علم و ہنر کی روشنی، چشم کرم

ارض کشمیر و فلسطین پر کرم کی بارشیں
شمع آزادی پس زنداں جلی، چشم کرم

خشک سالی میرے کھلیانوں میں اگتی ہے، حضورؐ
پھر لگے بستی میں ساون کی جھڑی، چشمِ کرم

خوف سے سہمے ہوئے بچے کہاں جائیں، حضورؐ
لٹ گئی ہے ان کے چہروں کی خوشی، چشمِ کرم

یہ سیاست نہ ہوئی اک شعبدہ بازی ہوئی
اپنے آباء کی خودی گروی رکھی، چشمِ کرم

خالقِ ارض و سما کے فضل کے طالب ہیں ہم
اور ہے درکار آقاؐ آپؐ کی، چشمِ کرم

غیرت تیمور برسے تازیانوں کی طرح
امت عاصی کو عزم آہنی، چشمِ کرم

گونج اٹھے پھر ضمیروں میں صداقت کی اذاں
توڑ دیں کشکول اپنا آج ہی، چشمِ کرم

ہر طرف پژمردگی، مردہ دلی، آقا حضورؐ
شاخِ روز و شب بھی ہے کانٹوں بھری، چشمِ کرم

آپؐ کی چوکھٹ سے ہے لپٹی ہوئی، آقا حضورؐ
دم بخود، سہمی ہوئی، میری صدی، چشمِ کرم

خون پینے کی روایت آج بھی زندہ ہوئی
آبروئے صبر بھی چھینی گئی، چشمِ کرم

تلخیاں ہی تلخیاں ہیں دامن افلاس میں
کب سے آقاؐ ہے مقفل زندگی، چشمِ کرم

جھوم کر ابر کرم اٹھے مدینے سے، حضورؐ
آپؐ کی رحمت کے سب ہیں ملتجی، چشمِ کرم

گم شدہ اوراق میں تاریخ کے ڈھونڈوں کہاں
میں ریاضِ بے نوا اور بزدلی، چشمِ کرم

•

ریاض حسین چودھری (سیالکوٹ)

نعت شریف

دل سے نکلا دیکھ کر روضہ رسول پاک کا
مرحبا! صد مرحبا! جاگا مقدر خاک کا

جو تصور میں رہا دنیا میں بھی ان کے قریب
قرب جنت میں بھی پائے گا شہِ لولاک کا

جنت ماوا میں جانے سے اسے روکے گا کون
ہاتھ میں دامن ہوا جس کے شہ لولاک کا

خلد میں کھائے گا عسل وشیر وانجیر وعنب
جسم جس کا رزق بن جائے بقیع پاک کا

مل کے مٹی میں مدینے کی جو مٹی ہو گیا
ہیچ ہے اس کے مقابل رتبہ ہفت افلاک کا

فرقت طیبہ میں روشن ہیں جو پلکوں پر دیئے
دیدنی عالم ہے میرے دیدۂ نمناک کا

اس کو خورشید قیامت کا نہ ہوگا غم ذکی!
سر پہ جس کے ہوگا سایہ سیدؐ لولاک کا

رفیع الدین ذکی قریشی

نعت شریف

کرم شاہ کی جب بات ہوئی، نعت ہوئی
یوں شبِ قدر مری رات ہوئی، نعت ہوئی

دن میرا تذکرۂ میرِ اممؐ میں گزرا
شب کو بختوں میں یہ سوغات ہوئی، نعت ہوئی

جو سدا میرے لیے نعت کا موسم لائی
کشتِ جاں پر وہی برسات ہوئی، نعت ہوئی

جب تصور نے مدینے کی زمیں کو چوما
یک بہ یک ایسی کرامات ہوئی، نعت ہوئی

جب بھی سرکارؐ کو حالات بتائے میں نے
بس یہی صورتِ حالات ہوئی، نعت ہوئی

محفل نعت میں حاضر تھا میں کل شب نازش
ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی، نعت ہوئی

محمد حنیف نازش

نعت شریف

جسے حضورؐ کا باب کرم بلاتا ہے
وہ خوش نصیب در مصطفیؐ پہ جاتا ہے

ہر ایک شاہ و گدا ریزہ خوار ہے ان کا
زمانہ ان کے ہی خوانِ کرم سے کھاتا ہے

وہ ہیں حبیب، رضا ان کی چاہتا ہے خدا
وگرنہ ناز کسی کے وہ کب اٹھاتا ہے

عبودیت کو نکھارا ہے جس کی ہستی نے
خدا سے عبدِ خدا کو وہی ملاتا ہے

وہ جس کے نام سے ہے نبض کائنات میں دم
اسی کا نام اندھیروں میں جگمگاتا ہے

سیاہ لاکھ سہی نامۂ عمل میرا
میرا کریم خطائیں مری مٹاتا ہے

یہ بزم ناز حضوری ہے اذن پر موقوف
بنام قطب وہیں سے پیام آتا ہے

خواجہ غلام قطب الدین فریدیؒ

نعت شریف

خود سنور جائیں گے حالات مدینے چلیے
آپ بن جائے گی ہر بات مدینے چلیے

رشکِ صد خلد ہے گلزارِ حریمِ طیبہ
ہیں وہاں نور کے باغات مدینے چلیے

بارش نور برستی ہے گلی کوچوں میں
دن کے جیسی ہے وہاں رات مدینے چلیے

چھوڑیے چھوڑیے دنیا کے یہ جھنجٹ سارے
آیئے آیئے حضرات مدینے چلیے

الجھنیں حل درِ سرکار پہ جا کر ہوں گی
گر بدلنے ہیں خیالات مدینے چلیے

صبح کی سانس معطر ہے مہک سے انؐ کی
شام پر بھی ہیں عنایات مدینے چلیے

کھینچتا ہے دلِ مومن کو احد کا منظر
یاد آ جاتے ہیں غزوات مدینے چلیے

جا بجا ہیں وہاں آثار و مظاہر انؐ کے
ہر قدم پر ہیں کرامات مدینے چلیے

کہہ رہی ہیں وہ ہوائیں بھی انہی کے قصے
سن ہی لیجے وہ حکایات مدینے چلیے

خواہشیں دہر کی چھوڑیں گی نہ دامن ہرگز
توڑیے اب یہ روایات مدینے چلیے

پاؤں شہزاد طبیعت پہ میں کیسے قابو
ہے تقاضا یہی دن رات مدینے چلیے

محمد شہزاد مجددی

نعت شریف

تو ہے احمدؐ و محمدؐ ترےؐ نام خوبصورت
ترا خلق خلق حسنہ ترے کام خوبصورت

جو زباں سے تیریؐ نکلا وہ کلام خوبصورت
تو رسولؐ خوبصورت تو امام خوبصورت

وہ پیام تھا خدا کا جسے جبرائیل لائے
جو نبیؐ کے دل پہ اترا وہ کلام خوبصورت

جو ازل سے تا ابد ہے وہی قابل عمل ہے
جو دیا ہمیں نبیؐ نے وہ نظام خوبصورت

جو در نبیؐ پہ پہنچا جو در نبیؐ سے آیا
وہ سلام خوبصورت وہ پیام خوبصورت

تو جہاں جہاں سے گذرا سبھی راستے منور
تو جہاں جہاں پہ ٹھہرا وہ مقام خوبصورت

رہے فکر و ذکرِ خواجہ ترا امتیاز قیصرؔ
دمِ صبح خوبصورت سرِ شام خوبصورت

عبدالحمید قیصرؔ

نعت شریف

اے شہر پاک زاد! مدینہ منورہ
اے اشرف البلاد! مدینہ منورہ

گلیاں، وہ تیرے کوچہ و بازار جانفزا
دل میں ہے جن کی یاد، مدینہ منورہ

ملتا ہے تجھ سے قلب تپاں کو بھی اک قرار
اے بلد شادباد! مدینہ منورہ

ضوریز آفتابِ نبوت ہوا جہاں
وہ ارضِ خوش نہاد! مدینہ منورہ

زینت تیرے بطن کی خیرالامم کی ذات
اے افضل البلاد! مدینہ منورہ

ہم دل زدوں کا ملجا و ماویٰ رہا ہے تو
اے منزل مراد! مدینہ منورہ

تیرے فلک پہ چاند کی جلوہ طرازیاں
اے بدر نور زاد! مدینہ منورہ

سعید بدر

نعت شریف

ہر درد کا درماں ہے ترا اسمِ گرامی
قربان ترے جاؤں میں اے نورِ تمامی

توصیف سے عاری ہوں تری جلوۂ اولیٰ
اے رحمتِ کل، بندۂ مظلوم کے حامی

صناعیٔ قدرت کا تریؐ ذات ہے شہکار

دیتے ہیں فرشتے بھی تجھے جھک کے سلامی
اوصافِ حمیدہ سے ترے کون ہے منکر
پتھر کو کرے موم تری نرم کلامی
ہمسر ہی نہیں کوئی ترا سارے جہاں میں
تو احسن و اکمل ہے تری شان دوامی
نقشِ کفِ پا چوم کے ہستی کو سنواروں
معراج سخی کے لیے اک تیری غلامی

سخی کنجاہی

نعت شریف

مدینہ اک خزینہ روشنی کا — اسی سے بول بالا روشنی کا
حراء کی غار پھر چوٹی صفا کی — اور اس کے بعد چرچا روشنی کا
سر مژگاں ہے اک اشکِ ندامت — لئے پھرتا ہوں دریا روشنی کا
میں ان کی خاک پا کا ایک ذرہ — مرے سر پر ہمالہ روشنی کا
گیا لاہور سے سوئے مدینہ — دل مضطر، دوانہ روشنی کا
عقیدت کی جبینیں مضطرب تھیں — ادا ہوتا تھا سجدۂ روشنی کا
ہوا نے سبز چادر اوڑھ لی تو — کھلا آنکھوں پہ قریہ روشنی کا
بظاہر لمحہ بھر کی حاضری تھی — تھا مٹھی میں زمانہ روشنی کا

عمران نقوی

نعت شریف

عنایت بے نہایت ہر کسی کی التجا پر ہے
خوشا سرکارؐ کی چشمِ کرم ہر اک گدا پر ہے

زرِ جودوسخا سے بھر گئے ہیں دہر کے کاسے
عطا کا سلسلہ ایسا در خیر الوریٰؐ پر ہے

جہاں کو آنا ہوگا آپؐ کی طاعت کے سائے میں
مدار عافیت ختم الرسلؐ کی اقتدا پر ہے

محبت چاہیے ہر چیز سے بڑھ کر پیمبرؐ سے
دِلا! ایمان کا دارومدار انؐ کی ولا پر ہے

خزف ریزوں کو بھی جس نے عطا کی تاب گویائی
اسی مقصودِ فطرت کا کرم مجھ بے نوا پر ہے

بچشم نم کھڑا ہوں سر جھکائے میں مواجہ پر
قبولیت کا ہالہ میرے ہر حرف دعا پر ہے

ہوئے ہیں جان و دل محفوظ ہر اک رطب و یابس سے
بحمداللہ توجہ اب فقط مدح و ثنا پر ہے

وہ یٰسیں ہیں وہ طٰہٰ ہیں وہ مزمل وہ مدثر
قمرؔ قرآن شاہد آپؐ کی اک اک ادا پر ہے

ڈاکٹر یٰسین قمرؔ، وار برٹن

نعت شریف

مری زندگی کی ہر اک خوشی تریؐ ذات پر ہی نثار ہے
مرے گلستانِ حیات میں ترےؐ نام ہی سے بہار ہے
اِسی کارزارِ حیات میں یہ سکون ملنا محال تھا
تریؐ رحمتوں کے طفیل ہی یہاں ہر کلی پہ نکھار ہے
مجھے تخت و تاج سے کیا غرض مجھے کام جاہ و حشم سے کیا
میں گدائے کوئے رسولؐ ہوں مرا کتنا اونچا وقار ہے
جو تمہارے در کا فقیر ہے وہی اصل میں تو امیر ہے
وہی اہلِ دل کا ہے پیشوا جو تریؐ نظر کا شکار ہے
تریؐ نعت ہے مری زندگی تری نعت ہے مری بندگی
تری نعت ہی کے طفیل تو مری زندگی میں بہار ہے
نہیں دیکھتا کسی اور کو نہیں مانگتا کسی اور سے
جسے آپؐ ہی سے ہے واسطہ جسے آپ ہی کا خمار ہے
جسے مصطفیؐ کی دعا ملی اسی چشمِ تر کو ضیا ملی
وہی روشنی کا سفیر ہے وہی زندگی کا وقار ہے

سید ضیاء محی الدین گیلانی (ہڑپہ)

نعت شریف

جب ان کے روضۂ اقدس کو بند آنکھوں سے تکتے ہیں
ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہم بھی دیکھ سکتے ہیں
کرم سرکارؐ کا اک پل میں دوری ختم کرتا ہے
نگاہ منتظر سے ہجر کے پردے سرکتے ہیں
مرا ایمان ہے، سرکارؐ کی چشم توجہ سے
گلستانِ سخن میں نعت کے غنچے چٹکتے ہیں
بہ چشم نم دعا کرتا ہوں جب ان کے وسیلے سے
شب حالات میں امید کے جگنو چمکتے ہیں
میں آنکھیں موند کر صلِّ علیٰ کا ورد کرتا ہوں
حیات تیز رو میں جب مرے اعصاب تھکتے ہیں
وہ رحمت کا سمندر، عفو کے موتی لٹاتا ہے
ندامت میں مری آنکھوں سے جب آنسو چھلکتے ہیں

محمد مسعود اختر (فیصل آباد)

نعت شریف

ملا ہے ان کا سہارا درود پڑھتے ہوئے
مدد کو جب بھی پکارا درود پڑھتے ہوئے
خدا نے خاص محبت سے نورِ شاہؐ امم
زمین پر ہے اتارا درود پڑھتے ہوئے
رسولِ پاک کے صدقہ سے بگڑا بنتا ہے
ہر ایک کام ہمارا درود پڑھتے ہوئے
کلام پاک قصیدہ تمہارے حسن کا ہے
پڑھوں ہر ایک سپارا درود پڑھتے ہوئے
مری لحد کے کنارے سنانا نعت نبی
لٹانا مجھ کو خدارا درود پڑھتے ہوئے
غموں کے بحر سے کشتی مری نکل آئی
ملا ہے مجھ کو کنارا درود پڑھتے ہوئے
سجی ہے بزمِ نبیؐ پاک میرے آنگن میں
ہے اترا نور کا دھارا درود پڑھتے ہوئے
بھرے گا داماں تبسم یقین کامل ہے
درِ نبیؐ پہ پسارا درود پڑھتے ہوئے

تبسم قادری (فیصل آباد)

نعت شریف

رنج و غم سے لوگ جو رہتے ہیں تنگ آٹھوں پہر
دل میں رکھیں وہ مدینے کی امنگ آٹھوں پہر

نسخۂ اکسیر ہے پڑھتے رہو صل علیٰ
پر سکوں رہتا ہے اس سے انگ انگ آٹھوں پہر

گنبد اخضر کو دوں جھک کر سلامی ہر گھڑی
یوں اُڑوں بن کر مدینے میں پتنگ آٹھوں پہر

کشتیٔ ناموسِ احمدؐ کی طرف بڑھتی ہیں جو
میری اِن گستاخ لہروں سے ہے جنگ آٹھوں پہر

اس کے جبڑوں سے نکالا ہے ترےؐ ہی نام نے
کھا رہا تھا مجھ کو یہ غم کا نہنگ آٹھوں پہر

دل کیے مفتوح انؐ کے خلق نے ہی خلق کے
کب اُٹھائے آپؐ نے تیر و تفنگ آٹھوں پہر

اسوۂ احمدؐ پہ ہو سلطانؔ جو بھی گامزن
ہر خوشی رہتی ہے اس کے سنگ سنگ آٹھوں پہر

سلطان محمود

نعت شریف

عشق حضورؐ کا ہے تقاضا درود پاک
بخشش کا ہے وسیلہ نبیؐ کا درود پاک

اس کو ملی ہیں نعمتیں دونوں جہان کی
جس نے شعار اپنا بنایا درود پاک

اس سے بڑا نہیں ہے کوئی ارمغانِ عشق
تحفہ خدا نے ہم کو ہے بخشا درود پاک

اللہ کو پسند ہے اپنے نبیؐ کا ذکر
ہم کو نماز میں بھی پڑھایا درود پاک

اس شخص پر تو نار جہنم حرام ہے
جس نے رسولؐ پاک پہ بھیجا درود پاک

گمراہیوں کے شر سے بچا کر بصد کرم
دکھلایا ہم کو خلد کا رستہ درود پاک

آقائے نامدار کی مدحت میں صبح و شام
کر لے لطیف اپنا وظیفہ درود پاک

محمد لطیف

نعت شریف

اکثر سلام پڑھنا، اکثر درود پڑھنا
آئے جو نام مرسلؐ، انؐ پر درود پڑھنا

جب بے حساب مجھ پر انؐ کی عنایتیں ہیں
میں نے کبھی نہ سوچا، گن کر درود پڑھنا

مقبول سب دعائیں ہو جائیں گی تمہاری — انؐ کا وسیلہ دل میں، لا کر درود پڑھنا
ہر بات بھول جاؤں، ہر چیز بھول جاؤں — کیسے میں بھول جاؤں ان، پر درود پڑھنا

اب ہے یہی تمنا، دل کی نصیر اختر
دربار مصطفیؐ پر جا کر درود پڑھنا

نصیر احمد اختر، فیصل آباد

نعت شریف

میں عشق یار میں ہونے لگا ملنگ ہوا — سو رقص کرنے لگا میرا انگ انگ ہوا
وہ جا رہا تھا زمینوں سے آسماں کی طرف — بجا رہی تھی مسلسل رباب وچنگ ہوا
جنہیں نہ پاس ہوا ہے تمہاری نسبت کا — انہی کی سانس میں ہوتی رہی ہے تنگ ہوا
سفر تھا جانب افلاک کچھ درودوں کا — بنا رہی تھی جہانوں میں اک سرنگ ہوا
کسی کی نظرِ کرم سے ہوا یہ سب ممکن — مرے شعور سے مٹنے لگا ہے زنگ ہوا
گزر رہا ہے اجالوں کے شہر سے حماد — اڑا رہی ہے تری یاد کی پتنگ ہوا

حماد نیازی

تظمین بر نعتِ حالیؒ

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے

گم سم ہیں پریشان ہیں حیران ہیں سارے
معلوم ہے سب کچھ مگر انجان ہیں سارے
موجود یہاں خیر کے امکان ہیں سارے
درکار ہمیں آپ ؐ کی رحمت کی ردا ہے

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے

اپنے ہیں مقابل تو ہیں اپنے ہی نشانہ
ہنستا ہے ہمیں دیکھ کے اب سارا زمانہ
آتا نہیں کیوں کر ہمیں روٹھوں کو منانا
حائل ہے جو رستے میں وہ دیوارِ انا ہے

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے

رہ دیکھتی ہے وادیٔ کشمیر ہماری
اغیار کے ہاتھوں میں ہے تقدیر ہماری
دنیا میں نہیں عزت و توقیر ہماری
غیروں کی نظر میں یہ وطن دشتِ بلا ہے

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے

چہروں پہ وہ امید، نہ رونق نہ خوشی ہے
اک ایک گھڑی ہم کو قیامت کی گھڑی ہے
جانے میری دھرتی کو نظر کس کی لگی ہے
اس ڈوبتی کشتی میں ہر اک چیخ رہا ہے

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے

کیسی یہ عجب صورتِ حالات ہوئی ہے　　دنیا میں اجالا ہے یہاں رات ہوئی ہے
ہر شخص کی مشکل گزر اوقات ہوئی ہے　　رنج و غم و آلام میں ہر کوئی گھرا ہے

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے

اک تمغۂ خیرات ہے جو زیب گلو ہے　　ارزاں ہے جو سب سے وہ مسلماں کا لہو ہے
اب چاروں طرف برسر پیکار عدو ہے　　جس جا بھی مسلماں ہیں بہت آہ و بکا ہے

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے

ہم جائیں کہاں لے کے یہ فریاد نبی جی　　جا کر یہ سنائیں کسے روداد نبی جی
امداد ہو، امداد ہو، امداد نبی جی　　ہر شخص کے ہونٹوں پہ یہی ایک صدا ہے

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے

ممکن نہیں سرور کہ ہمیں شک ہو ذرا بھی　　اس وقت تقاضا بھی ہے اور حکم خدا بھی
اس مصرعے میں دونوں ہیں دعا اور دوا بھی　　کس درد کی شدت میں یہ حالی نے کہا ہے

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے

سرور حسین نقشبندی

ڈاکٹر سید قاسم جلال (بہاولپور)

منظر عارفی کا نعتیہ شعری مجموعہ ''اللہ کی سنت''

جناب منظر عارفی کی ادبی شعری خدمات کا پس منظر نہایت تابناک اور حیرت آفرین ہے۔ ان کا اشہب قلم ایک طویل عرصے سے نظم و غزل کے میدانوں میں اپنی جولانیاں دکھا رہا ہے اور علمی و ادبی حلقوں سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے۔ وہ ایک پختہ فکر اور راسخ العقیدہ مسلمان ہیں۔ تعلق باللہ اور حب رسول ﷺ ان کا سرمایہ حیات ہے۔ جس کا اظہار ان کی نئی کتاب ''اللہ کی سنت'' میں نہایت اخلاص سے کیا گیا ہے۔ ''اللہ کی سنت'' موصوف کا وہ نعتیہ مجموعہ ہے جو اپنے اندر منفرد اور یگانہ خصوصیات رکھتا ہے۔

سرور کائنات، تاجدار مدینہ، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات ستودہ صفات اللہ تعالیٰ کے بعد تمام مخلوقات سے افضل و اعلیٰ ہے جس شخص نے ان کی ذات سے رشتۂ محبت و عقیدت استوار کیا، وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہوا۔ اردو شعراء ہر دور میں گل ہائے نعت پیش کر کے حضور پاک ﷺ سے دلی وابستگی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

منظر عارفی بھی ان خوش نصیب شعراء میں شامل ہیں جنہیں نعت نگاری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کتاب کے آغاز میں موصوف نے حمدیہ کلام پیش کیا ہے جس میں توحید کی تجلیات کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اختیارات کے موضوعات کے رنگوں کی بہار جوبن پر نظر آتی ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

تو ہی خدائے وحدہٗ، تو ہی خدائے لاشریک
تو ہی خدائے بے نیاز، تو ہی خدائے کائنات
مرگ و حیات کا نظام، تیرے ہی حکم کا غلام
تیرے ہی ہاتھ میں مدام، سارے جہاں کی نبضیات

تیری ہی حمد پاک میں، ہر شے کی ابتدا سے ہے
کاسہ بکف خمیدہ سر، سارے جہاں کی لفظیات

انہوں نے اپنے نعتیہ مجموعے ’’اللہ کی سنت‘‘ میں ان تمام شرعی قواعد وضوابط کا خیال رکھا ہے جو کسی بھی نعت نگار کولازمی طور پر پیش نظر رکھنے چاہیں۔ انہوں نے اپنی طرف سے مکمل کوشش کی ہے کہ عقیدت ومحبت کے جذبات کا اظہار بھی بطریق احسن ہواور حزم واحتیاط کا دامن بھی کسی صورت میں ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ انہوں نے قلم کو مبالغہ آرائی سے بچا کر دائرہ اعتدال میں رکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ مستحسن کوشش دیگران نعت گو شعراء کے لیے ایک قابل تقلید مثال ہے جو نعت نگاری کی حدود وقیود سے تجاوز کر جاتے ہیں۔

منظر عارفی نے اس نعتیہ مجموعے میں حضور پاک ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو مشعل راہ بنایا ہے۔ بیشتر اشعار میں روایتی خیال آرائی کی بجائے قرآن سنت کے مستند حوالوں کو موضوع بنایا گیا ہے جس سے قاری کے دل میں حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

منظر عارفی نے تلمیحات، تشبیجات، استعارات اور تراکیب کے حسن استعمال سے اشعار میں جان ڈال دی ہے۔ ہر شعر پر سنجیدگی فکر کا رنگ غالب ہے۔ نمونے کے طور پر چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

تصور میں سجا کر جب سراپا آپ کا دیکھا
سر رحل نظر اک نسخۂ قرآں کھلا دیکھا

....

یہی ہے بہتر رکھوں تعلق رسول کی ذات معتبر سے
کہ کل حضور خدا بنے گی نہ بات کوئی اگر مگر سے

....

نوع انساں کے لیے ہر دور میں معیار ہے
ان کی سیرت، ان کی طینت، ان کی نسبت، ان کی ذات

اگر ہم مصطفیٰؐ کے نقش پا سے رہنمائی لیں
تو منزل بن کے اپنی کوشش صد رائیگاں چمکے

....

نہ مہر و ماہ و انجم ہیں نہ خو بو میں گل تر ہیں
مگر جو حرف صرف مدحت محبوب داور ہیں

....

ہو دل میں ایمان لب مؤدب اور ان کی سیرت کا علم وافر
پھر ان کی شان مقدسہ میں لرزتے ڈرتے کلام لکھنا

....

یہ ہم پہ فرض ہے منظؔر کہ نعت کہتے ہوئے
قلم پہ آئی ہوئی لفظیات کو سوچیں

....

ان کے قدموں سے جڑی ہیں علم وفن کی مسندیں
ان کا دامن تھام کر لو دے رہی ہے آگہی

....

شاید ان کا قرب پانے کے لیے بھی چاہیے
قسمت ایوبؓ انصاری و بخت بوذریؓ

....

شکم پر اپنے جو باندھے تھے پتھر ہادیؐ کل نے
سلاطین جہاں کو درس دیتے ہیں قناعت کا

....

امتی ان کا فقط ان کی اطاعت میں رہے
اک یہی شرط جہنم سے بریت کی ہے

منظر عارفی نے اپنی نعتیہ نظموں میں زیادہ کھل کر اپنے جذبات وافکار کو اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔

نظم میں چونکہ ابلاغ کی زیادہ گنجائش ہوتی ہے۔دل کے نازک اور حساس معاملات ہوں یا افکار کے اسرار و نکات، نظم کے پیکر میں ڈھلتے ہی لامحدود وسعتیں پا لیتے ہیں بلکہ یوں کہیے کہ توسن فکر کو جولانیاں دکھانے کے لیے وسیع و عریض میدان مل جاتے ہیں۔

منظر عارفی نے بھی ترسیل جذبہ وفکر کے لیے نظموں کا سہارا لیا ہے۔ایک نعتیہ نظم میں انہوں نے ظہور اسلام سے قبل عربوں کی انسانیت کش جاہلانہ رسوم کا نقشہ کھینچا ہے۔بت پرست، توحید الٰہی کی طرف کیسے مائل ہوئے منظؔر کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

دین خلیل رب کے بہت کم تھے پاسدار   بت پوجتے تھے قصر حرم میں ستم شعار
انسانیت کے حال پہ ہر شے تھی اشک بار   ایسے میں بن کے آئے نبیؐ وقت کی پکار
ٹھنڈا ہوا جو کفر کی تقلید کا چراغ   کرنیں بکھیرنے لگا توحید کا چراغ

رب کائنات کو بنی نوع انسان پر ترس آیا اور اس نے مکروفریب، ظلم وستم اور فسق و فجور میں مبتلا لوگوں کی ہدایت کے لیے دنیا میں اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو بھیجا حضور ﷺ دنیا کے خزاں دیدۂ چمن میں پیغام بہار بن کر آئے۔دین حق کا بول بالا ہوا اور توحید کے نعروں سے فضائیں گونج اٹھیں۔

حضور پاک ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کا منظر، منظر کے اشعار کے آئینے میں دیکھیں:

آپؐ آئے تو نکھار پہ آیا شباب زیست
مایوس زیست کرنے لگے انتخاب زیست
برپا ہوا زمین پہ وہ انقلاب زیست
دیباچۂ قضا بھی ہوا انتساب زیست
چہروں سے خوف مرگ کی زردی سمٹ گئی
دن زندگی کا چڑھنے لگا رات کٹ گئی
چہروں پہ زندگی کے حنا بولنے لگی
رقصاں ہوئی بہار فضا بولنے لگی
اب تک جو بے اثر تھی دعا بولنے لگی
بندوں کے حق میں رب کی عطا بولنے لگی

منظؔر ہماری آج جو رب تک رسائی ہے
سب آمد رسولؐ کی معجز نمائی ہے

جاپانی صنف شعر ہائیکو آج کل اردو شعراء میں بہت مقبول ہے۔اکثر شعراء کے ہائیکو پر مشتمل شعری مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں۔منظر عارفی کے نعتیہ ہائیکو بھی ان کے اس نعتیہ مجموعے میں شامل ہیں۔ان کا اسلوب سادہ اور رواں ہے اور موضوعات کم وبیش وہی ہیں جو نعتوں کے ہیں۔ان میں جہاں حضور اکرم ﷺ کی پاکیزہ سیرت اور قرآن حکیم کی آیات کے اہم نکات کو دل نشین اور فکر انگیز انداز میں پیش کیا گیا ہے۔وہاں ان میں زبان و بیان کی خوبیاں بھی بدرجہ اتم نظر آتی ہے جو شاعر کی قادرالکلامی کا بین ثبوت ہیں۔منظر عارفی کے چند نعتیہ ہائیکو نذر قارئین ہیں:

کیا خوبی دے دی
پتھر جیسے لوگوں کو
ہمدردی دے دی

....

بیداری دے دی
در در کے بھک منگوں کو
خودداری دے دی

....

کہتا ہے ایمان
ان کی تعظیم وتوقیر
ایماں کی ہے جان

....

دو تحفے تو خاص
بٹتے تھے ان کے در سے
تقویٰ اور اخلاص

....

روح ایماں ہیں
ان کے اقوال وافعال
شرح قرآں ہیں

منظر عارفی کو اگر چہ ان کی کتاب پر قومی سیرت ایوارڈ بھی مل چکا ہے لیکن ان کی ان اعلیٰ خدمات کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بڑا اجر وثواب ہے۔''اللہ کی سنت'' ایک ایسا نعتیہ مجموعہ ہے جو شاعر موصوف کی مغفرت کا ذریعہ بنے گا اور عوام وخواص میں زبردست پذیرائی حاصل کرے گا۔

☆☆☆

محمد سعید احمد بدر قادری

''مدحت'' کی مدحت

نعتیہ ادب کے کتابی سلسلہ کا پہلا شمارہ زیرِ نگاہ و پیشِ نظر ہے جس کی ادارت کے فرائض سرور حسین نقشبندی نے سرانجام دیے ہیں جو معروف نعت خواں بھی ہیں بلکہ نعت خوانی کے میدان میں ان کی دھوم مچی ہوئی ہے۔

اب اگر ''مدحت'' کی صورت میں وہ ادارتی میدان میں داخل ہوئے ہیں تو انہوں نے اپنی صلاحیت کا جھنڈا گاڑ دیا ہے۔ ''مدحت'' کا پہلا شمارہ ہی اپنے اندر کاملیت اور جامعیت کے اوصاف لیے ہوئے ہے۔ ایک سے ایک تحریر دوسری سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ حمد و نعت کا حصہ بھی قابلِ قدر ہے اور اسی طرح مضامین کا انتخاب بھی شاندار ہے۔ بڑے اہم قلمکاروں کی نگارشات شامل ہیں جنہیں دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ ایک نوجوان نے اپنی ہمت اور لگن سے وہ کارنامہ سرانجام دیا ہے جو بڑے بڑے بزرگ بھی بمشکل سرانجام دے سکتے ہیں۔

اظہاریہ کے عنوان سے سرور حسین نقشبندی نے ''حقیقت حال'' کا اظہار کیا ہے اور خوب کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

''نعت سے میرے تعلق کی عمر اتنی ہے جتنی میری دنیا میں آنے کے بعد شعور کی ہے۔ مجھے اپنی زندگی کے اب تک کے سفر میں اپنے چاروں طرف نعت کی روشنی دکھائی دیتی ہے اور روز بروز یہ اجالا مجھے نئی منزلوں کی جانب اپنی کرم پرور آغوش میں لیے رواں دواں ہے۔ بچپن سے لڑکپن تک اور پھر جوانی تک مجھے تلاش کرنے سے بھی مدحِ رسول ﷺ کے علاوہ اپنا کوئی حوالہ اور شناخت نہیں ملتی۔ والد محترم کی زبان سے کانوں میں رس گھولتی نعت کی لوری رگ و پے میں ایسی اتری کہ وجود کا حصہ بن گئی۔

ہماری نظر میں یہی وہ لوری ہے جو سرور حسین کو آگے ہی آگے لیے جاتی ہے ورنہ ادارت اور صحافت کے سنگلاخ میدان میں شدید محنت، توجہ اور لگن، نیز قابلیت و اہلیت کے باوجود بغیر تجربہ و مشاہدہ کے آگے بڑھنا بہت مشکل کام ہے۔ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ نے فرمایا تھا کہ:

ہمت بلند دار کہ نزد خدا و خلق   باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

''اپنی ہمت بلند رکھ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور خلق خدا کے سامنے تیرا اعتبار، تیری ساکھ، ہمت کے معیار سے طے ہوگی۔''

نعت میں سرور حسین کے ذوق وشوق نے ان کی ہمت بلند کر دی، ان کا عزم وحوصلہ تازہ کر دیا اور ان کی ہمت اور جہت درست کر دی جس کا نتیجہ ہے کہ صرف وہ نہیں بلکہ ان کے چھوٹے بہن بھائی بھی، نعت کے ''شہسوار'' نہ سہی قابل قدر سوار ضرور ہیں۔

سرور حسین نقشبندی پر اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل وکرم کیا ہے کہ عزت مآب حفیظ تائب جیسے عظیم الشان نعت نگار کو ان کا ''استاذ'' بنا دیا اور وہ کامیابی کی منزلیں طے کرنے لگے۔ عالی جناب حفیظ تائب کی زندگی ہی میں سرور حسین ثناخوانان رسول مقبول ﷺ میں اپنی جگہ بنا چکے تھے۔ راقم کو اس دور میں انہیں سننے کی سعادت ملی اور اب بھی سنہری موقع میسر آتا رہتا ہے۔ حفیظ تائب فاؤنڈیشن کے تحت منعقدہ، حفیظ تائب کی یاد میں تقریبات کی وہ ''جان'' نہیں بلکہ ''جان محفل'' ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ''مدحت'' کے اجراء کے موقع پر اپنے عظیم القدر استاد کی شفقتوں اور نوازشوں کو نہیں بھولے اور رسالے کے پہلے صفحہ پر ''زیر سرپرستی'' کے عنوان کے تحت حفیظ تائب کا اسم گرامی درج ہے۔ یہ ان کی سعادت مندی کا ثبوت ہے۔

''مدحت'' کا ابتدائی حصہ حمد و نعت پر مبنی ہے۔ اس میں جدید وقدیم شعرائے کرام کی نعتوں کا سلسلہ پیش کیا گیا ہے جن میں امام احمد رضا خاں سے لے کر سرور حسین نقشبندی تک شامل ہیں۔ (ہماری بدنصیبی ہے کہ ہمارا نام موجود نہیں۔)

دوسرا حصہ مضامین ومقالات پر مشتمل ہے۔ اس میں ممتاز قلمکار و اہل علم و دانش ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم کا مضمون ''زمین تا عرش بریں'' شامل ہے جس میں قرآن پاک، احادیث اور قدیم صحائف کے حوالوں سے نعت رسول محتشم ﷺ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مضمون بہت وقیع اور معلومات سے لبریز ہے۔

اس کے بعد عہد حاضر کے عظیم نعت نگار حفیظ تائبؒ کا وہ مضمون پیش کیا گیا ہے جو اب تک غیر مطبوعہ ہے لیکن اس کی تازگی اور جدت برقرار ہے۔ اس مضمون کا عنوان ''اردو شاعری میں نعت گوئی'' ہے اور یہ ۱۹۵۵ء میں لکھا گیا۔ حفیظ تائب نے اس دل گداز تحریر میں نہ صرف نعت گوئی کی تاریخ بیان کی ہے بلکہ نعت میں افراط و تفریط سے کام لینے کو ''گناہ'' قرار دیا ہے۔ حفیظ تائب اس معاملہ میں خود بھی بہت حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے اور ایک ایک لفظ کی تلاش اور جستجو انہیں مہینوں بے تاب رکھتی تھی۔ اس دل پذیر تحریر میں انہوں نے امام احمد رضا خاںؒ، امیر مینائی، مولانا ظفر علی خاں اور شبلی نعمانی کے ''نعتیہ کارناموں'' پر روشنی ڈالی ہے کہ ان حضرات نے دنیائے شاعری کے میدان ہی میں میدان نہیں مارا بلکہ ''نعت'' کے ضمن میں بھی انہوں نے قابل قدر کام کیا اور حصہ لیا ہے۔ یہ مضمون، تحقیقی اور معلومات افزا ہے اور مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے۔

اس کے بعد شیخ محقق کی نعتیہ شاعری کے عنوان سے علامہ محمد شہزاد مجددی کا دل پذیر اور دلکش مضمون ہے جس میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے شاعرانہ ذوق و شوق پر روشنی ڈالی گئی ہے، لکھتے ہیں:

''عموماً آپ کا تعارف ایک محدث، فقیہہ اور صاحب طریقت شیخ کی حیثیت سے کرایا جاتا ہے لیکن آپ ان شعبوں کے علاوہ ماہر تاریخ دان، بہترین انشا پرداز اور قادر الکلام شاعر تھے۔ اچھے شعر کے برمحل استعمال پر بھی قدرت رکھتے تھے۔''

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شعر گوئی کے اعتبار سے اپنا نام (یا اسے تخلص کہہ لیجیے) ''حقی'' رکھا جسے انہوں نے اپنے کلام میں جا بجا استعمال کیا ہے۔ ان کے مجموعہ اشعار کا نام ''حسن الاشعار'' تھا۔

علامہ شہزاد مجددی نے تحقیق کا حق ادا کیا ہے اور گراں قدر مضمون تحریر کیا ہے۔ علامہ مجددی شیخ طریقت کے مرتبۂ جلیلہ پر بھی فائز ہیں۔

علامہ شہزاد نے تحقیق و تفتیش کا حق ادا کرتے ہوئے شیخ عبدالحق دہلوی کی نعتوں کے نمونے بھی تلاش کیے ہیں جو سوز و گداز سے معمور اور عشق رسولﷺ سے لبریز ہیں۔

''بیعت، چند تاثرات'' ڈاکٹر تحسین فراقی کی قابل قدر تحریر دلپذیر ہے جو مرحوم شاعر جعفر بلوچ کے نعتیہ مجموعے کے بارے میں ہے۔

اس تحریر میں انہوں نے جعفر بلوچ کے فکروفن کو اجاگر کیا ہے اور ان کے بلند پایہ اشعار پر انہیں دل کھول کر داد دی ہے۔ ڈاکٹر تحسین فراقی خود بھی بلند پایہ شاعر اور نعت نگار ہیں۔ ان کی نعت کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے:

ہم بھی آپؐ کی امت میں ہیں، ہم بھی آپؐ سے بیعت ہیں
اس خوش اقبالی پر اتنا کم ہے جتنا ناز کریں

حمد و نعت کے حصہ میں ڈاکٹر خورشید رضوی کی حمد باری تعالیٰ خوب ہے۔ جس طرح ڈاکٹر صاحب، علم و فضل اور حکمت و دانش میں بلند مقام پر فائز ہیں، اسی طرح حمد و نعت گوئی میں بھی اعلیٰ درجہ کے حامل ہیں۔ ان کی حمد کا مطلع و مقطع دیکھیے:

تجھ سے جی لگتا ہے میرا، جان تنہائی ہے تو
میرے اندر کا جہاں ہے، دل کی گہرائی ہے تو
تو بصارت اور سماعت بخشتا ہے خاک کو
پیکروں کے درمیاں وجہ شناسائی ہے تو

ممتاز شاعر شہزاد احمد کی نعت کا مطلع اور مقطع بہت عمدہ ہے۔

اسی کی رحمتوں کا منتظر سارا زمانہ ہے
وہ امی ہے مگر تدبیر و حکمت کا خزانہ ہے
ہماری ذات میں شہزاد کوئی بھی نہیں خوبی
مگر ان سے عقیدت، ان سے الفت والہانہ ہے

امجد اسلام امجد نے خوب کہا ہے:

وہ جو تیری چشم کرم میں ہیں، مجھے آقاؐ ان میں شمار کر
ترے آستاں کی طرف ہیں جو انہی راستوں کا غبار کر

ریاض حسین چودھری بلند پایہ نعت نگار ہیں ان کے کئی مجموعہ ہائے نعت چھپ چکے ہیں۔ زیر نظر جریدہ میں شامل ان کی نعت بہت اعلیٰ معیار کی ہے، مقطع ملاحظہ فرمائیے:

حروف التجا میں نے صبا کے ہاتھ پر لکھے — ریاض بے نوا ہے آپؐ کی گلیوں کا سودائی

خواجہ غلام قطب الدین فریدی کی نعت کے مطلع اور مقطع یوں ہیں۔

بام و در سے لپٹ کے رو آئے، یوں مدینے سے ہم بھی ہو آئے

قطب کا سر ہے اور وہ دہلیز، اب ذرا موت سے کہو آئے

علامہ شہزاد مجددی نے ''سرکار کی سنت ہے'' کو ردیف مان کر بہت عمدہ اور دل آویز نعت لکھی ہے۔

منگتے کا بھرم رکھنا سرکارؐ کی سنت ہے   سائل کی صدا سننا، سرکارؐ کی سنت ہے

شیطاں کا طریقہ ہے سفاکی و خوں ریزی   دشمن کو اماں دینا، سرکارؐ کی سنت ہے

آخری شعر عہد حاضر کے شیطانوں کے متعلق ہے۔

عبدالرحمٰن عابد کی نعتیہ نظم کے پہلے تین اشعار واضح نعت ہیں جو ردیف ''اسم محمد ﷺ'' پر مبنی ہیں جبکہ باقی اشعار کا ردیف قافیہ بدل دیا گیا ہے جس کی ردیف ''ہے'' اور قافیہ ''حرم'' قدم وغیرہ ہیں۔ گویا دو نظمیں یا دو نعتیں یکجا کرنے کی کامیاب یا ناکام کوشش کی گئی ہے۔ بہرحال دلچسپ تجربہ ہے۔

ناصر بشیر، ماہر تعلیم اور کالم نگار ہیں۔ شعر و نظم پر بھی عبور حاصل ہے۔ ان کے نعت کے دو اشعار توجہ طلب اور فکر انگیز ہیں۔

میں سائبان خیال نبیؐ میں رہتا ہوں   اس لیے بہت آسودگی میں رہتا ہوں

مدینے میں احباب جاتے ہیں جس دم   میں اس گھڑی تو بہت بے کلی میں رہتا ہوں

ان کا آخری شعر ''ہمارے بھی حسب حال ہے جب کوئی مدینہ یا مکہ جاتا ہے تو دل تڑپ اٹھتا ہے اور جان بے کل سی ہو جاتی ہے۔ بقول جامیؒ

خدایا ایں کرم بار دگر کن

پروفیسر محمد ریاض احمد شیخ کی نعت کا عمدہ شعر دیکھیے

کر رہا ہوتا ہوں قرآں کی تلاوت تو خیال   آپؐ ہی کے رخ انوار پہ ٹھہرے جا کر

ثاقب عرفانی کی نعت بھی عمدہ ہے۔ انہوں نے ردیف ''پہلی مرتبہ'' کو بحسن و خوبی استعمال کیا ہے۔ بہرحال وہ تعریف و تحسین کے مستحق ہیں۔

آخر میں سرور حسین نقشبندی کی روح پرور نعت ہے۔

درود و ذکر کا موسم، خدا نصیب کرے   ثنائے خواجۂ عالم، خدا نصیب کرے

بہت عمدہ نعت ہے۔ سرور حسین نے ''خدا نصیب کرے'' کی ردیف پر معنی خیز اور دل آویز

اشعار کہے ہیں۔ بہرحال وہ ہر لحاظ سے مبارک وتوصیف کے مستحق ہیں کہ انہوں نے محض ذاتی محنت سے ''مدحت'' کی اشاعت کرکے ''کارنامہ'' سرانجام دیا ہے

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

نوٹ: ''مدحت'' میں شامل دیگر تمام مضامین، انٹرویوز، مذاکرہ اور نعتیں ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ طول کلام کے خوف سے ان کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ان صاحبان علم و دانش سے قلبی طور پر معذرت خواہ ہیں۔ جن کا ذکر خیر رہ گیا ہے۔

یار زندہ، صحبت باقی

اگر آپ برا نہ مانیں تو آخر میں ہم یہ کہنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ مدحت کے شاندار اور سادہ ٹائٹل کے ساتھ پرچے کی صوری کیفیت بھی دل کش ہے لیکن جا بجا متن کی غلطیاں بہت کھٹکتی ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے خوب صورت چہرے پر مکھیاں بیٹھ گئی ہوں۔ پرفیکشن Perfaction کے حامیوں کے لیے یہ صورت حال بہت تکلیف دہ ہے۔ مضمون یا نعت پڑھتے پڑھتے جب غلطیاں ''استقبال'' کرتی ہیں تو تحریر کا سارا مزہ کرکرا ہو جاتا ہے۔ پروف ریڈنگ بہت مشکل کام ہے۔ بہرحال یہ مہم بھی سرانجام دینا ہوگی تاکہ ''مدحت'' مدحت اور نعت کی طرح واقعی بے عیب اور بے نقص ہو۔

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر

☆☆☆

نعت فورم کی جانب سے

علامہ شہزاد مجددی کے تیسرے نعتیہ مجموعے

تحیت

کی اشاعت پر مبارکباد

''مدحت'' کی تقریب رونمائی

رپورٹ :صفدرعلی محسن،محمد جمیل چشتی

نعت فورم انٹرنیشنل کی جانب سے نعتیہ ادب کے نمائندہ جریدہ ''مدحت'' کی تقریب رونمائی الحمرا آرٹس کونسل لاہور میں منعقد ہوئی۔ نعت فورم گزشتہ دو سال سے نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے کوشاں ہے اور اس کے اغراض و مقاصد میں ایک ادبی جریدے کا اجراء بھی شامل تھا جو نعتیہ ادب کے علمی اور فکری سطح پر فروغ کے لیے کام کرے۔ یہ تقریب اسی جریدے کی تقریب رونمائی کے لیے منعقد کی گئی تھی جس میں ملک کے ممتاز دانشور، ادیب، شعراء، علماء، مذہبی رہنما اور کثیر تعداد میں وابستگان نعت نے شرکت کی۔ تقریب کی صدارت ممتاز شاعر، ادیب، دانشور اور کالم نگار خالد احمد نے کی جبکہ نامور محقق، عالم دین مفتی محمد خان قادری مہمان خصوصی تھے۔ تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ حافظ ضیاء المصطفی نے یہ سعادت حاصل کی۔ نوجوان خوش گلو ثنا خوان مہتاب حسن نے نعت رسول مقبول ﷺ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

سب سے پہلے سپاس نامہ پیش کرتے ہوئے نعت فورم کے چیئرمین اور مدیر ''مدحت'' ممتاز نعت خوان و نعت گو سرور حسین نقشبندی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور نعت فورم کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ حضرت حفیظ تائبؒ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میرے خدمت نعت کے تمام کاموں میں بنیادی طور پر انہی کی فکر کام کر رہی ہے جو یہ چاہتے تھے کہ میں نعت خوانی کے ساتھ ساتھ اس فن کے فروغ کے لیے بھی کچھ نہ کچھ کام کروں۔ یہ کام ان کی زندگی میں کر پاتا تو بہت خوشی ہوتی لیکن ہر کام کے ہونے کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور شاید یہی اس کے لیے موضوع ترین وقت تھا۔ انہوں نے کہا کہ نعت فورم کے قیام کا مقصد فروغ نعت کے عمل کو نئی نسل تک بہتر اور باوقار انداز سے پہنچانا ہے۔ نعتیہ مشاعروں کی روایت کو باقاعدہ آگے بڑھانے کی کوشش بھی ہمارے پروگرام کا حصہ ہے جس کے تحت ماہانہ نعتیہ مشاعروں کا آغاز کر دیا گیا ہے جو پچھلے دو سال سے جاری و ساری

ہے۔نعت فورم کی منزل ایک ایسے نعت سنٹر کا قیام ہے جہاں سے نعت شناسی کا عمل پوری توانائی سے آگے بڑھے اور آنے والی نسلوں اور نعت پر تنقید و تحقیق کا کام کرنے والوں کو ایک ہی چھت تلے تمام تمام چیزیں مہیا ہوں۔ وہیں پر نعت خوانوں کی تربیت کا بھی اہتمام و انتظام ہو۔آج جب ہم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نعت خوان اچھے کلام کا انتخاب نہیں کرتے اور وہ آداب نعت سے آشنا نہیں ہیں تو ہم غور کریں تو ان کی رہنمائی فراہم کرنے والا کوئی پلیٹ فارم موجود نہیں ہے جہاں وہ یہ تمام چیزیں سیکھ سکیں۔ ہمارا فورم ان تمام لوگوں کو مکمل رہنمائی اور تعاون فراہم کرے گا۔ ہماری اصل ثقافت محبت رسولؐ کا فروغ ہے اور ہم اس کے لیے کوشاں ہیں۔

ممتاز محقق، نقاد، نعت گو اور عالم دین علامہ شہزاد مجددی نے کہا کہ ہم پر نعت کے حوالے سے بہت سا قرض باقی ہے اور اس کام کو کرنے والے چنیدہ لوگ ہوتے ہیں۔ یہ ہمارے دل کی آواز تھی کہ سرور نقشبندی اس وقت اس کام کے لیے موزوں ترین آدمی ہیں جو اس کام کو آگے بڑھانے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ پلیٹ فارم نعت گو اور نعت خوان حضرات کی تربیت کے لیے بہترین ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے۔حضرت حفیظ تائبؒ کے اندر یہ درد تھا کہ نصاب نعت کی تشکیل عمل میں آنی چاہیے اور نعت خوانوں کے لیے ایک ایسا انتخاب دے جاؤں جس سے کوئی عذر اور جواز باقی نہ رہے کہ ہم اچھا کلام ڈھونڈنے کے لیے کہاں جائیں۔میری دعا ہے کہ جو باتیں اور مشن آج طے پایا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

QTV سے تعلق رکھنے والے ممتاز کمپیئر تسلیم احمد صابری نے کہا کہ میں نعت فورم انٹرنیشنل کو اس خوبصورت کاوش پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور جو منشور مدیر''مدحت'' کی طرف سے پیش کیا گیا ہے، وہ بہت ہی مؤثر اور قابل ستائش ہے اور وقت کی ضرورت بھی۔انہوں نے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اب کلام تلاش نہیں کیے جاتے بلکہ معروف طرزوں پر کلام لکھوا کر محافل میں پڑھا جاتا ہے جو اچھی روش نہیں ہے۔نعت پڑھنے والے یہ سوچتے ہیں کہ عوام کیا سننا چاہتے ہیں جبکہ یہ بات غور کرنے کی ہے کہ ہمیں انہیں کیا سنانا چاہیے۔سرور نقشبندی نعت خوان بھی ہیں اور نعت گو بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ علمی و ادبی ذوق بھی رکھتے ہیں اور وہ تمام صلاحیتیں رکھتے ہیں جو اس کام کو کرنے کے لیے درکار ہیں۔

ایڈیشنل آئی جی پنجاب پولیس حاجی حبیب الرحمٰن نے کہا کہ نعت خوان حضرات سے میرا تعلق بہت پرانا ہے اور اس میں جہاں محمد علی ظہوری، قاری زبید رسول اور دیگر ثنا خوان شامل ہیں۔ان میں

سرور نقشبندی بھی موجود ہیں۔ یہ میرے پسندیدہ نعت خوانوں میں سے ہیں اور میں ان سے اکثر فرمائش کر کے کلام سنا کر کرتا ہوں۔ یہ نہ صرف ہمارا اثاثہ ہیں بلکہ عالم اسلام کا اثاثہ ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے کام سے مستفد ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

معروف سکالر ڈاکٹر طاہر رضا بخاری نے کہا کہ یہ تقریب برکتوں اور رحمتوں کا باعث ہے۔ سرور نقشبندی صاحب نے جو یہ راستہ اختیار کیا ہے کہ یہ قدرے مشکل بھی ہوسکتا ہے۔ انہوں نے آج تک سجی سجائی محفلوں میں جا کر پڑھا ہے لیکن اس طرح کی محافل کا انعقاد جو خالص ادبی اور فکری وفنی لحاظ سے ہوں خاصا مشکل کام ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کے لیے جو وسائل درکار ہوں گے، وہ اللہ تعالیٰ ضرور مہیا کر دیں گے کیوں کہ اصل بات صدق نیت کی ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو راستہ خود بخود بنتا چلا جاتا ہے۔ آج کے دور میں خالص علمی و ادبی جریدے کو پورے لوازمات کے ساتھ شائع کرنا بہت مشکل کام ہے اور پھر اگر انسان کا جمالیاتی ذوق بھی ہو تو یہ کام اور مشکل ہو جاتا ہے۔ ''مدحت'' اس لحاظ سے قابل تحسین ہے کہ اس میں جہاں علمی و ادبی معیار کے مقالات موجود ہیں وہاں اس کا ٹائٹل انتہائی دلکش اور اچھوتا ہے اور طباعتی حسن ذوق نظر کا سامان مہیا کر رہا ہے۔

ممتاز نقاد، دانشور، استاد ڈاکٹر خواجہ زکریا صاحب نے کہا کہ سرور نقشبندی کو میں نے حفیظ تائب کے ساتھ ساتھ دیکھا ہے اور بار بار دیکھا ہے۔ میں نے ان جیسے انسان بہت کم دیکھے ہیں وہ ہمیشہ لوگوں کی اچھائیوں کا ذکر کرتے اور ان کی خوبیاں بیان کرتے۔ جس شخص نے ان کی صحبت میں اتنا وقت گزارا ہو اس میں ان خوبیوں کا پیدا ہو جانا لازمی امر ہے۔ سرور نقشبندی بہت اچھے نعت خوان تو ہیں ہی اس کے ساتھ وہ ایک اچھے نعت گو کے طور پر سامنے آ رہے ہیں اور وہ بہت اچھی نعت لکھ رہے ہیں۔ ان کے مزاج میں نیکی، خیر اور محنت ہے اور دھیمے مزاج کے نوجوان ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ نعت فورم کا ادارہ اور ''مدحت'' بہت پھلے پھولے گا۔ انہوں نے کہا کہ اردو نعت کا انتخاب بہت اہم کام ہے اور اردو میں اس کی تاریخ چار پانچ سو سال پرانی ہے۔ ولی دکنی اور اس کے بعد بہت سے شعراء ہیں جن کے ہاں نعت موجود ہے۔ رسالہ ''مدحت'' میں اگر کلاسک ادب جس میں مثنویاں، قصائد اور دیگر اصناف ادب میں نعت کا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ سلسلہ شروع کر دیا جائے تو یہ بہت اہم کام ہوگا۔ اچھی نعت ایک بھرپور عقیدت کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ ادب بھی ہوتی ہے۔ اگر چند ادبی ذوق رکھنے والے دوستوں کو ساتھ شامل کر کے یہ کام شروع کر دیا جائے تو یہ بہت بڑی خدمت

ہوگی۔ یہ بہت بابرکت کام ہے اور رسالہ مدحت سے اس کا آغاز ہونا چاہیے۔

تقریب کے مہمان خصوصی عالم دین مفتی محمد خان قادری نے کہا کہ نعت گوئی نظم میں کہیے یا نثر میں مقصد صرف اللہ کی رضا ہونا چاہیے۔ اگر یہ ہوگا تو پھر دیکھیں کیسی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنی نئی نسل کو تصورات دیے ہیں۔ منزل نہیں بتائی۔ سیرت طیبہ کا مطالعہ اور اس پر عمل آج کے دور کی اہم ضرورت ہے۔ یہ کام جو سرور حسین نقشبندی کرنے چلے ہیں ہم بھی یہ کام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اگر اللہ انہیں توفیق دے تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ ہم ان کی توفیقات میں اضافے کے لیے دعا گو ہیں۔

تقریب کے صدر خالد احمد نے کہا کہ "مدحت" کا اس وقت آنا کیوں ہے میں یہ بتانا چاہتا تھا مگر سرور نقشبندی نے کہہ دیا کہ اس کا وقت ہی اب آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری تمام سوچیں، تمام فرقے اسی ذات کے گرد جمع ہو جاتے ہیں جو ہمارا ہی نہیں بلکہ کائنات کا مرکز نگاہ ہے۔ تمام امت کو جو بات اکٹھا کر سکتی ہے وہ حضور رسالت مآب ﷺ کی ذات بابرکت ہے اور جب تک عشق نبیؐ ہمارے سینوں میں موجود ہے ہمیں دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ سرور نے جب مجھے یہ کہا کہ میں پرچہ نکالنا چاہتا ہوں تو میں نے کہا کہ ضرور نکالو لیکن بند کرنے کے لیے نہیں اور آج جب کہ "مدحت" ہمارے سامنے ہے تو ہمیں یہ یقین ہے کہ یہ جاری و ساری رہے گا۔ جو کام حسن نیت اور خلوص سے کیا جائے اس میں اللہ کا فضل شامل ہو جاتا ہے۔ جب ایک مقصد کے ساتھ جریدہ شائع کیا جاتا ہے تو پھر بہت سے کڑے فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ آپ اپنا معیار ایسا بنائیں کہ لوگوں کو اپنی کمزور چیزیں بھیجنے کا حوصلہ ہی نہ ہو۔ خواجہ زکریا صاحب نے جس اہم کام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگر وہ ان کی رہنمائی کریں اور "مدحت" کے دس صفحات کلاسک ادب کے لیے مختص کر دیے جائیں تو یہ بہت بڑا کام ہوگا۔ بڑی نیکی دراصل چھوٹی چھوٹی نیکیوں کا ایک تاثر ہوتی ہے۔ "مدحت" ایک چھوٹی سی نیکی ہے جسے ہم سب کو مل کر کرنا ہے اور اس میں حصہ ڈالنا ہے۔ نعت فورم کے تمام اراکین کو "مدحت" کے کامیاب اجراء پر مبارکباد اور ان کے لیے ڈھیروں دعائیں۔

سیالکوٹ سے تعلق رکھنے والی معروف سماجی شخصیت محمد رفیق ٹونی صاحب نے "مدحت" کی تقریب رونمائی شہر اقبال سیالکوٹ میں بھی منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ آخر میں مفتی محمد خان قادری کی دعا کے ساتھ یہ خوبصورت تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کر درو دیوار کے ساتھ

گوشۂ حافظ مظہرالدینؒ (مرحوم)

ضیاءالامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ

میدانِ نعت کا بانکا شہسوار حافظ مظہرالدینؒ

اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت کے بعد سب سے افضل اور ارفع کام مدحتِ ممدوحِ ربُّ العالمین ﷺ ہے۔ اس عملِ خیر کے تخلیقی، تعمیری اور تطہیری اثرات، زندگی کے دامن کو مقصدیت و معنویت سے معمور کر دیتے ہیں۔ انسان کو راہ راست پر ثابت قدمی اور استقامت کی نعمت ارزانی فرمائی جاتی ہے۔ اس کے حوصلوں کو نیا ولولہ اور اس کے عزائم کو تسخیر کے نئے افق عطا ہوتے ہیں۔ خلوص، ایثار، منزل سے والہانہ محبت، انسان میں ایک ایسا انقلاب برپا کر دیتی ہے جو اس کو سراپا رحمت و رافت بنا دیتا ہے لیکن یہ سعادت ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ نگاہِ کرم، جن دلوں کو اس انعام کے لیے چن لیتی ہے وہی اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کا سب سے بڑا مداح خود پروردگار عالم ہے۔ حق تو یہ ہے کہ مدح و توصیف کا حق اس کے بغیر کوئی ادا ہی نہیں کر سکتا۔ جس رب قدوس نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ رفعتیں، یہ شانیں، یہ کمالات، یہ اخلاقِ حسنہ اور علم کی بے کرانیاں مرحمت فرمائی ہیں، وہی ان کے کیف وکم کو جانتا ہے اور اسی کا کلام بلاغت نظام ان اوصاف و کمالات کو صحیح طور پر بیان کر سکتا ہے۔

جب وہ فرماتا ہے: (عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ)
”یعنی جو چیز تمہیں تکلیف دیتی ہے، وہ اس پر بہت گراں ہے وہ تمہاری ہدایت کے لیے حریص ہے اور اہل ایمان پر بڑا مہربان اور رحیم ہے۔“

تو صرف اسی وقت اس راز سے پردہ اٹھتا ہے کہ نبی ﷺ مکرم کے قلب مبارک میں اپنے غلاموں کے لیے ہمدردی کا جذبہ کس قدر فراواں ہے۔ اس کے خیر اندیشی کے جذبات کی بے تابیوں کا کیا حال ہے؟ اور اپنے ماننے والوں کے لیے رافت و رحمت کے کتنے سمندر ان کے سینہ میں ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔ اس نیرِ اعظم کی تابانیوں اور ضیاء پاشیوں کا صحیح اندازہ اسی وقت لگایا جا سکتا ہے جب ہم اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنتے ہیں: (دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا) (وہ صرف اللہ

تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا ہے۔ وہ آفتاب ہے جس کی کرنیں جس پر پڑتی ہیں اسے روشن اور تابناک بنادیتی ہیں۔

اس کے ملک و اختیار کی لامحدود وسعتوں کی حقیقت فقط اس وقت عیاں ہوتی ہے جب **انا اعطینك الکوثر** کو نوید جانفزا فردوس گوش بنتی ہے یعنی اے حبیب ﷺ ہم نے آپ کو جو نعمت عطا فرمائی ہے بے حدوحساب عطا فرمائی ہے۔

اس سراپا میں وسعادت مستی کے فیوض و برکات کی ہمہ گیر اور عالمگیریت حیثیت کا علم فقط اس وقت ہوا جب رب العالمین نے اپنے محبوب بندے کو اس خطاب سے سرفراز فرمایا:

''وما ارسلنك الا رحمة للعالمین ''

الغرض خالق ارض وسما کے محبوب وحبیب محمد رسول اللہ ﷺ کی توصیف ونعت کا حق بجز زبان قدرت کے ادا نہیں ہوسکتا۔ غالب نے ارادہ تکلف نہیں بلکہ حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشیتم　　　کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

معلوم ہوا کہ مدحت وتوصیف سرور کونین ﷺ سنت الٰہی ہے اور بڑا خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس سنت کے اتباع کا شرف نصیب ہوا۔ ہرکس وناکس کو یہ شرف نہیں بخشا جاتا۔ فقط ان ہستیوں کو اس سعادت سے بہرہ اندوز کیا جاتا ہے، جن کی روحیں بھی پاک ہوتی ہیں اور جن کے قلوب بھی ہر آلائش سے منزہ ہوتے ہیں۔ اسلام کی چودہ صد سالہ تاریخ پر نظر ڈالیں، آپ بآسانی یہ نتیجہ اخذ کرلیں گے کہ وہ ہستیاں جو علم وعرفان، زہد و پارسائی کے آسمان پر مہر وماہ بن کر ضیا پاشیاں کررہی ہیں جن کی اولوالعزمی اور بالغ نظری نے نازک مرحلوں میں سفینہ ملت کو خطرناک بھنوروں سے نکالا ہے۔ وہ بصد ادب و نیاز، بارگاہ حسن وناز میں اپنے گلہائے عقیدت پیش کررہی ہیں اور انہی لمحوں کو اپنا حاصل حیات قرار دے رہی ہیں جوان پھولوں کو سجانے اور سجا کر پیش کرنے میں انہوں نے صرف کیے۔

ثنا گستران محبوب کردگار ﷺ کی فہرست بڑی طویل ہے۔ ان میں صدیق اکبر، علی مرتضیٰ، حسان، کعب بن زہیر، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ بوصیری، نظامی، جامی، سعدی، خسرو، شاہ ولی اللہ، امام احمد رضا، پیر مہر علی شاہ **رَحمهم الله** جیسی پاکباز اور پاک نگاہ ہستیاں جن کے نام کے ساتھ عشق ومحبت کی آبرو وابستہ ہے، اس بارگاہِ جمال میں بادل حیراں، باچشم گریاں حاضر ہوکر اپنے عقیدت کے نذرانے پیش کررہی ہیں اور اپنے بخت بیدار پر نازاں ہیں کہ بارگاہِ ربوبیت سے

انہیں یہ شرف، یہ عزت، یہ سعادت بخشی گئی۔ نعت رسول مقبول ﷺ جتنی بڑی سعادت ہے، اتنا ہی یہ کام مشکل ہے۔ جمالِ نبوت، دلوں کو کھینچتا ہے اور ہیبتِ نبویؐ کے باعث آنکھ میں یہ ہمت نہیں کہ جی بھر کر نظارہ کر سکے۔ ایک طرف جلوہ ہائے جمال کی فراوانی ہے جو قلب ونظر کو حلقہ بگوش بنائے ہوئے ہے، ادھر تجلیات جلال کی لمعہ فشانی ہے جو بجلی بن کر کوند رہی ہے۔ عاشق مسکین کے لیے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والا معاملہ ہے۔

شعروسخن کے میدان میں عرفی کے اشہب قلم کی جولانیاں دیکھنے والوں کو محوِ حیرت کر دیتی ہیں، جدھر سے وہ گزرتا ہے، استعارات وتشبیہات کا مینہ برسنے لگتا ہے جہاں وہ رکتا ہے، ندرت بیاں اور نکتہ آفرینیوں کا مینا بازار سج جاتا ہے۔ کبروغرور کا یہ مرقع جب مقام نعت پر پہنچتا ہے تو حیرت و استعجاب کی وادی میں کھو کر رہ جاتا ہے۔ روح پرور جلوؤں کی فراوانیاں اور تجلیات لطیفہ کا ہجوم اسے دم بخود کر دیتا ہے جو رعنایاں، جو دلربائیاں وہاں محوخرام ہیں، وہ اپنی قوت بیان کو ان کی ترجمانی سے قاصر پاتا ہے، بڑی درماندگی اور بےبسی کے عالم میں وہ کہتا ہے:

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

اے عرفی! تیز مت دوڑ، یہ نعت مصطفیٰ ﷺ کا راستہ ہے صحرا نہیں، آہستہ چلو یہاں تو تلوار کی دھار پر قدم رکھنا پڑتا ہے۔

ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن
نعتِ شہِؐ کونین و مدیح کے و جم را

ہوشیار ہو جاؤ سرور کونین ﷺ کی نعت اور جمشید وفریدوں کی تعریف کو ایک ہی آہنگ سے نہیں گایا جا سکتا۔ اس مقام پر جلوۂ جاناں بے حجاب ہوتا ہے، جہاں زبان گنگ آنکھیں خیرہ، عقل وخرد بے بس اور راہوار قلم دم بخود ہو جاتا ہے۔ جذبۂ عشق آگے بڑھتا ہے اور یہ نعرۂ مستانہ لگا کر مشکل آسان کر دیتا ہے۔

حسن می گفت کہ شامے نپذیر و صحرم
عشق می گفت تب و تاب دوامے دارم

شاید حسن کی بارگاہ ناز میں صرف عشق ہی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ادب و نیاز کی نزاکتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے سوزوں کے ساز کو چھیڑ کر نغموں کی بارش برسائے۔ دنیا میں جتنی زبانیں ہیں ان کی

فصاحت و بلاغت کے قواعد ہیں ان کی جتنی پابندی کی جائے فصاحت کا معیار اتنا ہی بلند ہو جاتا ہے لیکن نعت کی اپنی مخصوص زبان ہے اور اس کی فصاحت و بلاغت کا اپنا معیار ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے نعت گوؤں کی فہرست اگرچہ بڑی طویل ہے لیکن جس دل میں جتنا جذبہ عشق ہے، اسی نسبت سے اس کے کلام کو شہرت اور قبول عام نصیب ہوا ہے بلکہ آپ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ دبستانِ عشق ہی وہ دبستان ہے جس کو وہاں داخلہ مل جاتا ہے، کلام کی رعنائیاں، فصاحت و بلاغت کی اثر انگیزیاں اس کی حلقہ بگوش بنادی جاتی ہیں، رنگین استعارے اور دل نشین تشبیہات سربکف اپنے آپ کو اس کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں، بیان کی ندرتیں، اسلوب کی جدتیں خود بخود نثار ہونے لگتی ہیں۔

اگر آپ نے اس کی تازہ مثال دیکھنی ہو تو آپ بابِ جبریل کا مطالعہ کریں، ہمارا زمانہ مادیت گزیدہ ہے۔ مادی ترقی، مادی خوشحالی، سہولتوں اور آسائشوں کی بہم رسانی، ہر کہ دمہ کا منتہائے مقصود بن کر رہ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت حافظ مظہر الدین کے دل کو اپنے حبیب ﷺ کی محبت کے لیے اور ان کے قلم کو اس کی مدحت کے لیے مخصوص کر لیا ہے۔

مبداء فیاض نے ان کو نغز گوئی، جدت طرازی، بیساختگی و برجستگی، شیریں بیانی، سلاست و روانی کی جو انمول صلاحیتیں بخشی ہیں، ان کا رخ ہر طرف سے موڑ کر اپنے محبوب کریم ﷺ کی نعت کی طرف پھیر دیا ہے۔

ایک وہ زمانہ بھی آیا جبکہ نعت گوئی کا بازار سرد پڑ گیا کوئی سخنور، اس میدان میں طبع آزمائی کو شایان شان ہی نہ سمجھتا تھا۔ نعت کے کسی اچھے شعر کے لیے کان ترس گئے تھے۔ ہم اس وقت سے قبلہ حافظ صاحب کا کلام پڑھ رہے ہیں۔ سن رہے ہیں اور دردوسوز کی لذتوں سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک سفر میں میں نے کوہستان اخبار خریدا۔ اس میں قبلہ حافظ صاحب کی ایک نعت شائع ہوئی تھی۔ بیساختہ نگاہیں اس پر جم کر رہ گئیں۔ پڑھتے پڑھتے جب ان اشعار پر پہنچا تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ دل پر کیا گزری۔ لطف و سرور کی فراوانی نے بے خود کر دیا۔

ذوق وشوق کے سمندر میں جو طوفان اٹھا، اس کی تلاطم خیز موجیں کہاں کہاں لے گئیں۔ اس کی کچھ خبر نہیں۔ اس نعت کے یہ اشعار آپ بھی سماعت فرمائیے۔

وہی ہیں مری عشق و مستی کا عنوان وہی ہیں مری زندگی کے سہارے

جو تیرے کرم نے دیے ہیں دلاسے　　جو تیری نظر نے کیے ہیں اشارے
بڑھے گا مری سمت دست عطا بھی　　وہ فیاض ہیں اور مشکل کشا بھی
دعا لیں گے میری محبت کے آنسو　　جزا پائیں گے میرے دل کے شرارے

یہ دردوسوز، یہ ادب و نیاز چند سال پہلے کی بات ہے۔ جب عشق کی آگ بھڑک رہی تھی۔ ہجر کی کالی رات چھائی ہوئی تھی اور صبح وصال کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا۔ یہ نیا مجموعہ ''باب جبرئیل'' لذت وصل سے سرشار ہونے کے بعد لکھا گیا ہے،خود ہی فرمایئے کہ وہ محبوبِ دل نواز جس کو دیکھنے سے پہلے قلبِ بسمل کی یہ حالت تھی اس کی بارگاہِ حسن میں حاضر ہونے کے بعد حافظ صاحب کے سوز وساز کا کیا عالم ہوگا۔

عاشقِ مہجور کے دل کی کیفیت کا وہی شخص صحیح اندازہ لگا سکتا ہے جسے کبھی ان جاں گداز اور صبر شکن مرحلوں سے گزرنے کا موقع ملا ہو۔شعروشاعری کی دنیا میں قبلہ حافظ صاحب کا مقام کیا ہے؟ فصاحت و بلاغت کے میدان میں آپ کی شان کیا ہے؟اس کا اندازہ تو وہی لوگ لگا سکتے ہیں جو اس فن لطیف کی نزاکتوں اور لطافتوں سے باخبر ہیں۔ میں فقط ایک عام قاری کی حیثیت سے اپنے احساسات کو رقم کرسکتا ہوں۔

بابِ جبریل کی پہلی نعت پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی جب یہ شعر پڑھا تو دل کے کسی گوشہ سے جاایں جاست کی صدا بلند ہوئی اور کئی بار اس شعر کو پڑھتا رہا۔آپ بھی سنیے۔

جو ان کے ذکر میں، بیتے وہ لمحہ، عین کرم
جو ان کی یاد میں گزرے وہ زندگی، انعام

کتنی بڑی سچائی ہے اور ہم اس سے کتنے بے خبر ہیں۔ یہ قبلہ حافظ صاحب کا شعور اس صداقت کی روشنی سے تابناک ہے اور اس کے ساتھ اندازِ بیاں کتنا باوقار ہے۔

اس سے آگے اپنے دلبر کے شہر کی صبح وشام کا منظر کس خوبی وخوبصورتی سے بیان کرتے ہیں۔

نظر فروز ہے شہرِ نبیؐ کی صبح جمیل
ہزار جلوہ در آغوش ہے حجاز کی شام

حافظ صاحب کی نگاہیں شہرِ حبیب ﷺ کے صبح وشام کے جلوؤں سے سرگیں ہونے کے بعد روئے حبیب ﷺ کی دلبرانہ اداؤں میں کھو جاتی ہیں۔ دلِ مضطر کے جذبات زبانِ قلم سے ٹپک

پڑتے ہیں، عرض کرتے ہیں۔

اے کہ زلفوں سے تری عشق کی شامیں روشن　　　اے کہ چہرہ ہے ترا صبحِ درخشانِ جمال
جز ترےؐ کون ہے مخدومِ جہانِ خوباں　　　جز ترےؐ کون ہے کونین میں سلطانِ جمال

بے خودی کے عالم میں حافظ صاحب ایک اور حقیقت سے نقاب اُلٹتے ہیں۔ حافظ صاحب کے ندرت بیان کی بلائیں لینے کو دل چاہتا ہے۔

کبھی ان گلوں سے ملنے کے لیے صبا نہ آئے　　　ہو نہ جلوہ گر چمن میں جو نبیؐ کا نورِ تاباں

دوسرے مصرعے کی جتنی داد دی جائے حق ادا نہیں ہو سکتا

شاعر کو یہ بھی احساس ہے کہ جو دولتِ عشق اسے بخشی گئی ہے یہ کوئی معمولی چیز نہیں، یہ آسانی سے دستیاب نہیں ہوتی بلکہ انسان کی خوش نصیبی کی انتہا ہے۔ اگر اسے عشقِ حبیب ﷺ ایک ذرہ بھی نصیب ہو جائے کہتے ہیں:

بخت یاور ہو تو ملتی ہے تمنا تیریؐ
عشق رہبر ہو تو ہاتھ آتا ہے داماں تیراؐ

عندلیبِ گلستانِ جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی یقین افروز، ایمان پرور نعتوں کا مجموعہ ہے جس کا عنوان ''بابِ جبریل'' ہے۔ یہ چند اشعار منتخب نہیں کیے گئے کیوں کہ اس کے ہر شعر کا اپنا مقام ہے اور اس کی اپنی انفرادی شان ہے۔ جس کا انکار ممکن نہیں البتہ اسے ''مشتے نمونہ از خروارے'' کہا جا سکتا ہے۔ ان اشعار سے آپ دوسرے اشعار کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس مجموعہ میں چند ایسی نعتیں ہیں جن کا ہر شعر عشق و مستی میں ایک دوسرے سے فزوں تر ہے خصوصاً آہستہ چل کی نعت اپنے اندر ہزاروں جلوے رکھتی ہے۔

میں قارئین اور حافظ صاحب کے کلام کے درمیان زیادہ دیر حائل نہیں رہنا چاہتا۔ ہماری دلی دعا ہے کہ یہ نابغۂ روزگار، نعت کے میدان کا یہ بانکا شہسوار تادیر سلامت رہے تاکہ ان کی زبان نعت مصطفیٰ ﷺ کے گیت گاتی رہے اور ہمارے کان سنتے رہیں اور ہمارے دلوں میں عشق و مستی کی دنیا ہمیشہ آباد رہے۔ آمین ثم آمین

(بابِ جبریل کے دیباچے کے لیے لکھی گئی پیر کرم شاہ الازہریؒ کی بصیرت افروز تحریر)

☆☆☆

حفیظ تائبؒ

حافظ مظہر الدینؒ کی نعت

کب مرا دل تھا بے حضور، کب مری آنکھ تر نہ تھی
بندہ نواز کی نظر کب مرے حال پر نہ تھی

یہ جذب و شوق اور کیف و سرور میں ڈوبی ہوئی آواز ہمارے عہد کے عظیم اور مقبول ترین نعت گو حافظ مظہر الدین کی ہے۔ حافظ صاحب مرحوم لطیف بریلوی، امیر مینائی، رضا بریلوی، حسن بریلوی اور اکبر میرٹھی کی نعتیہ روایت کے امین تھے اور انہوں نے دبستان پنجاب کے سرور لاہوری اور مولانا ظفر علی خاں کے رنگ نعت سے بھی استفادہ کیا تھا۔ وہ حافظ قرآن حکیم اور جید عالم دین تھے۔

حافظ صاحب فارسی شعر و ادب پر کامل دست گاہ رکھتے تھے، چنانچہ ان کے تینوں نعتیہ مجموعوں میں فارسی کلام بھی شامل ہے۔ عربی میں بھی خاصی استعداد رکھتے تھے مگر ان کے علم و فضل نے ان کی نعت کو بوجھل نہیں ہونے دیا۔ سلاسل اور روانی، ندرت اور صفائی ہمیشہ ان کے کلام کا طرۂ امتیاز ہیں۔ اصل میں ان کی نعت کا چشمہ دل سے پھوٹتا ہے اور نعت میں ان کے علم و فضل کی بجائے ان کا عشق بولتا ہے:

مرے رنگ نعت میں ہے مرے دل کا سوز شامل   بہ زبان شعر و نغمہ مرا عشق بولتا ہے

ان کی نعت شاہؐ بحر و بر کے لامحدود حسن و جمال کا تذکرہ ہے۔ ان کے پہلے مجموعۂ نعت ''تجلیات'' کا سر آغاز ملاحظہ فرمائیں:

آؤ کہ ذکر حسن شہؐ بحر و بر کریں   جلوے بکھیر دیں، شب غم کی سحر کریں
جو حسن میرے پیش نظر ہے، اگر اسے   جلوے بھی دیکھ لیں تو طواف نظر کریں

حضورؐ کے حسن و جمال کے تذکرے میں انہوں نے رنگ نعت کے ساتھ رنگ غزل سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے:

رنگ غزل بھی ہے مرے اس رنگ نعت میں محدود ہے جمال شہؐ بحروبر کہاں

رنگ نعت اور رنگ غزل کے حسین امتزاج ہی سے ان کا جذب وشوق اور کیف و گداز میں ڈوبا ہوا لہجہ ظہور میں آیا ہے:

میں خستہ دل کہاں در خیرالبشرؐ کہاں پہنچی ہے اضطراب میں میری نظر کہاں
وارفتگی میں شوق زیارت تو ہے مگر شائستۂ جمال ہے میری نظر کہاں
اے کم سواد! عشق ترا ناتمام ہے اے دل! ہے دور روضۂ خیرالبشرؐ کہاں
شہر نبیؐ میں بکھرے مضامین پڑھ سکے اتنا بلند میرا مذاق نظر کہاں

نعت کے یہ خوبصورت اشعار مولانا حالی کی زمینِ غزل میں ہیں۔ ''تجلیات'' کی پہلی نعت اور کئی دوسری نعتیں مولانا احمد رضا بریلوی کی زمینوں میں ہیں:

مولانا حسن بریلوی سے لے کر احسان دانش تک کئی دوسرے بزرگوں کی زمینوں میں بھی انہوں نے نعتیں کہی ہیں مگر ہر کہیں حافظ صاحب کا منفرد و ممتاز لہجہ برقرار رہا ہے۔

ان کے لب و لہجہ کی اگر کسی حد تک مماثلت ہے تو وہ مولانا رضا بریلویؒ سے ہے۔ رضا بریلویؒ کی نعت کے دو شعر ملاحظہ فرمائیں اور پھر ان سے ملتے جلتے مضامین پر مبنی حافظ صاحب کے اشعار دیکھیں۔

سرکارؐ! ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں آقا حضورؐ! اپنے کرم پر نظر کریں
منزل کڑی ہے، شان تبسم کرم کرے تاروں کی چھاؤں، نور کے تڑکے سفر کریں

(رضا بریلوی)

کونین کو محیط ہے سرکارؐ کا کرم سرکارؐ آپ ہم پر کرم کی نظر کریں
راہِ نبیؐ میں غیر پہ تکیہ حرام ہے اے عشق! آ، بے سروساماں سفر کریں

(حافظ مظہر الدین)

بے سروسامانی میں اپنے عشق کو آواز دے کر حافظ صاحب نے کس ندرت کا التزام کیا ہے، اللہ غنی۔

حضور اکرمؐ کے ظاہری اور باطنی فیوض کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے معجزات کی طرف ایسے

بلیغ اشارات کرتے ہیں جن سے ان کے فیوض کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

وہ چاہیں تو صدف کو درِ بے بہا ملے　　وہ چاہیں تو خزف کو حریف گہر کریں
فرمائیں تو طلوع ہو مغرب سے آفتاب　　چاہیں تو اک اشارے سے شق القمر کریں

حافظ صاحبؒ کی نعتیہ شاعری کی اصل حضورؐ کی محبت اور آپؐ کی ذات قدسی صفات سے والہانہ شیفتگی اور نسبت ہے اور اس ایک رنگ سے انھوں نے کئی گلشن پیدا کیے ہیں۔ وہ حضور اکرمؐ سے اپنے تعلق کو ازلی گردانتے ہیں۔

میں اسی وقت سے منسوب تری ذات سے ہوں　　جب کہ جبریل امیں بھی ترا دربان نہ تھا

سبحان اللہ! کتنا لطیف اور نازک مضمون ہے۔ اسی قسم کا ایک مضمون پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ایک پنجابی مصرعے میں دیکھیں:

کن فیکون تے کل دی گل اے اساں اگے پیت لگائی

آپ کا شغف قرآن مجید سے مسلم ہے اور اس امتیاز نے ان سے صاحبِ قرآن کے بارے میں ایسے اشعار بھی کہلوائے ہیں۔

اللہ کو مرغوب ہیں کیا تیری ادائیں　　قل، کہہ کے سنی بات بھی اپنی ترے لب سے

اذ کا میلاد و معرج پر ان کی کئی والہانہ منظومات ہیں۔

میلاد رسولؐ کے عنوان سے طویل بحر کی ایک نعت اکبر میرٹھی کی زمین میں ہے، مگر اس میں حافظ صاحب کی روانی طبع نے عجیب رنگ و آہنگ دکھائے ہیں۔ حضورؐ کی ولادت کے فیوض کا تذکرہ کرتے ہوئے شاعر جب امت کے موجودہ حال کا ذکر کرتا ہے تو دل سے ہوک اٹھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

ساعتِ ذکر پاکِ رسولؐ آ گئی　　سارے عالم پہ اک وجد چھانے لگا
مطربانِ ازل زمزمہ سنج ہیں　　روحِ کونین کو وجد آنے لگا
ساز فطرت سے نغمے ابلنے لگے　　دل کے جذبات شعروں میں ڈھلنے لگے
شاعر خوش نوا وجد میں جھوم کر　　روح پرور ترانے سنانے لگا
آج پھر تیری امت ہے خوار و زبوں　　دردمندوں کی آنکھوں سے جاری ہے خوں
میرے آقاؐ سفینہ ہے منجدھار میں　　میرے خواجہ سفینہ ٹھکانے لگا

یاور بے کساں، خلق کے راہ بر ہم غلاموں پہ بھی لطف کی اک نظر
تیرے قربان! مایوسیاں بڑھ گئیں تیرے قرباں یقیں ڈگمگانے لگا

آشوب امت کے بیان کے حوالے سے طلب رحمت ان کا مرغوب ومحبوب موضوع نہ تھا پھر بھی کہیں نہ کہیں یہ رنگ ضرور دیکھا جاسکتا ہے۔

کبھی اک زمانے میں تھی وجہ نازش ترے نام لیواؤں کی شان عالی
مگر اب تو ہے عبرتوں کا فسانہ ہم اہل مصیبت کی آشفتہ حالی
شب زندگی کی سحر کرنے والے خزف کو حریف گہر کرنے والے
عرب تیرے فیضان رحمت کا طالب عجم تیری چشم کرم کا سوالی

صدر ایوب کے دور حکومت میں روزنامہ ’’کوہستان‘‘ کی جبری بندش کے بعد جب اس اخبار نے اپنے دورنو کا آغاز کیا تو پہلے شمارے کی زینت حافظ صاحب کی ایک طویل بحر کی نعت بنی۔ اس نعت میں عجیب وغریب کیفیت تھی۔ ’’نغمہ نور‘‘ عنوان کی اس نعت میں حضورؐ کے فیوض و برکات کے ساتھ کہیں کہیں ظلمت شام غم اور حوادث زمانہ کا بھی تذکرہ ہے۔ مگر حضورؐ کے اسم گرامی اور ذات والا صفات کے فیوض و برکات کو ظلمات اور حوادث پر حاوی دکھایا گیا:

ظلمت شام غم کے ہیں سائے گھنے، تیرگی نے بچھائے ہیں دام آج کل
میری دنیا میں پھر بھی سکوں ریز ہے، جلوۂ حسن ماہ تمام آج کل
میرے خواجہؐ! حوادث کے طوفان میں، دے رہا ہے مزا تیرا نام آج کل
دل میں بھی ہے درود وسلام ان دنوں، لب پہ بھی ہے، درود وسلام آج کل

وہ شکایت زمانہ کے قابل نہیں مگر جب نعت شہؐ دوسرا کہنے کی بھی فرصت نہیں پاتے تو ان کا جی بھر آتا ہے:

فرصت کہاں کہ نعت شہؐ دوسرا کہوں مجھ خانماں خراب کو دور فتن ملا

اہل دل ہمیشہ اہل دنیا کے جور وستم کا ہدف رہتے ہیں مگر زبان نہیں کھولتے، ہاں اس بھری کائنات میں ایک آستاں ایسا بھی ہے جہاں پہنچ کر اپنا سینہ کھول کر دکھانے کو جی چاہتا ہے اور ’’الامان‘‘ کی چیخ نکل جاتی ہے:

اے مسکن رسولؐ ہمیں بھی پناہ دے ہم تنگ اہل جور کی دنیا سے آئے ہیں

اردو نعت کے مجدد مولانا ظفر علی خاں کے رنگ و آہنگ سے بھی انہوں نے اثر قبول کیا ہے اور ایسی نعتوں میں سیرت پاک کے خدوخال اور تعلیمات رسول مقبولؐ کے عکس دیکھے جا سکتے ہیں:

تری آمد کی مبشر ہیں زبور و انجیل تری تصدیق میں نازل ہوا قرآن حکیم
تری ایک ایک صدا رحمت باری کا پیام تری ایک ایک ادا حجت و برہان عظیم
تری رحمت نے گداؤں کو بنایا سلطان تری تدبیر نے کی نوع بشر کی تنظیم
خالق سیرت و کردار میں تیرے افکار ضامن عدل و مساوات ہے تیری تعلیم

ان کا درود و سلام بھی اسی رنگ میں ہے اور نہایت حقیقت افروز و شوق افزا ہے:

اے کہ ترا جمال ہے رونق محفل وجود اے کہ تری نمود ہے جلوہ طراز ہست و بود
یاد تو داد لذتے، ذکر تو شوق من فزود تجھ پہ درود اور سلام، تجھ پہ سلام اور درود
صلی علی نبینا، صلی علی محمدؐ

ان کی شاعری کا بیشتر حصہ آرزوئے حضوری، کیفیت حضوری اور فیوضات حضوری پر مبنی ہے۔ ''تجلیات'' میں آرزوئے حضوری کی تڑپ اور کسک کا رنگ غالب ہے تو ''جلوہ گاہ'' سفر شوق کی روداد ہے۔

''باب جبریل'' میں کیفیات و فیوضات حضوری کے عکس دیکھے جا سکتے ہیں۔ سرزمین حجاز سے وابستگی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنی مٹی کو 'یثربی'' قرار دیتے ہیں:

تیری مٹی ہے یثربی مظہر تجھ سے آتی ہے بو مدینے کی

وہ گھر کو فراق کی منزل اور حجاز مقدس سے دور گزرنے والی زندگی کو مسافرت سمجھتے ہیں:

میر عرب! عجم میں سکون نظر کہاں
یہ تو مرے فراق کی منزل ہے گھر کہاں

....

سفر حجاز مقدس کا اختیار کریں
مسافرت کو کریں ترک اپنے گھر کو چلیں

مگر جب وہ اپنے روحانی وطن میں پہنچ جاتے ہیں تو ان کا ادب اور تقاضائے احتیاط یہ کہلواتا

ہے کہ:

ذرے ذرے میں ہے دل اے سارباں آہستہ چل
یہ ہے راہ سرورؐ کون و مکاں آہستہ چل

یہ راہ نور و راہ حجاز، اب اپنے ممدوح کی بارگاہ ناز کے قریب تر ہوگا مگر ہماری نظروں سے اوجھل اور ہمیں اب اس کی خبر، اس کی نعت کے حوالے سے ملے گی، جو سرتاپا گداز و نیاز ہے جو سر بسر حسن و غنا ہے اور جو مجسم نور و حضور ہے.......... وہ خود کہہ گیا ہوا ہے:

اک عمر سے میں نعت کے انوار میں گم ہوں
اب میرا پتہ نعت پیمبرؐ سے ملے گا

☆☆☆

نعت فورم کی جانب سے
راجا رشید محمود کو مختلف شعراء کی حضرت داتا گنج بخشؒ کی
شان میں کہی ہوئی مناقب کے انتخاب
نذرِ داتاؒ
کی اشاعت پر مبارکباد

امین راحت چغتائی

حافظ مظہر الدینؒ جدید ادبی نعت کے پیش رو

وہ بڑی سعادتوں کا عہد تھا جس میں حافظ مظہر الدینؒ (۱۹۱۷ء تا ۱۹۸۱ء) زندہ تھے اور نعت گوئی سے اردو ادب میں ایک خاموش انقلاب برپا کر رہے تھے۔ ان کی نعت میں لطافت آفرینی، نادرہ کاری اور مرصع کاری کے سب ہی اوصاف تھے۔ شعر گوئی، ترکیب اور کوئی خیال ایسا نہ تھا جو آداب رسالتؐ یا تقاضائے توحید سے معارض ہو اور ہوتا بھی کیسے حافظ صاحبؒ نے ساری عمر عشق رسولؐ میں بسر کی تھی۔ مقام آشنا و حق آگاہ شاعر تھے۔ میں ان کے مجموعہ ہائے نعت تجلیات، جلوہ گاہ، باب جبریل اور میزاب کی بعض نعتوں کا پہلا سامع تھا۔ میرا، ان کا ساتھ تیس برس رہا۔ ہماری نشست کا ایک غیر تحریر شدہ معاہدہ یہ تھا کہ اس میں بہ استثنائے مجبوری کوئی تیسرا شخص مداخلت نہ کرے۔ معاہدے کی بالعموم اس قدر پابندی کی جاتی کہ حافظ صاحبؒ مجھے اپنی نشست گاہ میں داخل ہوتا دیکھتے ہی اپنے ارادت مندوں تک کو فوراً رخصت کر دیتے اور پھر ہم مقامات حریری سے مقامات آہ و فغاں تک سبھی امور پر بڑے اطمینان سے گھنٹوں گھنٹوں گفتگو کرتے۔ تازہ کلام، بالالتزام سنایا جاتا۔ حافظ صاحبؒ پر نعت سناتے وقت رقت طاری ہو جاتی اور اس قدر آنسو بہتے کہ ان کی ریش مبارک بھیگ جاتی۔ تخلیے میں گفتگو کا ایک جواز یہ بھی تھا کہ ہم یاد سرکارؐ میں دل کھول کر رو سکیں۔

میں نے اپنی ۷۷ سالہ زندگی میں دو شاعر ایسے دیکھے جو اپنی نظم اور نعت سے غزلیہ مشاعروں کو الٹ دیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک تو مشہور نظم گو پروفیسر شور علیگ تھے اور دوسرے نعت کے سرخیل حافظ مظہر الدینؒ، حافظ صاحبؒ نے مشاعروں میں ہمیشہ نعت یا نظم پڑھی اور بڑے ثقہ ادباء و شعراء سے خراج تحسین وصول کیا۔ جاذب نظر خدوخال، نشیلی آنکھیں گھٹے ہوئے جسم پر شیروانی ڈالے سیاہ جناح کیپ زیب سر کیے جب مشاعرے میں مائیک پر آتے تو ان کی پرکشش شخصیت

اور پاٹ دار آواز سامعین پر چھا جاتی اور پھر وہ جس شعر کے جس لفظ یا ترکیب پر جس طرح چاہتے، داد پاتے۔ اب بھی غزل کے مشاعرے میں نعت پڑھنا کوئی آسان کام نہیں، پچاس یا ساٹھ کی دہائی میں تو فی الواقع یہ بہت دشوار تھا مگر حافظ صاحبؒ کی مشکل پسند طبیعت ایسے ہی کاموں سے آسودہ ہوتی تھی۔

حافظ صاحبؒ نے نعت کو ادب عالیہ کا جزو بنا دیا تھا۔ نعت اپنے تمام تر روحانی کیف و مستی کے ساتھ ادب کے اس مقام پر نظر آتی تھی جہاں بڑے سے بڑا ادیب بھی سر دھنتا تھا، داد دیتا تھا اور کلام کو ہاتھوں ہاتھ لیتا تھا۔ حافظ صاحبؒ شعر کیا کہتے تھے۔ الفاظ کے نگینے جڑتے تھے۔ مرصع کاری کا فن قدرت کی عطا تھی۔ مترنم آفرینی، اپنے پیر و مرشد خواجہ سراج الحقؒ کے فیضان نظر اور والد ماجد مولانا نواب الدینؒ کی آغوش تربیت کا نتیجہ تھی۔ والد ماجد کے ارادت مندوں میں مولانا مرتضٰی خان مکیش، حفیظ جالندھری، مولانا عبدالمجید سالک، حاجی لق لق، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، ساحر صدیقی، الطاف پرواز، عزیز حاصل پوری اور نذر صابری الحسینی جیسی نابغۂ روزگار شخصیتیں شامل تھیں، ان کی صحبتوں میں حسن ذوق و حسن شعر نکھر نکھر گیا ہوگا۔ ایک سیلانی بزرگ صوفی عبدالرزاق راج پوری بھی اجمیر شریف کی روح پرور فضاؤں کے پروردہ، ستکوہا ضلع گورداسپور میں والد کے آستانے سے آ لگے تھے۔ صرف و نحو اور فن عروض کے ماہر تھے۔ امیر مینائی کے تلامذہ میں سے تھے۔ خود شعر نہیں کہتے تھے۔ شعر کے زرگر تھے۔ ان کی زرگری بھی حافظ صاحب کے کام آئی۔ حافظ صاحب نے کسی زمانے میں اپنے کوائف لکھنے کی ٹھانی تھی لیکن ایک صفحہ لکھ کر طبیعت اچاٹ ہوگئی ہوگی۔ ارادہ ترک کر دیا۔ یہی ایک صفحہ ان کے صاحبزادگان کے ہاتھ لگا جس سے مذکورہ صدر معلومات حاصل ہوئیں۔

حافظ مظہر الدینؒ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے وابستگان اور خلفاء میں سے تھے جیسا کہ ان کی ایک منقبت کے آخری مصرع سے بھی ظاہر ہے کہ ''دل ہے صابر پہ فدا، جان ہے قربان فرید'' لیکن پیر جماعت علی شاہؒ کے مدرسہ نقشبندیہ اور مشہور دینی درسگاہ دیوبند کے بھی فیض یافتہ تھے اور یہیں حضرت سیماب اکبرآبادی کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہوئے اور تا زندگی اپنے استاد کا ذکر بڑی محبت سے کرتے رہے۔

حافظ صاحب کی دلکش شخصیت بڑی پہلو دار تھی۔ انہوں نے قرآن کریم پٹیالہ کے ایک متمول تاجر خاندان کی حافظۂ قرآن خاتون سے حفظ کیا۔ یہ خاندان ان کے والد کے ارادت مندوں میں سے تھا مگر درس نظامی کی تکمیل حزب الاحناف لاہور سے کی۔ ان کی روحانی و ادبی تربیت میں سب سے زیادہ دخل، ان کے اپنے میلان طبع کا تھا۔ طبیعت میں جلال و جمال کا بڑا دلچسپ امتزاج رکھتے تھے، بذلہ سنج تھے۔ جلوت میں جانِ محفل بننا جانتے تھے اور

''اللہ رے اس نگاہ کی معجز نمائیاں
ہر اک کو ہے گماں کہ مخاطب ہمیں رہے''

کا اطلاق ان پر بھی کیا جا سکتا تھا۔

ادبی نعت

حافظ صاحب کی نعت میں جو ادبی چاشنی تھی، وہ آہستہ آہستہ ہمارے شعری ادب کے مزاج میں رچ بس گئی اور پھر وہ مرحلہ آ گیا جب ہمارے عصری ادب کے ایک بڑے ادبی مجلّے ''فنون'' میں نعت کی باقاعدہ اشاعت ہونے لگی اور ہمارے سبھی بڑے شعراء بطور خاص نعت کہنے لگے۔ میں خود اسی تحریک کے ریلے میں نعت کی طرف آیا۔ جس طرح نعت کو ادبی رنگ دینے کی سعادت حافظ مظہر الدینؒ کے حصے میں آئی اسی طرح نعت کو ادبی مقام دینے کا اعزاز جناب احمد ندیم قاسمی کو حاصل ہوا اور انہوں نے خود بھی پورے انہماک سے نعت کہی۔ اس کے بعد دیگر ممتاز ادبی رسائل نے بھی نعت کے ادبی مقام کا اعتراف کیا مگر اس بات کا اقرار لازم ہے کہ یہ حافظ مظہر الدین کے اسلوب بیان کا حسن ہے جس سے آج کی ادبی نعت ضوریز ہے۔

حافظ صاحب کی نعت کے محاسن پر ابھی بہت کم لکھا گیا ہے۔ وہ شان الوہیت اور شان رسالت کے بیان میں حفظ مراتب سے بخوبی آگاہ تھے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جو شعراء توحید و رسالت کے بیان میں محتاط ہوتے ہیں، وہ شعر کے جمالیاتی پہلو کو بسا اوقات نظر انداز کر جاتے ہیں لیکن حافظ مظہر الدین کا جمالیاتی ذوق ان کے شعور کے پہلو بہ پہلو سفر کرتا ہے اور جہاں ضرورت محسوس ہوتی ہے فوراً کمک کو پہنچتا ہے اور شعر اپنے منصب جمال پر پوری طرح جلوہ افروز نظر آتا ہے۔ حافظ صاحب کا نعتیہ کلام، بنیادی طور پر جمالیاتی شاعری سے متصف ہے۔ میں انہیں شاعر جمال سمجھنے میں کبھی متذبذب نہیں ہوا۔ ان کی نعت کا یہ اتنا بڑا وصف ہے کہ اس پر ایک الگ مضمون

باندھا جا سکتا ہے اور یہ وہ خصوصیت ہے جو انہیں معاصر نعت گو شعراء سے ممتاز کرتی ہے۔

یوں تو ظاہر ہے کہ نعت، عشق رسولؐ سے ہی عبارت ہے مگر حافظ صاحب کے ہاں یہ عشق، رقصاں نظر آتا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک عشق اور رقص، سرمستی کی ارفع ترین کیفیت کا نام ہے۔ یہ انوکھی کیفیت کا نام ہے جس کا اظہار از خود ہوتا ہے۔ انسان اس پر قدرت نہیں رکھتا اگر یہ کیفیت کسی ضابطے کی پابند ہوتی تو عشق یا رقص کہلاتی ہی کیوں؟ مگر دیکھیے کہ یہ دیوانہ بکار خویش کتنا ہوشیار ہے، عشق بھی کرتا ہے، رقص بھی کرتا ہے۔ کیف و سرمستی کا اظہار بھی کرتا ہے اور دامن کو بھی تار تار ہونے سے بچائے رکھتا ہے کہ وہ جس شاہوں کے شاہ دربار میں حاضری کی تمنا رکھتا ہے، وہ شارع علیہ السلام کا دربار بھی ہے۔ مثال کے طور پر حافظ صاحب کا یہ شعر پڑھیے اور دیوانے کی ہوشیاری کی داد دیجیے:

آرزو ہے کہ جب جاں ہو تن سے جدا
سامنے روئے زیبائے سرکارؐ ہو
میرا ہر لمحہ ہو مستیوں کا امیں
میرا ظلمت کدہ نورالانوار ہو

حافظ صاحبؒ کی نعت میں عشق و رقص کو بہت دخل ہے۔ نعت کہتے وقت ان پر جو کیفیت طاری ہوتی تھی، اس کا میں عینی شاہد ہوں۔ ایسے لمحوں میں میرا در آنا میری خصوصی مراعات میں سے تھا، وہ نعت کہتے ہوئے اپنی نشست گاہ میں ایک مخصوص آرام دہ کرسی پر بیٹھتے تھے۔ سامنے ایک لمبی تپائی پر ان کا ایک پیڈ، قلم، پنسل، ربڑ، بلیڈ، گوند کی شیشی، کاپی، ایک شیشے کا گول پیپر ویٹ اور چند دیگر متعلقہ اشیاء بڑے قرینے پر سجی ہوتی تھیں، ناشتے کے بعد حقے کے جلو میں نشست گاہ میں وارد ہوتے۔ کچھ دیر استغراق کے عالم میں رہتے۔ مصرع طرح صبح اٹھتے ہی دماغ میں گھومنے لگتا تھا۔ بحر، قافیہ، ردیف کا انتخاب بستر خواب پر ہی ہو چکا ہوتا تھا۔ حقے کی نے سے جلدی جلدی چھوٹے چھوٹے کش لگاتے۔ سر رقص میں آتا اور گنگناہٹ کے ساتھ اشعار کا نزول شروع ہو جاتا۔

رقص کرتے ہوئے سامان سفر باندھا تھا
وجد کرتے ہوئے سرکارؐ تک آ پہنچے ہیں

بعض اوقات قلبی کیفیت سے بے قابو ہو جاتے تو گنگناتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں سے

تپائی پر تھاپ بھی دیتے۔ سر بدستور جھومتا رہتا اور آنکھیں وضو میں مصروف ہو جاتیں۔

بے وضو عشق کے مذہب میں عبادت ہے حرام
خوب رو لیتا ہوں خواجہؐ کی ثنا سے پہلے

جب ''مشتاقی وصبوری از حد گزشت یارا'' کی کیفیت طاری ہوتی، طبیعت مچلتی تو پھر دونوں بازو دیوانہ وار اوپر اٹھا کر حق حق کے نعرے لگاتے، یہ دراصل اندرونی کرب کے اخراج کا ایک انداز ہوتا۔ چڑھی ہوئی آنکھیں معمول کی حالت پر آ جاتیں۔ آنسو تھم جاتے۔ رقص بند ہو جاتا۔ چہرے پر طمانیت کی لہر سی دوڑ جاتی۔ کرسی کی ہتھی پر پڑے ''پرنے'' سے آنسو پونچھتے اور اپنے قدم وضع کر کے موٹے سے نارنجی رنگ کے فونٹین پین سے پیڈ کے ایک ورق پر نعت لکھنے میں مصروف ہو جائے۔ حافظ صاحبؒ نے بجا کہا تھا:

انؐ کا فیضان نظر ہے، انؐ کا فیضان جمال
یہ جو کیف و رنگ کا عالم مری محفل میں ہے

ادبی سطح پر دیکھا جائے تو حافظ صاحب کی نعت، اکابر شعراء کے کلام کے ہم پلہ دکھائی دیتی ہے۔ الفاظ و تراکیب کا انتخاب ایسا کہ کہیں مترادف ہم وزن لفظ رکھ کر دیکھیں، مفہوم بدل جائے گا۔ حشو و زوائد سے پاک، سرمستی سے سرشار رواں دواں شعر، احتیاط اور سرمستی، دونوں متضاد عوامل۔ مگر حافظ صاحب کے ہاں پہنچ کر، دلآویز امتزاج کے مظہر۔ فارسی زبان میں ایک لفظ ''نفس ربا'' ہے جس کا معنی ہے وہ کلام جس کا پڑھنا، زبان پر سہل ہو، دشوار نہ ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترکیب، حافظ صاحب کی نعت ہی کے لیے تراشی گئی تھی۔ وہ بڑی عظمتوں والے شاعر تھے۔ ان کا کلام کہیں سے پڑھیے۔ شعر میں کہیں جھول محسوس نہیں ہوگا۔ آنحضورؐ کے حسن و جمال کی کیفیت سے سرشار کلام، اہل دل اور اہل نظر دونوں کو سیراب کرتا ہے۔ یہ مقامات سیرت اور مکارم اخلاق کا ترجمان بھی ہے اور روح عصر کے تقاضوں کا پیش رو بھی۔ باطنی ارادت بھی رکھتا ہے اور فکر کی لطافت بھی۔ یہ انفعال نہیں فعال ہے۔

میں اب بھی نغمہ بلب، سایۂ کرم میں ہوں
میں کل بھی نغمہ بلب، سایۂ کرم میں تھا

حافظ صاحبؒ کثیر الکلام اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کی دو کتابیں شمشیر و سناں اور حرب

وضرب قومی نظموں یعنی حرکت وعمل کے پیغام پر مشتمل مجموعۂ ہائے کلام ہیں۔تجلیات (۱۹۶۹ء) جلوۂ گاہ (۱۹۷۵ء) باب جبرئیل (۱۹۷۸ء) اور میزاب (۱۹۹۶ء) نعتیہ کلام کے مجموعے ہیں۔نثر میں وادی نیل، جرجی زیدان کے عربی ناول کا ترجمہ ہے۔نشان راہ کی تین جلدیں دینی افکار و مسائل سے تعلق رکھتی ہیں۔''نورونار'' حافظ صاحبؒ کا متصوفانہ غزلیہ کلام ہے۔روزنامہ تعمیر، راولپنڈی اور روزنامہ کوہستان راولپنڈی، لاہور، ملتان میں لکھے گئے فکاہیہ کالم ''پھول اور کانٹے'' اورنشیب وفراز بھی تدوین وتالیف کے منتظر ہیں۔مگر حافظ صاحب کا اصل میدان نعت ہے جو ہماری دانش گاہوں میں تحقیق وتحریر کی سطح پر اعتنا چاہتی ہے۔

مختصر یہ کہ حافظ صاحب اس نعت گو قبیلے کے گل سرسبز تھے جن کی فکری وعملی تربیت خالص علمی، دینی اور ادبی فضا میں ہوئی تھی اور جو قال اللّٰہ و قال الرسول کے تقاضوں کو حرز جاں بنائے رکھتے تھے اور جن کے نزدیک سود وزیاں مہمل الفاظ سمجھے جاتے تھے۔

عشق میں لٹ کے سر بسر شاد تھے سارے دیدہ ور
مال و منال کا زیاں، ان کے لیے زیاں نہ تھا

دراصل حافظ صاحب کی شاعری کے دو ادوار ہیں۔ایک دور رجزیہ شاعری یا قومی نظموں سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا نعتیہ شاعری سے۔رجزیہ شاعری قیام پاکستان اور کشمیر کی تحریک حریت کا احاطہ کرتی ہے۔جزیہ شاعری چونکہ شکوہ الفاظ، ولولہ انگریزی، جذباتی آہنگ اور تلمیحات سے عبارت ہے۔لہٰذا حافظ صاحب کے ہاں یہ تمام اجزائے شاعری بھرپور انداز میں موجود ہیں اور اثر آفرینی کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔جن دور رجزیہ نظموں کے مجموعوں کا ذکر مذکورہ بالا سطور میں ہوا وہ بالترتیب ۱۹۵۰ اور ۱۹۵۴ء میں شائع ہوئے تھے۔ان مجموعوں میں حافظہ صاحب کی رجائیت نے جو اسلوب اظہار اپنایا ہے، وہ ان کے محکم ایمان اور پاکستان سے نظریاتی و جذباتی وابستگی کا بین ثبوت ہے۔قرآنی تلمیحات کو پاکستان کے پس منظر میں جس مؤثر انداز میں انہوں نے استعمال کیا ہے، وہ ان کے ایقان ،فکری آسودگی اور شعوری احتیاط کا غماز ہے۔انہوں نے شعر کو شعر کے مقام سے گرنے نہیں دیا۔نیز صحافت اور شاعری میں جو حد فاصل موجود تھے اب عبور کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔نتیجتاً ان کی رجزیہ شاعری بھی ان کی شعری عظمتوں کو اسی طرح اجاگر کرتی ہے جس طرح ان کی نعتیہ شاعری۔مثلاً ۱۹۴۷ء کی ہجرت کے دوران پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھتے

ہوئے انہوں نے سب سے پہلے جو نظم کہی اس کا ابتدائیہ یہ تھا۔

جہانِ نو میں جذبات فراواں لے کے آیا ہوں
میں قطرہ ہوں، مگر دامن میں طوفاں لے کے آیا ہوں
حذر، اے کفر کے طوفاں، قسم ہے زورِ حیدرؓ کی
ترے مد مقابل جوشِ ایماں لے کے آیا ہوں

بہر حال ذکر ہو رہا تھا حافظ صاحب کی نعت کا جو وہ اپنے عہدِ شباب سے ہی کہتے چلے آ رہے تھے لیکن قیامِ پاکستان کے بعد انہوں نے نعت کو بھی ایک ایسا رنگ و آہنگ دیا جو بعد میں آنے والوں کے لیے ایک نیا معیار بن گیا۔ حافظ صاحب نے نعت کو اس کے روایتی سانچوں سے نکال کر جدید عہد کے تقاضوں کے مطابق فکر و معنی کو نئی وسعتیں عطا کیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے عشقِ رسولؐ کے آداب سکھائے۔ یہ ایک ایسا نازک مقام ہے جہاں عشقِ رسولؐ کو اطاعتِ رسولؐ نہ سمجھنے والے شاعر کے لیے الجھاؤ کے امکانات ہمہ وقت موجود رہتے ہیں۔ حافظ صاحب نعت کو بھی ''مواحد'' سمجھتے ہیں ان کے نزدیک تمام اصنافِ سخن میں سے نعت توحید پسند ہے۔ تمام ضمائر کا مرجع ایک ہی ذات ہے اور اس ذاتِ واحد کا مقام

عبد دیگر، عبدہٗ چیزے دِگر
ما سراپا انتظار، او منتظر (اقبالؒ)

اور یہ التجا بھی اسی مقام کے پیشِ نظر کی گئی ہے کہ

مکن رسوا، حضور خواجہؐ، مارا
حساب من، زچشم او نہاں گیر (اقبالؒ)

دوسری بات جو انہیں دیگر نعت گو شعراء سے ممتاز کرتی ہے، وہ نعتیہ شاعری میں ان کا نظریاتی رویہ ہے۔ عام نعت گو شعراء صفات کے ذاکر ہیں جبکہ حافظ صاحب کا موضوع، حضور ختمی مرتبتؐ کی ذات ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صوفیاء کے نزدیک صفات کا ذاکر مسافر ہے۔ صاحب منزل نہیں۔ صفات جادہ ہے اور ذات منزل ہے اور یہ بات تو طے ہے کہ صاحب منزل، منزل کی بات کرتا ہے اور مسافر راہ کی جستجو کرتا ہے۔ کیوں کہ صفات کا مقصود ذات ہے۔ خوشبو پھیلتی ہے تو اس کا مقصد پھول تک لے جانا ہوتا ہے۔ روشنی کے انوار پروانے کی راہ بنتے ہیں اور انہیں شمع تک لے جاتے

ہیں لیکن حافظ صاحب کی نعت منزل آشنا ہے مثال کے طور پر ان کی نعتیہ نظم ''معراج'' دیکھیے۔

کون جز سرورِ دیں، عرش بریں تک پہنچا
کس نے قصر شہؐ لولاک کا زینہ دیکھا

یہاں عرش کو زینہ قرار دیا گیا ہے کیوں کہ عرش معراج کا جادہ ہے، منزل نہیں۔ عرش کے لیے ''زینے'' کی تشبیہہ اس تناظر میں اس سے پہلے کسی نعت گو شاعر نے استعمال نہیں کی (لفظ ''لولاک'' کی بحث ''مشکلات نعت والے مضمون میں گزر چکی ہے) اور جہاں تک آداب عشق کا تعلق ہے اس کے تقاضے تو انہوں نے ''تجلیات'' میں ہی بیان کر دیے تھے۔

نام لے باوضو مدینے کا — بات کر باوضو مدینے کی
آ کہ تکمیل جذب و شوق کریں — آ کریں گفتگو مدینے کی

پھر ان اشعار پر غور کیجیے۔

حضورؐ ایک نظر، اک نگاہ بندہ نواز — حضورؐ، ایک نظر، اک نگاہ بھی ہے بہت
مقربین کا حصہ ہے منزل محبوبؐ — مرے لیے تو مدینے کی راہ بھی ہے بہت

اسی کیفیت کے کچھ اور اشعار دیکھیے

وارفتگی میں شوق زیارت تو ہے مگر — شائستہ جمال ہے میری نظر کہاں

....

بے وضو عشق کے مذہب میں عبادت ہے حرام — خوب رو لیتا ہوں خواجہؐ کی ثنا سے پہلے

....

آج مظہر سے سر راہ ملاقات ہوئی — آج ہم نے بھی سگ کوئے مدینہ دیکھا

....

جو یہ کہیں کہ فقر کی شان میں دلکشی کہاں — ان کو در رسولؐ کا مجھ سا گدا دکھا کہ یوں

حافظ صاحب کی نعت عجیب کیفیت کی حامل ہے۔ ان کے ہاں احترام و آداب کا تقاضا یہ ہے کہ حضور رحمت العالمین کے قرب کی خواہش کرنے کے بجائے ان کی خاک کف پا کے وصل کی آرزو کی جائے اور حضورؐ روضۂ اقدس کی جالی کو چومنے کی بجائے انؐ کی دہلیز کی خاک کو سرمۂ چشم بنایا جائے اور حرم نبیؐ کے سایہ دیوار کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھا جائے یا پھر دعائیہ نعت وہ اس

جذب و کیف سے کہتے تھے کہ اسے سننے یا پڑھنے پر بھی وجد طاری ہو جاتا تھا۔ ایسی ہی ان کی ایک نعت آج سے کم و بیش چھپن سال پہلے جہاں بھی پڑھی جاتی تھی۔ محفل کو الٹ دیتی تھی اس کے دو شعر آپ بھی پڑھ لیجیے۔

ادھر بھی کوئی ابر رحمت کا چھینٹا ادھر بھی نظر بے سہاروں کے والی
نگاہوں میں ہے تیری بخشش کا عالم کھڑے ہیں تیرے در پر تیرے سوالی
ہمیں پھر عطا ہو جلال ابوذرؓ ہمیں پھر عنایت ہو شان بلالیؓ
دمکتے رہیں تیرے گنبد کے جلوے سلامت رہے تیرے روضے کی جالی

حافظ صاحب کو رقصاں بحریں اور زمینیں منتخب کرنے میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ ان کی نعت میں اس کا ایسا شائستہ وارفتہ اظہار ہوتا تھا کہ صاحب حال قاری رقص بسمل کا منظر دہرانے لگتا تھا۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

کب مرا دل تھا بے حضور، کب مری آنکھ تر نہ تھی
بندہ نوازؐ کی نظر کب مرے حال پر نہ تھی

....

تیرے فیضان محبت ترے اکرام کے بعد
اور اللہ سے کیا مانگوں اس انعام کے بعد

....

دشت غم میں بھی تری یاد مرے ساتھ رہی
عشق تنہا تھا مگر بے سروسامان نہ تھا

....

تھم اے بے بیتابئ شوق فراواں، کچھ سنبھلنے دے
ٹھہر اے دل کہ وقت مدحت خیرالانامؐ آیا

....

ترا نور صبح ازل کی ضو، ترا نور شام ابد کی لو
ترا نور جلوہ صبح بھی، ترا نور جلوۂ شام بھی

اسی آرزو میں مری عمر گزری — اسی آس میں میں نے دن ہیں گزارے
سکوں ریز ہوں گی مدینے کی گلیاں — مزا دیں گے طیبہ کے رنگیں نظارے

غزل کی ہیئت میں نعت کہنے میں دقت یہ ہے کہ آداب نعت پیش نظر نہیں رہتے۔ غزل کے مضامین در آتے ہیں یا پھر نعت گوئی کے ریلے میں بہتے ہوئے ایسے اشعار نوک قلم پر آ جاتے ہیں جنہیں پڑھنے سے فوراً احساس ہوتا ہے کہ شاعر کا ذوق شائستہ جمال نہیں۔ اگر نعت گو شعراء عشق رسول ﷺ کو کیف و مستی سے تعبیر کرنے کے بجائے اطاعت رسول ﷺ پر معمول کریں تو مقتضیات نعت بھی پیش نظر رہیں گے اور شاعر بھی شائستہ دربار رہے گا۔ حافظ صاحب کے ہاں ان دونوں تقاضوں کا احساس بدرجۂ اتم موجود ہے۔ ان کی نعت میں آپ کبھی غزل کا رنگ نہیں دیکھیں گے۔ ان کے الفاظ کا انتخاب ہی ایسا ہے کہ انہیں غزل کا مزاج دیا ہی نہیں جا سکتا اور جہاں تک نعت کی شائستگی کا تعلق ہے وہ تو کوئی ان سے سیکھے۔ مگر یہ بات بھی دراصل رسول ﷺ کے گھرانے کا ہی فیضان ہے جس کے باعث حافظ صاحب کی نعت سرخرو نظر آتی ہے۔ دیکھئے اس گھرانے کی نعت کا رنگ کیا تھا خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراءؓ ایک نعتیہ مرثیے میں فرماتی ہیں۔

ترجمہ: ''جس نے ایک مرتبہ بھی حضور ﷺ کے پاؤں کی خاک سونگھ لی تعجب کیا ہے۔ اگر وہ ساری عمر کوئی اور خوشبو نہ سونگھے۔''

اور حضرت امام زین العابدینؒ کے نعتیہ مرثیے کا یہ شعر دیکھیے۔

ترجمہ: اے باد صبا اگر تیرا گزر سرزمین حرم تک ہو تو میرا سلام اس روضے کو پہنچا جس میں نبی ﷺ محترم تشریف فرما ہیں۔''

دونوں بزرگ ہستیوں کے نعتیہ کلام میں جذبات کے اظہار میں جو احتیاط برتی گئی ہے وہی ہمارے لیے معیار کا درجہ رکھتی ہے۔ فخر موجودات، حضور ختمی مرتبت ﷺ خاتون جنتؓ کے لیے ایک مشفق باپ کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ ایسی صورت میں اگر وہ اپنی وارفتگی کا اظہار اس سے بھی زیادہ گہرے جذبات کے ذریعے کرتیں تو حق بجانب ہوتیں لیکن انہوں نے رخسار و گیسو یا کملی کا ذکر کرنے کی بجائے آنحضور ﷺ کی خاک کف پا کی خوشبو کے حوالے سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ اس لیے کہ حضور ﷺ اپنی بیٹی کے باپ ہی نہیں امام الانبیاء بھی تھے۔ اسی طرح حضرت امام زین العابدینؒ نے یہ کہیں نہیں کہا کہ وہاں سے اذن حضوری ملا تو میں جا کر روضہ اطہر کا طواف کرتے

ہوئے جالیوں کو چوم چوم کر سلام پیش کروں گا۔ انہوں نے یہ بھی کہیں نہیں کہا کہ حضور ﷺ مجھے اپنے بازوؤں میں لے لیجیے۔ میری تلاش میں سارے زمانے کی گردشیں ہیں اس لیے کہ جس گھرانے میں عشق کا مفہوم بارگاہ حق میں سر کا نذرانہ پیش کرنا ہو وہ عشق کو سراپا اطاعت کے سوا اور کچھ سمجھ ہی نہیں سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مقام آشنا بزرگ شعراء نے جب بھی نعت کہی حضور اکرم ﷺ کی خاک کف پا کو چومنے کی آرزو کی اور سگ کوئے مدینہ بننے کی دعا مانگی۔ بلکہ ان شعراء کی خوشی کا تو اس وقت کوئی ٹھکانا ہی نہیں ہوتا جب تاجدار مدینہ ﷺ کے کوچے کا کوئی کتا ان کا دامن کھینچتا ہے اور کھینچ کر اس جانب لے جاتا ہے جس جانب دل کھنچا جاتا ہے لیکن اسے بھی سوء ادب سمجھ کر ہمت نہیں پڑتی۔ بعض اوقات عجز و انکسار کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کوچے کے کتے سے بھی اپنے احوال کہنے کی جرأت نہیں ہوتی اور انجام کار شاعر اپنے آپ کو ہی اس در کا کتا سمجھ کر احوالِ دل کہہ لیتا ہے۔ عجز و انکسار کی دونوں کیفیتوں کے حامل یہ دو اشعار بغور پڑھیے اور دیکھیے کہ نعت گو اپنی عاجزی کے کس مقام سے شعر کہتا ہے:

شادم کہ دامنم سگ کوئے تو میکشد   دیں شادیٔ دگر کہ بسوئے تو میکشد

ترجمہ: میں خوش ہوں کہ میرا دامن تیرے کوچے کا کتا کھینچ رہا ہے اور یہ امر مزید خوشی کا باعث ہے کہ وہ کھینچ کر تیری ہی طرف لے جا رہا ہے۔

اب مذکورہ بالا دوسری کیفیت کا شعر دیکھیے۔

چوں باسگت نتوانم کہ عرض حال کنم   بخویش گویم و خود را سگت خیال کنم

ترجمہ: چونکہ تیرے (کوچے کے) کتے سے بھی عرض حال کہنے کی جرأت نہ ہو سکی اس لیے اپنے آپ کو ہی ترا کتا سمجھ کر خود سے اپنا حال کہہ لیا۔"

لیکن نعت میں ان لطیف احساسات و آداب کو ملحوظ خاطر رکھنے کی سعادت انہی شعراء کو نصیب ہوتی ہے جو مقام آشنا ہوں اور الحمدللہ حافظ صاحبؒ کا شمار اسی زمرے میں ہوتا ہے۔

ان کے صدقے جنہیں یاد شہؐ ابرار ملی   ان کے قربان جن آنکھوں نے مدینہ دیکھا
آج مظہرؒ سے سر راہ ملاقات ہوئی   آج ہم نے بھی سگ کوئے مدینہ دیکھا

حافظ صاحب کی نعت میں جمال نعت کا رچاؤ اپنی پوری حشر سامانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے

لیکن ان کا طرز احساس، ان کا قلم اور ان کے الفاظ اس اوج ماہ سے اونچا مقام رکھنے والے کی رہ گزر بننے کی آرزو سے آگے نہیں بڑھتا۔ جن شعراء نے قیام پاکستان کے بعد نعت کے میدان میں قدم رکھا ان پر حافظ صاحب کا بہت بڑا احسان ہے کہ انھوں نے نعت کے فن کو نہ صرف نیا پیرایۂ اظہار دیا بلکہ شائستگی کے آداب بھی سکھائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ غزل ایسی کافرہ صنف کو مومن بنا دیا۔

میں خستہ دل کہاں در خیرالبشرؐ کہاں
پہنچی ہے اضطراب میں میری نظر کہاں

....

رہ مدینہ میں قدسی بھی ہیں جبیں فرسا
یہ آرزو ہے مری جاں بھی خاک راہ بنے

....

جو درد سینے میں اٹھے وہ ان کی بخشش ہو
جو ٹیس اٹھے وہ رحمت کا اک بہانہ ہو

....

دل تپیدہ ملے، چشم اشکبار ملے
حضورؐ! کوئی محبت کی یادگار ملے

اس میں شک نہیں کہ اردو نعت میں تغزل کا باقاعدہ اہتمام امیر مینائی سے ہوتا ہے اور اردو صنف نعت پر ان کے احسانات کی فہرست بہت طویل ہے۔ پھر اپنے عہد سے قریب تر ہوتے ہوئے گرد و پیش پر نظر ڈالتے ہیں تو بیدم وارثی (۱۸۸۲ء تا ۱۹۳۶ء) کی نعت میں رنگ تغزل نظر آتا ہے۔ ان کے کلام میں انفرادیت تو ہے لیکن بسا اوقات ان کے سوز و گداز نعت پر غزل کا رنگ اس قدر چڑھا دیتے ہیں کہ نعت اور غزل کے آداب میں خط امتیاز کھینچنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے حافظ محمد مظہر الدین کی نعت سب سے الگ ایک ادیبانہ شان رکھتی ہے۔ انھوں نے کسی کا رنگ قبول نہیں کیا۔ انہیں کسی کا پیرایۂ اظہار پسند نہیں آیا۔ ان کے شعری مزاج نے کسی کا جامۂ الفاظ و تراکیب پہننا گوارا نہیں کیا۔ ان کے شوق طلب نے اپنی راہگزر کا تعین خود کیا اور پھر اس شوق طلب کی یکسوئی کا یہ عالم ہے کہ کسی کی رفاقت قبول نہیں کی کہ مبادا انہاک میں فرق آ جائے۔ یہی وہ شعری خصوصیات ہیں

جو کسی شاعر کو انفرادیت عطا کرتی ہیں۔ حافظ صاحب کی نظر ہمیشہ سرکارؐ دو جہاں کی رحمت و بخشش کے گہر بار دھارے پر رہی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نعت سے شوق کی سرمدی لذتیں بھی جھلکتی ہیں اور حزم و احتیاط بھی۔ انہوں نے نعت کو اس مقام پر پہنچا دیا جہاں بقول ریاض خیر آبادی

ہمیں خدا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا
نکل گئے ہیں بہت دور جستجو کرتے

اور اس جستجو کو سمجھنے کے لیے مابعد الطبیعاتی نقطۂ نظر کی ضرورت ہے کہ اس کی تجسیم ممکن نہیں۔

☆☆☆

کتابیں دنیا پر حکمرانی کرتی ہیں

1-	خلق خیر الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم	مؤلف: طالب الہاشمی
2-	یہ تیرے پراسرار بندے	مؤلف: طالب الہاشمی
3-	سیرت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ	مؤلف: طالب الہاشمی
4-	سیرت حضرت ابوایوب انصاریؓ	مؤلف: طالب الہاشمی
5-	سیرت حضرت سعدؓ بن ابی وقاص	مؤلف: طالب الہاشمی
6-	سیرت حضرت ابوہریرہؓ	مؤلف: طالب الہاشمی
7-	سلطان نورالدین محمود زنگیؒ	مؤلف: طالب الہاشمی
8-	خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ خادمانِ خاص	مؤلف: طالب الہاشمی
9-	وفود عرب بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں	مؤلف: طالب الہاشمی
10-	صحابہؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہندوستان میں	اکبر علی خان قادری
11-	خونیں تحریکیں	اظہر امرتسری

طٰہٰ پبلی کیشنز

19- ملک جلال دین (وقف) بلڈنگ چوک اُردو بازار لاہور

Ph:042-36120422 Mob:0333-4470509

ڈاکٹر ریاض مجید (فیصل آباد)

نعت گوئی کا رنگ دگر! حافظ مظہرالدینؒ

قیام پاکستان کے بعد کے اولین نعتیہ منظر نامے میں جن شاعروں نے اپنے اخلاص، انہماک اور ریاضت و وابستگی سے عقیدت کے رنگ بھرے۔ ان میں حافظ مظہرالدینؒ کا اسم گرامی نمایاں ہے۔ انہوں نے مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے اردو نعت کو آگے بڑھایا۔ ان کے اخلاص اور فن کا اعتبار، صنف نعت سے ان کی دلی وابستگی کے سبب ہے۔ حضور اکرمؐ کی ذات ستودہ صفات سے محبت وفدویت ان کے فکروفن کی بنیاد ہے۔ انہوں نے اس وقت نعت کو اپنے جذبات واحساسات کے اظہار کا ذریعہ بنایا جب اردو شاعروں کی توجہ اس صنف کی طرف کم کم تھی۔ اگر اس دور کے نعت گو شاعروں کی ایک فہرست (سرسری انداز میں) تیار کی جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان سے ذرا پہلے اور قریبی نعت گو شاعروں میں بہزاد لکھنوی اور ماہرالقادری اور ان کے ذرا بعد میں حافظ لدھیانوی اور حفیظ تائب صاحب کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔

دراصل اردو نعت کے پاکستانی دور کا عشرۂ ثانی ہی اس مبارک صنف کو ایک باقاعدہ اسلوب اور انداز بخشنے میں ایک بڑی اہمیت اور تاریخ ساز پیش رفت کا حامل ہے۔

بقول حفیظ تائب: ''اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی نظریاتی مملکت میں ذکر رسولؐ کا چرچا ہونا قدرتی اور فطری عمل تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے نعت میں اس انقلاب کی بازگشت سنائی دینے لگی جسے برپا کرنے کے لیے حضور اکرمؐ تشریف لائے تھے۔ وہ روحانی، تمدنی اور اخلاقی آشوب بطور خاص نعت کا موضوع بنا جس سے امت مسلمہ اور عہد حاضر کا انسان دوچار ہے۔ اس دور کے نعت گوؤں نے اپنے ذاتی اور کائناتی دکھوں کا علاج حضورؐ کی سیرت اطہر میں تلاش کرنا شروع کیا اور حضور اکرمؐ کے منشور حیات اور تعلیمات کو نعت میں سمو دیا۔ یوں اردو نعت زندگی سے ہم آہنگ ہو کر مقبولیت کی

حدوں کو چھونے لگی۔'' (ماہ نامہ ماہ نو، لاہور، خصوصی شمارہ مسلم فن وثقافت نمبر، مئی ۱۹۸۰ء، ص ۱۴۷)

حافظ مظہر الدینؒ کے نعتیہ کلام کا ظہور اس پس منظر میں اپنی دلی عقیدت اور جذباتی وابستگی کے اعتبار سے نمایاں کرتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود اس صنف سخن کی طرف کامل توجہ مرکوز رکھی بلکہ اپنے حلقہ اثر میں بھی اس کو فروغ دیا۔

حافظ مظہر الدین کے نعتیہ مجموعے تجلیات، جلوہ گاہ اور باب جبرئیل اور میزاب ہیں۔

حافظ مظہر الدین کا نعتیہ کلام عصر حاضر کی نعت میں جس انداز و روایت کا نمائندہ ہے۔ اس کا تعلق حضور اکرمؐ سے وابستگی و شیفتگی سے ہے۔ نعت گوئی حافظ مظہر الدین کے فن کا کوئی مختلف زاویہ نہیں بلکہ ان کا فن ہی نعت گوئی ہے۔ انہوں نے دوسری اصناف سخن سے کنارہ کشی کر کے اپنی تمام تر فکری و فنی صلاحیتیں تخلیق نعت کے لیے وقف کر دیں۔ نعت گوئی ان کے قلم کی عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نعت گوئی میں عبادت کی سی یکسوئی اور انہماک پایا جاتا ہے۔ ان کے کلام میں حُبّ رسولِ اکرمؐ کا استغراق نمایاں وصف کی حیثیت رکھتا ہے۔ اخلاص و گداز اور تاثیر و کیفیت کے تمام تر عناصر اسی صنف کی دین ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعوں میں ایک عاشق رسولؐ کے سفر عشق کے جذبات و کیفیات اور قلبی واردات و مشاہدات کی تنوع جھلکیاں ملتی ہیں۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے اپنی عقیدت و ارادت مندی کو اشعار میں سمونے کی جو کامیاب و مشکور سعی کی ہے وہ بہت کم نعت گو شاعروں کا مقدر بنی ہے۔ بقول ان کے:

یوں تو ہیں نعت کے اسلوب ہزاروں لیکن
طرح نو میری ہے، ہر رنگ دگر میرا ہے

دراصل یہ اخلاص فن اور کیفیت نعت ہی ان کا ''رنگ دگر'' ہے۔

ان کی نعتوں میں فقہی مسائل اور مذہبی معتقدات کے مضامین کی جگہ ارادت و عقیدت مندی کے جذبات کا بیان ہے۔ ان کی نعت کے موضوع ان کی اپنی ذات سے پھوٹتے ہیں جو عشق رسولؐ میں سرشار ہے۔ اسی سرشاری کی وجہ سے ان کے فکر و فن پر گہری عقیدت کی چھاپ ہے۔ ان کا رنگ نعت والہانہ ہے اور یہ خصوصیت دوسری خصوصیات سے افضل ہے۔

والہانہ پن کے بعد ان کے نعتیہ کلام کی دوسری نمایاں خوبی ان کی مضمون آفرینی ہے۔

انہوں نے نعت میں کئی خوبصورت مضمون پیدا کیے ہیں جو ان کی جدت طرازی اور نکتہ آفرینی کے مظہر ہیں۔

مثلاً یہ شعر دیکھیے:

جو حسن میرے پیش نظر ہے اگر اسے جلوے بھی دیکھ لیں تو طواف نظر کریں

....

اللہ کو مرغوب ہیں کیا تیری ادائیں "قل" کہہ کے سنی بات بھی اپنی ترےؐ لب سے

....

مرے لیے ہے جہنم کہ خلد داور محشر جو آج ہونا ہے وہ ان کے روبرو ہو جائے

حافظ صاحب کا یہ نعتیہ شعر علامہ اقبال کے معروف اشعار:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر روز محشر، عذر ہائے من پذیر
ور تو می بینی حسابم ناگزیر از نگاہ مصطفیؐ پنہاں بگیر

کے مقابلے میں حافظ صاحب کی یہ جرأت و جسارت نعت کا اچھوتا مضمون ہے۔

بقول خالد بزمی:

"حافظ صاحب کو حضور اکرمؐ کے رحمت اللعالمین اور شافع مذنبین ہونے پر اس قدر ناز ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس رحمت دو جہاں کے سامنے ان کے کسی نام لیوا کو جہنم میں بھیجا ہی نہیں جا سکتا۔ نکتہ طرازی کی یہ ایک عمدہ مثال ہے۔" (ماہنامہ محفل لاہور، اکتوبر ۱۹۷۷ء، ص ۲۰)

مظہر کی زبان شیریں و شگفتہ ہے۔ کیفیات پر حب رسولؐ کے بیان میں مایوسی کی بجائے سرمستی و نشاط کا پہلو غالب ہے۔ انتخاب و استعمال الفاظ میں وہ صنف نعت کی فنی نزاکتوں کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں سادگی اور بے ساختگی کا رنگ نمایاں ہے۔ کہیں کہیں علمی انداز بھی ملتا ہے۔

بقول گوہر ملیسانی:

"موضوع کی مناسبت سے رفعت و شکوہ کے لحاظ سے زبان کا ارفع و اعلیٰ ہونا بھی ضروری ہے مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ الفاظ کی رفعت مفہوم (اور نعت کے مجموعی اثر) کو غائب کر دے۔"

ان کے علمی انداز کی حامل نعتوں میں کیفیت و تاثیر موجود ہے۔ حب رسولؐ اور مدح جمال نبویؐ کے ساتھ ان کی نعتوں میں حضور اکرمؐ کے پیغام وارشادات بھی ملتے ہیں نیز پاکستان و اسلام کو درپیش مسائل کا اظہار بھی ملتا ہے۔ ''دیارِ حرم'' کا یہ شعر دیکھیے:

محافظانِ وطن ہیں رہین لاف و گزاف　　عوام بے عمل و کج ادا و کج رفتار

ان کی نعتیہ نظموں میں دیار حرم، ذکر میلاد، ربیع الاول، مطلع انوار، برہان عظیم، جام طور، شب معراج، تمغۂ نور، شب اسریٰ کے علاوہ قصیدۂ نوریہ اور تضمین بر نعت قدسی ان کے رنگ خاص کی عکاس و ترجمان ہیں۔ ان کے عاشقانہ رنگ میں اصلیت اور حب رسولؐ کی سرشاری وہ اوصاف ہیں جنھوں نے اردو نعت کو تاثیر و کیف کے متعدد گراں قدر نمونے دیے ہیں۔

وہ نعت گوئی میں سالک یزدی کے بقول روش عام سے ہٹ کر چلیں ہیں:

سالک مشو مقلد طرز جہانیاں　　رواندر ایں قطارو لے سرکشیدہ رو

معاصر نعت گوئی میں حافظ مظہر الدین کا ''رنگ دگر'' اخلاص و محبت سے لبریز ہے اور یہی ان کی نعت گوئی کا نمایاں وصف ہے۔

☆☆☆

نعت فورم کی جانب سے
ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم کی منفرد کتاب
نعتیہ ترونیاں
کی اشاعت پر مبارکباد

پروفیسر محمد اکرم رضا (گوجرانوالہ)

حافظ مظہر الدینؒ عظیم نعت گو

قسام ازل کی عنایات کے کیا کہنے جب خدائے قدوس کی رحمت بے کراں اپنے خاص بندوں کو نوازنے پر آتی ہے تو بندگان خاص پر فضل و کرم کی بادِ خنک کا یوں سایہ کر دیتی ہے کہ پھر وہاں الحاد و بے دینی کی بادِ سموم کا گزر تک نہیں ہوتا۔ تاریخ نعت گوئی کی انتہائی معتبر اور سر بلند شخصیت حضرت حافظ مظہر الدینؒ کا شمار بھی ایسے ہی خوش بخت نفوس میں ہوتا ہے کہ جن کے ہاتھوں میں قدرت نے ایک بار کلک نعت تھما دیا تو پھر زندگی بھر انہیں تحدیث نعمت کے طور پر رحمت خداوندی کے علمی تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی۔ آپ ممتاز کالم نگار، نامور ادیب اور نظم گو بھی تھے۔ ترانے لکھے تو ایسے کہ قومی ترانوں کا روپ دھار گئے۔ کوہستان (روزنامہ) میں علمی و فکری کالم لکھے تو بے شمار الحاد پرستوں کے دلوں کے زنگ دھوڈالے۔ نثر لکھی تو ایسی کہ آوازۂ فطرت میں ڈھل گئی مگر تمام فکری اور نظریاتی جہتوں پر کام کرنے کے باوجود انہوں نے نعت مصطفیٰ کے کوچہ نور سے ایک لحظہ کو بھی دوری اختیار نہیں کی۔

آپ کا تعلق ایک بڑے روحانی خاندان سے تھا۔ آپ نامور صوفی بزرگ حضرت نوابؒ دین کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت سراج الحقؒ کے فیوض قدسیہ سے دل و جان کو منور کر رکھا تھا۔ حضرت نوابؒ دین اور رہنمائے سالکان حضرت سراج الحقؒ کے باطنی اکرامات سے یوں فیض یاب ہوئے کہ زندگی بھر محبت رسولؐ کا درس دیتے رہے۔ نعت میں بھی اور نعتیہ نظروں میں بھی۔ دریچہ دل کو منور کرنے والے کالموں میں بھی اور عشق مصطفوی ﷺ سے آباد تحریروں اور مواعظ حسنہ میں بھی۔ آپ کی باتیں کانوں میں رس گھوتی اور دلوں کو منور کرتی تھی۔ غرض آپ کی ہشت پہلو شخصیت سے ایک زمانے کو متاثر کر رکھا تھا۔

نعت ایک زمانہ کہتا ہے اور کہہ رہا ہے بلکہ آج کا دور تو ہے ہی دورِ نعت۔ مگر حافظ مظہر الدین تو اپنی بلند فکری، نعتیہ پختگی اور عشق حضورؐ کی لے میں سرمست خود ایک دورِ نعت تھے۔ آپ سے ایک زمانہ

نعت و مدحت کی روشنی لیتا رہا۔ آپ کے کلام بلاغت نظام سے قلب و جان کو منور کرتا رہا۔ کتنے ہی ادبی ذوق رکھنے والے آپ کی پاکیزہ شعری محافل میں بیٹھ کر نعت گو بن گئے۔ انہیں فخر ہے کہ ان کے کلام نے حافظ مظہرالدین کے کلام سے علمی ہی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی اکتساب فیض کیا ہے۔

حافظ صاحب ایسے صاحب طرز خوش بخت شاعر تھے کہ ان کے کلام پر کسی کی چھاپ نہیں بلکہ بہت سے شعراء پر ان کے کلام کی گہری چھاپ ہے۔ بہت کم شاعر ہوتے ہیں جن کا کلام ان کی زندگی ہی میں زبان زد عام ہو جاتا ہے۔ حافظ صاحب کے درجنوں نعتیہ اشعار ان کے ذہن سے ابھر کر بے شمار عشاق رسولؐ کے دلوں کی دھڑکنوں میں سما گئے تھے۔ ان کے اشعار نعت خواں ہی نہیں عام لوگ اور مقررین بھی ترنم سے یا زیرلب گنگناتے اور اپنی تقاریر کی زینت بناتے تھے۔ یہ جانے بغیر کہ یہ کلام حافظ مظہرالدین کا ہے۔ شاعر کا شعری کمال ہی یہی ہے کہ اس کا کلام اس کے وجود سے آگے نکل جائے۔ آج حافظ صاحب ظاہری طور پر ہمارے درمیان نہیں مگر آپ کا کلام اپنی عالمگیریت اور ہمہ پہلو حیثیت کا اعلان کر رہا ہے۔

آپ کے بہت سے اشعار کالج دور میں سنے تھے مگر آج جب کہ ہم خود بڑھاپے کی منزلوں سے گزر رہے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ شعر ابھی ابھی کہے گئے ہیں۔ ان کی اشعار کی مقبولیت اعلان کر رہی ہے کہ اس صدی کے گزرنے کے بعد بھی شاید کچھ ایسا ہی احساس ہو۔ آپ بھی ہمارے ساتھ شریک فکر ہو جائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ بے کس نواز میں ہر مظلوم و بے کس اور دید شہر حضورؐ کے تمنائی نے اپنے قلب و نظر کی واردات بیان کی ہے مگر حافظ مظہرالدین کا مقبول عام انداز عشق و وارفتگی کے نغمات کچھ اور ہی انداز سے چھیڑتا ہے:

راہ نبیؐ میں غیر پہ تکیہ حرام ہے — اے عشق آ کہ بے سروساماں سفر کریں
چومیں ہر ایک ذرۂ راہ رسولؐ کو — سجدے قدم قدم پر سر رہگذر کریں
شعر و ادب بھی آہ و فغاں بھی ہے ان کا فیض — پیش حضورؐ اپنی متاع ہنر کریں
آؤ کہ ذکر حسن شہؐ بحروبر کریں — جلوے بکھیر دیں شب غم کی سحر کریں
جو حسن میرے پیش نظر ہے اگر اسے — جلوے بھی دیکھ لیں تو طواف نظر کریں
فرمائیں تو طلوع ہو مغرب سے آفتاب — چاہیں تو اک اشارے سے شق قمر کریں

اور پھر یہ نعتیہ اشعار اپنی دائمی بہار کی بنا پر سرمایہ ایمان بنے ہوئے ہیں۔ صاحب ایمان کے احساسات جب بوجھل ہونے لگتے ہیں۔ جب فکر و نظر کو تھکاوٹ کا احساس ہوتا ہے۔ جب جذبات

پر پژمردگی چھا جانے کا گمان ہوتا ہے تو ایسے عالم میں حافظ مظہر الدینؒ کے یہ اشعار ایمان کو تازگی، عشق کو بہار، جذبات کو وارفتگی، روح کو تازگی اور نظریات کو راحت و سکون عطا کرتے ہیں۔ یہ محض اشعار ہی نہیں ہیں بلکہ دعاؤں کی قبولیت اور مناجاتوں کی قبولیت کے لیے ذریعہ کامرانی بن جاتے ہیں۔انہیں پڑھیے اور قلب و روح کی تازگی کا سامان مہیا کیجیے۔

جب لیا نام نبیؐ میں نے دعا سے پہلے — میری آواز وہاں پہنچی صبا سے پہلے
کوئی آگاہ نہ تھا شان خدا سے پہلے — جلوہ بے رنگ تھا اک جلوہ نما سے پہلے
بے وضو عشق کے مذہب میں عبادت ہے حرام — خوب رو لیتا ہوں آقاؐ کی ثناء سے پہلے
دم آخر مجھے آقاؐ کی زیارت ہوگی — ایک دن آئیں گے سرکارؐ قضا سے پہلے
ہم نے بھی اس در اقدس پہ جمائی ہے نظر — جس جگہ منگتوں کو ملتا ہے صدا سے پہلے
نعت میں کیف و اثر کی ہے طلب تو مظہر — مانگ لے سوز در شاہ ہدیٰ سے پہلے

ان کی وہ نعت حاصل سخن ہے جس کی ردیف ہے ''اے سارباں آہستہ چل'' اسے پڑھ کر علامہ محمد اقبال کی ''ارمغان حجاز'' یاد آجاتی ہے۔جس میں علامہ نے سارباں سے آہستہ چلنے کی تلقین کی ہے اور بھی کئی شعراء نے یہ مضامین باندھے ہیں مگر حافظ مظہر الدین کا انداز ہی کچھ اور ہے۔حرم مصطفیٰؐ کی دید کے اشتیاق میں دیوانہ وار چلے جا رہے ہیں۔ بقول اعلیٰ حضرتؒ

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا — ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

حافظ مظہر الدین آگاہ ہیں کہ اس بارگاہ علیم میں حاضر ہو رہے ہیں جہاں فرشتے بھی ادب سے حاضری دیتے ہیں جہاں شاہان عالم عاجزی کو وظیفہ اظہار بنا کر آگے بڑھنے کی جرأت کرتے ہیں جہاں کے خزف ریزے بھی لعل و جواہر کو شرماتے ہیں۔

اسی لیے حافظ مظہر الدینؒ بھی سارباں سے بار بار آہستہ چلنے کی استدعا کر رہے ہیں کہ کہیں شوق کی بے تابی بے ادبی کا سبب نہ بن جائے دیکھیے تو

ذرے ذرے میں ہے دل اے سارباں آہستہ چل — یہ ہے راہ سرور کون و مکاں آہستہ چل
میں وفور کیف میں ہوں نغمہ خواں آہستہ چل — دیدنی ہے میری مستی کا جہاں آہستہ چل
قافلہ در قافلہ ہیں اب جنوں کی شورشیں — مستیاں ہیں کارواں در کارواں آہستہ چل
اس زمیں پر رات دن ہوتا ہے رحمت کا نزول — یہ زمیں ہے بوسہ گاہ قدسیاں آہستہ چل

جانے پھر کب ان مقدس وادیوں میں ہو گزر — لمحہ لمحہ ہے یہاں کا جاوداں آہستہ چل
ہو نہ جائے حادثہ کوئی جہان شوق میں — ہے جبیں نزدیک سنگ آستاں آہستہ چل

اور پھر یہاں شاعر کا جذبۂ شاد کامی عجز شعاری کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔

رک کہ میں بھی جھاڑلوں دامن سے گردِ معصیت — کیوں کہ طیبہ ہے جہان نوریاں آہستہ چل
کوہ وصحرا کی فضاؤں میں ہیں نغمات درود — مل گئی ہے خامشی کو بھی زباں آہستہ چل

حافظ محمد مظہر الدین نے آغوش ولایت میں پرورش پائی تھی۔ بچپن ہی سے محبت خدا و رسولؐ کے نغمے سنے تھے۔ ولایت اور تصوف کا حسن چاروں طرف بکھرا ہوا دیکھا تھا اس لیے بھی پاکیزگی قلب ونظر ان کے جذبات کا حصہ بن گئی۔ ان کی نعت گوئی میں محبت رسولؐ اپنی انتہائی بلندیوں کو چھوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اسی نے مدینہ طیبہ کی نورانی طلعتوں سے ان کے دل کی خلوتوں کو ہمیشہ کے لیے لا بسایا۔ یہ شہر رسولؐ کے ساربان سے آہستہ چلنے کا بار بار تقاضا کرتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ یہ شعوری اور لاشعوری طور پر مدینہ طیبہ کی عظمتوں کی گنبد خضریٰ کے جلوؤں اور تربت رسولؐ کی جمال آفرینیوں کو بہت زیادہ جانتے اور سمجھتے ہیں۔ بچپن سے زندگی کے آخری دور تک یہی حسن ان کے پیش نظر رہا۔ دیکھیے تو

مدینے کی فضا ہے اور میں ہوں — جمال حق نما ہے اور میں ہوں
مرا عالم ہے جذب و کیف و مستی — یہ نعتوں کا صلا ہے اور میں ہوں
سرشار مرا دل ہے مدینے کی طلب سے — یارب! ہے مری خاک عجم سے کہ عرب سے
کھل جائے اگر میرے لیے باب مدینہ — چھٹ جاؤں شب و روز کے اس رنج و تعب سے

اور اسی نعت میں قل ھو اللہ احد کی تفسیر ان کے اس شعر میں ملاحظہ کیجیے۔

اللہ کو مرغوب ہیں کیا تیری ادائیں — ”قل“ کہہ کے سنی بات بھی اپنی ترے لب سے

حافظ مظہر الدینؒ اپنے ایمان افروز نعتیہ کلام کی بدولت زندگی میں بھی اہل نظر کی آنکھوں کے ستارے تھے اور وصال کے بعد بھی خلق خدا اور عشاق رسولؐ کو اس طرح محبوب و مرغوب ہیں۔ بے شمار اصحاب نقد ونظر نے ان کی شاعری اور شاعرانہ بصیرت کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ مرحوم ان کی معروف کتاب ”باب جبریل“ کے دیباچے میں رقم طراز ہیں۔

”حضور نبی کریمؐ کے نعت گوؤں کی فہرست بڑی طویل ہے لیکن جس دل میں جتنا جذبۂ عشق

ہے اسی نسبت سے اس کے کلام کو شہرت اور قبول عام نصیب ہوتا ہے۔ حافظ مظہر الدینؒ جیسے عندلیب گلستانِ جمالِ مصطفوی ﷺ کی یقین افروز ایمان پرور نعتوں کا یہ مجموعہ ہے۔ اس کے ہر شعر کا اپنا مقام ہے اور اس کی اپنی انفرادی شان ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ اس مجموعے میں چند ایسی نعتیں ہیں جن کا شعر عشق و سرمستی میں ایک دوسرے سے فزوں ہے۔ نعت کے میدان کا یہ بانکا شاہسوار تا دیر سلامت رہے تا کہ ان کی زباں نعت مصطفیٰؐ کے گیت گاتی رہے۔

احسان دانش جیسا قد آور شاعر حافظ صاحب کی نعت گوئی کے حوالے سے یوں اظہار خیال کرتا ہے۔ ''حافظ مظہر الدینؒ کی ایک ایک نعت پر اگر لکھا جائے تو دفتر ہو سکتا ہے لیکن پھر سہولت پسند لوگ اصل کتاب کے حسن تک نہیں پہنچیں گے۔ دیباچے میں اشعار کا انتخاب میرے مشرب سے خارج ہے۔ میں عطار بگوئد کا قائل نہیں بلکہ مشک آنست کہ خود ببوید کا۔ حافظ صاحب کا نعت گوئی میں ایک مقام ہے اور ان کی نعتیں صاحب کتاب لوگوں میں زیادہ لطف دیں گی۔ (جلوہ گاہ)''

نامور محقق کے ان تاثرات کی روشنی حافظ صاحب کی چند نعتوں سے انتخاب ملاحظہ فرمائیے:

یا رب مجھے تفویض ہو انوار حرم اور — تو قادر و قیوم ہے اک بار کرم اور
سرکارؐ مجھے پھر دراقدس پہ بلا لیں — رہ جائے سگ طیبہ کا اک بار بھرم اور

....

عالم کیف میں تھا عالم انوار میں تھا — جب کہ میں جلوہ گہ احمدؐ مختار میں تھا
رکھ کے سر خاک مدینہ پہ بہت اونچا ہوں — کہ گزر ان کا اس کوچہ و بازار میں تھا

....

حرم سیدؐ ابرار تک آ پہنچے ہیں — سرزمین فلک آثار تک آ پہنچے ہیں
اس سے آگے کوئی جادہ ہے نہ منزل نہ مقام — کہ ترے کوچہ و بازار تک آ پہنچے ہیں

امام احمد رضا کی نعت کی پیروی میں حافظ کا انداز سخن وری ملاحظہ ہو۔

اصل ان کی ذات نور ہے صورت بشر کی ہے — تصویر آئینے میں بھی آئینہ گر کی ہے
وہ ہیں علیم ان کو ہر اک شے کا علم ہے — وہ ہیں خبیر ان کو خبر بے خبر کی ہے
جو در ہے بوسہ گاہ لب جبرئیل بھی — دامن میں بھیک اسی پاک در کی ہے

حافظ مظہر الدین نے اس دور میں نعت لکھی جب کاروان نعت کے پاؤں ڈگمگانے لگے تھے اور اگر کوئی نعت لکھ کر اخبارات و جرائد اشاعت کے لیے بھیجتا بھی تھا تو اسے نعت کے بجائے غزل گوئی کا مشورہ دیا جاتا تھا۔ راقم کے ساتھ بھی ابتدائی دور میں ایسا مرحلہ پیش آ چکا ہے۔ حافظ صاحب کا تعلق چونکہ اپنے ملک کے اس دور کے سب سے بڑے اخبار روزنامہ ''کوہستان'' سے تھا اور ان کا نام اور کلام غیر معمولی شہرت رکھتے تھے اس لیے کلام کی اشاعت سے کسی کو مفر نہیں تھا۔ حافظ صاحب کا یہ حسن اشاعت بے شمار نعت گو شعراء کے لیے بہانۂ اشاعت نعت بن گیا اور پھر تو نعت کی بادِ بہاری اس شان سے چلی کہ چاروں طرف نعت و مدحت کا ابر نو بہار چھا گیا۔

حافظ مظہر الدین کا دل ہمیشہ جذبہ عشق رسولؐ سے سرشار رہتا تھا۔ انتہائی بدیہہ گو، ادھر قلم اٹھایا اور نعت ہوگئی۔ نعت بھی ایسی کہ حاصل سخن گوئی قرار پائی۔ خواص و عوام آپ سے بھی پیار کرتے تھے اور آپ کے کمال نعت گوئی سے بھی۔ تصوف اور روحانیت کی محفلیں بھی سجاتے تھے۔ واعظ خشک نہ تھے بلکہ سنجیدہ ترین باتوں میں بھی مسکراہٹوں اور لطف و سرور کے موتی بکھیر دیا کرتے تھے۔ اس طور ایسے حاضرین جو پلکیں جھپکنے پر آمادہ نظر آتے تھے پھر سے تازہ دم ہو جاتے۔ بحمداللہ مجھ عاجز کو اس فرزند روزگار کے اعزاز میں منعقدہ کتنی ہی محافل میں شرکت کا شرف حاصل ہوا۔ جب بھی اٹھا اک جذبہ تازہ لے کر اٹھا۔

آج حافظ صاحب ہم میں نہیں مگر ان کی بہار آفریں نعتیں ان کے وجود دائمی کا احساس دلا رہی ہیں۔ سلام ہو اس عاشق رسولؐ پر جو زندگی بھر نعت گوؤں کے لیے شمع ضوفشاں بنا رہا اور جس کا یہ شعر اس کی زندگی کا حسن جاوداں معلوم ہوتا تھا۔ ہم اس تحریر کا اختتام آپ ہی کے اس شعر پر کر رہے ہیں۔

مرے رنگ نعت میں ہے مرے دل کا سوز شامل
بہ زبانِ شعر و نغمہ مرا عشق بولتا ہے

☆☆☆

خالد احمد

حافظ مظہر الدینؒ کی متاعِ ہنر

جو منصب مصطفیٰ نہ سمجھا
تخلیق کا مدعا نہ سمجھا
راز دلِ کبریا نہ جانا
جس نے انہیں مقتدر نہ مانا
محکوم حضورؐ خشک و تر ہیں
قبضے میں نبیؐ کے بحروبر ہیں
سرکار ہیں صورتِ الٰہی
قدرت کے وجود کی گواہی
انؐ کا ہے جہاں، خدا بھی انؐ کا
مقصود بھی مدعا بھی انؐ کا
مائل تھا کریم جو عطا پر
اڑنے لگا ذرہ بھی ہوا پر
میں گرچہ نحیف و زار بھی تھا
رہن غم روزگار بھی تھا
حیران بھی تھا خستہ و حزیں بھی
دامن بھی تھا چاک، آستیں بھی
کیسہ بھی تھا مال و زر سے خالی
لیکن تھا میں شاہ کا سوالی
رحمت نہیں، مال و زر کی طالب
رحمت نہیں دیکھتی معائب
بندے سے نیاز چاہتی ہے
سینے کا گداز چاہتی ہے
اشکوں کا خراج مانگتی ہے
آہوں کو عزیز جانتی ہے
ہوتی ہیں قبول یہ ادائیں
ہوتی ہیں عطاؤں پر عطائیں

....

صدقے میں رسولِؐ دوسرا کے
دیکھے ہیں مزار انبیاء کے
دیکھی ہے وہ مسجد امیہ
یحییٰؑ کا ہے جس میں پاک روضہ
وہ منظر حشر بھی یہیں ہے
سادات کے غم کا جو امیں ہے
یعنی وہ مہیب قید خانہ
زندہ غم و درد کا فسانہ

یونس ہیں فرات کے کنارے　　یاد آ گیا پھر، وہی زمانہ
جو ما ہے علیؑ کا آستانہ　　قدرت کے لطیف ہیں اشارے
شبیر کا آستان عالی　　آئینہ شان ذوالجلالی
دیکھے ہیں دمشق کے بھی بازار　　گزری تھی جہاں سے آلؑ اطہار
میں نے وہاں اپنی آنکھ نم کی　　روئیں جہاں بیبیاں حرم کی

''جلوہ گاہ'' سے گزریں تو حافظ مظہر الدینؒ کا طرز بیاں ''جرس زیب گلو''، کی طرح بج اٹھتا ہے اور ناقۂ بیاں کے خرام کے ساتھ دل مسجد حرام تک آ نکلتا ہے۔ حافظ مظہر الدینؒ ہمارے عہد کے تین بڑے نعت نگاروں میں سے ایک ہیں! ان کا حسن عقیدت، ان کے کلام کا حلقۂ بن گوش ہے اور یہ نشانی ہے کہ وہ کس ﷺ در کے غلام ہیں۔

اگر شعر نعت نہ بنے تو وہ شعر نہیں ہو پاتا اور جو نعت مرتبۂ شعر سے بلند تر زیب وزین منبر مدح حسن دل آراء نہ ہو جائے، نعت نبی ﷺ کے زمرے میں شامل ہی نہیں ہو پاتا لہٰذا نعت خوش نیتی کے درجے سے آغاز پاتی ہے اور عالی مرتبتی کی سرکار میں خوش مرتبت قرار پاتی ہے!

حافظ مظہر الدین کہتے ہیں!

آنسو قبول ہوں، در خیرالانام پر
نالے، طواف روضۂ خیرالبشر کریں
شعر و ادب بھی، آہ و فغاں بھی ہے ان کا فیض
پیش حضورؐ اپنی متاع ہنر کریں

یہ دو شعر حافظ مظہر الدین کے مسلک نعت گوئی کا دیباچہ ہیں اور مجھے یہ دونوں شعر، یہ سب کچھ لکھ لینے کے بعد اچانک یاد آ گئے تو مجھے معاف فرما دیا جائے۔

(یہ شعر بالکل درست طور پر درج کیے گئے ہیں۔ مدیر)

حافظ مظہر الدینؒ ایک اور جگہ فرماتے ہیں

نہیں ہوں میں نیا کوئی ثنا گستر محمدؐ کا
کہ ذکر شاہؐ دیں معمول تھا میرے اب وجد کا

نظر آتا کسی کو سایہ کیا تیرے حسیں قد کا
حسیں پیکر ترا تھا، آئینہ نور مجرد کا
تصور بھی سرور افزائے دل ہے سنگ اسود کا
کہ اس پر ثبت ہے بوسہ لب لعلین احمدؐ کا
عجب کیا گر بنیوں مورد خدا کے لطف بے حد کا
ثنا خواں ہوں رسول ہاشمی کے خال اور خدا کا
کہیں وصف رخ و گیسو، کہیں سے تذکرہ قد کا
مرا دیوان اک گل دستہ ہے نعت محمدؐ کا
برا ہوں یا بھلا لیکن غلام شاہ بطحا ہوں
مرا آقاؐ! مرا مولاؐ! ہے والی نیک اور بدکا

مجھے یہ تمام اشعار حافظ مظہرالدینؒ کے دائرہ کار نعت گری کے مدار طے اور واضح تر کرنے کی غرض سے عرض کرنا پڑے ہیں، ورنہ حافظ مظہرالدینؒ کے کلام سے آ گاہ لوگوں کے لیے اس میں کچھ بھی ''نیا'' نہیں اور اگر کسی کے لیے ''نیا'' تھا تو وہ اب ''نیا'' نہیں رہا لہٰذا مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے پہلے بیان کی طرف لوٹ چلوں کہ جناب حافظ مظہرالدین ہمارے عہد کے تین بڑے نعت نگاروں میں سے ایک ہیں۔ ''حسن ارادت''، ''حسن محبت'' اور ''حسن ادب'' کا یہ مرقع اللہ تبارک و تعالیٰ نے اٹھالیا اور اس کے تمام رنگ ہمارے درمیان عکس در عکس منعکس ہوتے رہنے کے لیے آزاد کر دیے! اللہ تبارک و تعالیٰ نے حبیب نبی اکرم ﷺ کے صدقے ہمیں یہ رنگ، اپنے کردار کے نقش و نگار میں بدلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) کہ ہم بھی حسین تر ٹھہریں۔ (ثم آمین)

☆☆☆

علاّمہ محمد شہزاد مجدّدی

حافظ مظہر الدینؒ......ایک صاحبِ حال نعت گو

حضرت حافظ مظہر الدین قادری چشتی علیہ الرحمہ اُردو فارسی نعت کی عارفانہ روایت کے امین نعت گو، صاحبِ حال صوفی باصفا اور فائز مسند ارشاد شیخ طریقت تھے۔ آپ (۱۹۱۴ء/۱۳۳۲ھ) کو گورداس پور کے قصبہ ''ستکوہا'' میں حضرت مولانا نواب الدین رام داسیؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ علم وعشق سے معمور فضا میں پروان چڑھے اور اپنے باکمال والد گرامی سے خوب علمی وروحانی استفادہ کیا۔

بقول گوہر ملسیانی مرحوم: ''آپ کے والد ایک عالمِ دین بلکہ پیر طریقت تھے۔ اکثر مناظروں اور علمی مباحث و دیگر مجالس میں شریک ہوتے رہتے تھے۔ مظہرؒ ابھی لڑکپن کی حدود میں تھے کہ آپ کے والد اجمیر شریف سے ایک سیلانی بزرگ کو لے آئے، جن کا نام صوفی عبدالرزّاق رام پوری تھا۔ یہ خضر صورت بزرگ شاعر تو نہ تھے لیکن انہوں نے علم عروض امیر مینائیؒ سے پڑھا تھا۔

مظہرؒ کی ابتدائی تعلیم میں اس بزرگ کا خاص حصہ ہے۔ آپ کے والد جب مناظروں یا عرسوں میں شرکت کے لئے جاتے تو وہ آپ کو بھی ساتھ لے جاتے۔ سفر وسیلہ ظفر ثابت ہوتا اور علم وآگہی کی محفلوں سے دل ودماغ معطّر ہوتے رہتے۔ آپ کے والد کے مریدوں میں شاعر، مفتی، مطرب وغیرہ سبھی طرح کے لوگ شامل تھے۔ مظہرؒ ابتدائی دور میں ہر فنکار کے فن سے دلچسپی رکھتے تھے مگر فطری رجحان شعر کی طرف تھا۔ اچھّا شعر غیر معمولی اثر کرتا جسے آپ تنہائی میں گنگناتے رہتے۔ اسی طرح اچھے اشعار کا وافر ذخیرہ آپ کے حافظے کی زینت بنتا چلا گیا۔ آپ کے والد گرامی خود بھی شعر کہتے تھے۔ انہیں تو نغمہ داؤدی ملا تھا۔ حلقۂ ذکر وفکر میں خود اشعار پڑھتے تھے۔ اسی شعر ونغمہ کی فضا میں مظہرؒ نے آنکھ کھولی۔ صوفیوں کا جذب وحال دیکھا اور اس ماحول کو آپ نے جذب کرلیا۔''

(عصر حاضر کے نعت گو: ص ۶۱۱)

تعلیمی مراحل :

حافظ مظہر الدین علیہ الرحمہ ایک عالم دین اور شیخ طریقت مولانا نواب الدین چشتی کے بڑے

صاحبزادے تھے۔ چنانچہ اس نسبت سے آپ کو علوم وفنون سیکھنے کے خوب مواقع میسّر آئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب آپ کے والد رام داس ضلع امرتسر آئے تو یہاں کی مقامی درس گاہ میں آپ نے داخلہ لیا۔ ڈیڑھ سال بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدرسہ نقشبندیہ میں داخلہ لیا جو علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں اب بھی موجود ہے۔ حفظ القرآن کی نعمت آپ نے پٹیالہ کے ایک معزّز ومتمول خاندان کی سلمٰی نامی خاتون کے زیرِ نگرانی حاصل کی وہاں بھی علمی وشعری صلاحیتوں کو جِلا ملتی رہی۔

حافظ مظہر الدین علیہ الرحمہ نے (۲۳۔۱۳۹۱ء) میں اپنے برادر اصغر مولانا صوفی غلام ربّانی کے ساتھی لاہور کے معروف دارالعلوم ''حزب الاحناف'' میں بھی علوم شرعیہ کی تحصیل کا شرف حاصل کیا اور اس زمانے کے اکابر علماء سے علمی فیض حاصل کیا۔ طریقت میں سلسلہ عالیہ قادریہ اور چشتیہ صابریہ کا فیض آپ نے اپنے والد گرامی کے علاوہ اس دور کے عظیم اور صاحبِ کمال شیخ طریقت خواجہ سراج الحق کرنالیؒ سے حاصل کیا، چنانچہ خود فرماتے ہیں:

؎ کیا بتاؤں مجھے کیا ہادیٔ برحق سے ملا
عشق سرکارؐ دیا ایک ولی نے مجھ کو

☆ یہاں ولی سے مراد حضرت خواجہ سراج الحق کرنالی علیہ الرحمہ ہیں۔

حافظ مظہر الدینؒ بلاشبہ ایک صاحب نسبت نعت گو ہیں اور یہ نسبت ہی ہے جو ذرّے کو آفتاب اور قطرے کو دریا بنا دیتی ہے۔ حضرت مظہرؒ کو اپنی اس نسبت کا پورا پورا ادراک بھی حاصل ہے اور وہ روحانی وعرفانی نسبت پر ناز بھی کرتے ہیں اور پھر ایک سچّے مرید باصفا کی طرح جابجا اس کا اظہار بھی انتہائی ادب واحترام کے ساتھ فرماتے ہیں:

بزم میں موجود ہے مظہرؔ سا بھی اک قادری
کچھ نہ کچھ ذکر شہِؒ بغداد ہونا چاہیے

(باب جبریل: ص ۷۹)

حضرت مظہرؒ کے کلام پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک صاحبِ علم وعرفان عالم ہی نہیں، بلکہ پیکر درد وسوز صوفی اور ایک مست الست درویش بھی ہیں۔ آپ تعلّق باللہ اور تعلّق بالرّسول ﷺ کے مراحل کو طے کرتے ہوئے کوچۂ فنافی الشیخ سے بھی گزرے ہیں اور یوں انہوں نے مدارج

محبت و عشق کو مستند عرفاء و صلحاء کی رہنمائی میں طے کیا۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مظہرؒ ایک مستند عاشقِ رسول ﷺ اور جدید اُردو نعت کے بانیوں میں سے ایک ثقہ نعت گو شاعر تھے۔ بابِ جبریل، جلوہ گاہ، تجلّیات اور میزاب اُن کے نعتیہ مجموعے ہیں۔ انہوں نے حمد، نعت، منقبت، سلام سب کچھ لکھا ہے اور حفظِ مراتب کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کمال قدرت سے اس فریضۂ عشق و عقیدت کو ادا کیا ہے، اُردو کے علاوہ فارسی میں بھی دادِ سخن دی ہے اور رومی و جامی و سعدی علیھم الرحمہ کی یادوں کو تازہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

رومیؒ و جامیؒ و سعدیؒ ہی پہ موقوف نہیں
اُن کے مدّاحوں میں مظہؔر کا بھی نام آتا ہے

(جلوہ گاہ:ص ۴۹)

حضرت مظہرؒ عارفوں اور عاشقوں کے مدّاح و معترف بھی ہیں اور اُن کے سوز و درد کے خزانوں سے مستفید ہونے کے تمنّائی بھی، چنانچہ جب حسنِ طلب کی منزل پر پہنچتے ہیں تو یوں گویا ہوتے ہیں:

تیری عظمتوں کے قرباں تیرے در سے مانگتا ہوں
دل سعدیؒ و نظامیؒ، دلِ رومیؒ و سنائی

کہیں یوں عرض گزار ہیں:

سوز رومیؒ و جامیؒ و عشق خسروؒ دے
بہ سوز سینۂ سعدیؒ و حافظؒ و خیام

اپنی نسبت روحانی کا والہانہ اظہار ایک اور جگہ یوں کرتے ہیں:

فائز جلوۂ خاصان خدا ہوں مظہؔر
دل ہے صابرؒ پہ فدا جان ہے قربان فریدؒ

حضرت مظہرؒ کی نعت کا ایک اختصاص اور انتہائی منفرد پہلو اِن کا ایمانی رسوخ اور اعتقادی وثوق ہے جسے وہ کمال مہارت سے جز و نعت بنا دیتے ہیں اور یوں اپنے پڑھنے اور سننے والے کو بھی اس دستر خوان کرم سے فیضیاب ہونے کا بھرپور موقع فراہم کرتے ہیں۔

شعر مظہؔر کے سناؤ کہ یہ مدّاحِ رسولؐ
فیض یاب درِ سرکارؐ نظر آتا ہے

....

مل کے مظہرؔ سے نئے نعت کے مضمون سنے
دور رہ کر ہمیں اندازۂ طوفان نہ تھا

مدینہ اور سرکارِ مدینہ ﷺ سے اُن کی روحانی وابستگی اور والہانہ دلبستگی اُن کا ایک اور وصف ہے جو کسی نہیں بلکہ وہبی لگتا ہے بلکہ کہیں کہیں تو وہ حدودِ صحو سے نکل کر سُکر کی وادی میں جا پہنچتے ہیں اور قلندرانہ انداز سے رقص کناں تصوّرات کے عالم میں سفر کرتے ہوئے دیارِ حبیب ﷺ میں جا پہنچتے ہیں:

رہ نبیؐ میں نہ تھا میں ہی ایک وجد کناں
ہوائے دشت کا جھونکا بھی رقص و رم میں تھا
راہ نبیؐ میں ہے کوئی دیوانہ رقص میں
صحرا ہے وجد و حال میں ویرانہ رقص میں

(جلوہ گاہ، ص۷۸)

حرم سیّدؐ ابرار تک آپہنچے ہیں
سرزمین فلک آثار تک آپہنچے ہیں

....

ہم سیہ کار بھی انوار تک آپہنچے ہیں
ہم گنہ گار بھی دربار تک آپہنچے ہیں
رقص کرتے ہوئے سامان سفر باندھا تھا
وجد کرتے ہوئے سرکارؐ تک آپہنچے ہیں

(جلوہ گاہ، ص۷۱)

آدابِ بارگاہِ رسالت (ﷺ) کے اِس پُل صراط کو بخیر وخوبی طے کر جانا اور شمشیر نعت کی تیز دھار سے ایمان بچا کر گزر جانا یقیناً قبیلۂ کشتگانِ عشق سے تعلق رکھنے والے کسی مردِ میدان کا ہی کام ہے۔ حضرت مظہرؒ ایسے ہی کاملین کے فیض یافتہ تھے جن کے بارے میں کہا گیا ہے:۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے قلبی وذوقی تعلق کے بھی مدارج ہیں اور یہ یکساں نہیں ہوتے بلکہ یہاں کی مے قدح خوار کا ظرف خود ہی دیکھ لیتی ہے اور طالب کی باطنی پیاس اس اہتمام اور کمالِ شفقت سے بجھائی جاتی ہے کہ اس کا کاسۂ طلب ٹوٹنے نہ پائے، چنانچہ حضرت مظہرؒ نے بھی ایمان کی اس گھاٹی کو بتدریج عبور کیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان پر حضرت اقبالؒ کے اس شعر کے اسرار و رموز کھل چکے تھے:

در دلِ مسلم مقام مصطفیٰ ست
آبروئے ما زِ نام مصطفیٰ ست

چنانچہ مظہرؒ فرماتے ہیں:

لذّت عجیب مدح شہِؐ بحر و بر میں ہے
اک کیفِ مستقل مرے قلب وجگر میں ہے
جو انؐ کے ذکر میں ہے وہ ہے انؐ کی یاد میں
جو انؐ کی راہ میں ہے وہ انؐ کی نظر میں ہے
سمجھو تو ہے وہ آئینۂ ذاتِ کبریا
دیکھو تو آدمی ہے لباسِ بشر میں ہے

حضرت مظہرؒ کی نعتیہ شاعری کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی منکشف ہوتی ہے کہ اگر کوئی طالبِ صادق بن کر بارگاہ نعت سے وابستہ ہو جائے تو نعت اسے منعوت ﷺ کے دربار تک لے جاتی ہے اور ایک مرشدِ کامل کی طرح اس کی روحانی کفالت کرتے ہوئے اسے منازل قرب حبیب طے کراتی ہے۔ کچھ ایسی ہی کیفیت ہمیں جناب مظہر الدینؒ کی ذات میں محسوس ہوتی ہے، انھوں نے جادۂ مدحت پر نعت ہی کو اپنا مرشد بنا کر زندگی گزاری اور نعت میں ایسے فنا ہوئے کہ سراپا نعت بن گئے۔ آج ان کے کسی بھی مجموعۂ کلام سے کوئی بھی نعت پڑھی جائے تو مذکورہ بالا الفاظ حقیقت کا رُوپ دھارتے دکھائی دیتے ہیں:

کیا دکھاتے ہیں زر و سیم یہ دنیا والے
ہم تو ہیں طیبہ و بطحا کی تمنّا والے

خلد کیا ہے مرے آقاؐ کے غلاموں کا مقام
مالک باغِ ارم ہیں مرے مولاؐ والے

فرماتے ہیں:

چمن پرست ہیں جو، صحنِ گلستاں میں رہیں
ہمیں تو دھن ہے بہشتِ شہؐ جہاں میں رہیں

تعلق، بے ساختگی اور حُسنِ تغزّل کا ایک اور انداز ملاحظہ فرمایئے:

حضورؐ! یہ دل ویراں اور آپ کا مسکن؟
حضورؐ! آپ اس اُجڑے ہوئے مکاں میں رہیں؟

مظہرؒ کے ہاں وابستگان بارگاہِ نعت کا تذکرہ بھی پورے رچاؤ اور لگاؤ کے ساتھ ہوتا ہے، وہ حسّانؓ و بوصیریؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے خود بھی اُن کے ہم مکتب سے لگتے ہیں۔ حسنِ طلب کا ایک اور انداز دیکھئے:

ہوں شاعر میں بھی مجھ پر بھی ہو فیضانِ عطا بخشی
کہ تو نے خواب میں آ کر بوصیریؒ کو ردا بخشی
بٹھا کر سامنے منبر پر عظمت بے بہا بخشی
دعا حسّانؓ کو دی اپنے کاندھے کی ردا بخشی

اقبالؒ نے کہا تھا:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

حضرت مظہرؒ کو اس تاثیر اور درد و سوز کا کچھ اندازہ خود بھی تھا جو ان کے کلام میں نفوذ کیے ہوئے ہے۔ چنانچہ خود شناسی کی اسی منزل پر وہ سراپا تشکّر نظر آتے ہیں اور نعمت کا شکرانہ کمال عجز و انکسار سے ادا کرتے ہیں:

کیا تفویض ذوقِ نعت اور طبعِ رسا بخشی
پھر اُس پر یہ کرم تاثیر بھی بے انتہا بخشی

مراحل نعت طے کرتے ہوئے وہ ''لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون'' کی منزل پر فائز نظر آتے ہیں۔ انہیں اپنے کریم آقا ﷺ کی نسبت اور اپنی ثنا گوئی پر کمال درجے کا اعتماد ہے،

تو سیّدؐ کونین ہے، ذی شان بہت ہے
اتنا بھی تری ذات کا عرفان بہت ہے

فرماتے ہیں:

ہوں مدح خوانِ نبیؐ خوفِ آخرت کیا ہے ؟
''تجلیّات'' کو میرے کفن میں رکھ دینا
رحمت کے لئے نعت کا عنوان بہت ہے
میرے لئے بخشش کا یہ سامان بہت ہے

(بابِ جبریل:ص۱۳۶)

یہ شعر پڑھ کر راقم کو نعت کا یہ شعر یاد آ رہا ہے

پھیل جائے گی مہک ذکرِ نبی کی چار سُو
روزِ محشر جب مرے اعمال کا دفتر کھلا

(ثناء کا موسم)

''تجلیّات'' حافظ مظہر الدین کے مجموعۂ نعت کا عنوان ہے۔

آخر میں صرف دو مزید جہات سے ان کی نعتیہ شاعری اور ذوق نعت گوئی پر کچھ عرض کروں گا ! ایک جہت تو ان کے مزاج میں اجتماعیت اور کلیّت کی ہے کہ جب وہ رحمۃ للعالمین ﷺ کا ذکرِ خیر کرتے ہیں تو ساری اُمّت کو ساتھ ملا لیتے ہیں اور اپنے ہم نفسوں اور ہم مشربوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

آؤ کہ ذکرِ حُسنِ شہِؐ بحر و بر کریں
جلوے بکھیر دیں، شبِ غم کی سحر کریں
مل کر بیاں محاسنِ خیرالبشرؐ کریں
عشقِ نبی کی آگ کو کچھ تیز تر کریں
جو حسن میرے پیشِ نظر ہے اگر اسے
جلوے بھی دیکھ لیں تو طوافِ نظر کریں

یہاں اقبالؒ کا یہ شعر اپنی پوری معنویت کے ساتھ ان کی فکر میں جلوہ گر نظر آتا ہے:

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم
زیں جہت با یکدگر پیوستہ ایم

ان کی نعت کا ایک اور منفرد پہلو اِن کی غیرتِ باطنی ہے جو تعلق کی اوّلین اور بنیادی شرائط میں سے ہے اور یہی غیرت، وابستگی کی دلیل ہوتی ہے نعت کے حوالے سے غیر محتاط اور مبنی بر غفلت رویے انہیں تڑپاتے ہیں اور اس تڑپ کا اظہار وہ یوں کرتے ہیں:

اثر دکھائے گی کیا نعتِ سرورِؐ کونین
ضمیر ہی جو زمانے کا کافرانہ ہو

(جلوہ گاہ:۷۵)

گویا نعت کہنے، سننے اور پڑھنے کے لئے روشن ضمیری بے حد ضروری ہے، مردہ ضمیر نعت کی برکات اور فیوضات سے کماحقہٗ مستفید نہیں ہوسکتا، بلکہ کبھی کبھی تو اس بارگاہ میں غفلت یا بےادبی نامۂ اعمال پر پانی پھیر سکتی ہے۔

لب پر درود دل میں تمنائے جاہ بھی
نادان! اس سے بڑھ کے ہے کوئی گناہ بھی

(جلوہ گاہ:۳۰۱)

اس مقام کی مزید وضاحت کے لئے صوفیاء کرام اور عرفاء اُمت کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے جو میدان غیرت وحمیّت کے مشہور مردان باخدا ہیں۔ حضرت امام قشیریؒ نے اپنے رسالہ میں ایک باب ''غیرت'' کے عنوان سے بھی باندھا ہے جس میں اس قسم کے نادان اور غفلت شعار عبادت گزاروں کا تذکرہ ملتا ہے، جن کے لئے رومیؒ نے کہا تھا:

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

ایک صوفی شاعر نے اس قسم کے سبحہ گردانوں کے لئے کہا تھا:

سبحہ در کف توبہ بر لب، دل پراز ذوق گناہ
معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

حافظ مظہر الدین علیہ الرحمہ نے بھی یہاں ایسے ہی جذبات حمیّت کا اظہار کیا ہے جو اہلِ نعت کا

شیوہ وشعار رہا ہے۔ اپنے نظریۂ غلامیٔ رسول ﷺ کی وضاحت انہوں نے کیا ہی خوب فرمائی ہے:

انؐ کا فقیر دونوں جہاں سے ہے بے نیاز
انؐ کے گدا کو خواہش جاہ و حشم نہیں

(بابِ جبریل:۳۱)

یہاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا شعر یاد آتا ہے:

کروں مدح اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریمؐ کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

حضرت مظہر کی نعت کا ایک ایک شعر سوز و گداز کی کٹھالی سے نکلا ہوا اور عشق و عرفان کی ٹکسال میں ڈھلا ہوا معلوم ہوتا ہے، انھوں نے کہا ہے اور سچ کہا ہے:

یہ میری شاعری میں جو سوز و گداز ہے
فیضانِ عشق خواجۂ بندہ نواز ہے

☆☆☆

نعت فورم کی جانب سے

شاعر حمد و نعت طاہر حسین طاہر سلطانی کو

ارمغان حمد (خطوط نمبر)

کی اشاعت پر مبارکباد

صاحبزادہ سید منظور الکونین، واہ کینٹ

آقائی و مرشدی جناب حافظ مظہر الدین مظہرؒ

۱۹۵۰ء سے لے کر آج تک کی نعت گوئی اور نعت خوانی کا منظر نامہ میرے سامنے جلوہ گر ہے۔ اس میں کئی بڑے بڑے نام افق نعت پر جگمگا رہے ہیں۔ پس منظر کی ان کہکشاؤں میں جو ایک نام ستارۂ صبح کی طرح چمک دمک رہا ہے، وہ نام ہے طریقت نعت میں میرے آقائی و مرشدی حضرت قبلہ حافظ مظہر الدین مظہر صاحب کا جو کہ بلاشبہ میرے نزدیک ایک نظریۂ فکر اور مدرسۂ فکر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ ایک مکمل دبستان نعت ہیں۔ میں نے آداب نعت انہیں سے سیکھے۔ محبت سرکار دو عالم ﷺ، آگاہی مقام مصطفیٰؐ، تعلق خدا و رسولؐ، نبی ﷺ و امتی کا رشتہ، کیفیات حضوری، ہجر و فراق کی جانگداز لذتیں، در نبی ﷺ اور دیار حبیب ﷺ کی طلب دل پذیر، خود سپردگی، شایان شان انداز فکر، سلاست بیان، معانی کی گہرائی و گیرائی، قرآن پاک میں تذکرۂ محبوب ﷺ اور طرز تخاطب، حسرت دیدار، اظہار کم مائیگی، گدائی در سرکار ﷺ پر عاجزانہ تفاخر، سرور انبیاء ﷺ کی شاہی کا تذکرہ، نعت گوئی کی اجازت اور اذن ثنا پر ہدیہ تشکر اور اپنی خطاؤں پر آہ و زاری اور گریہ اور ایسے کئی اسرار و رموز نعت سے میں قبلہ حافظ صاحبؒ کی صحبت میں اور ان کے کلام کے طفیل متعارف ہوا۔

میں نے نعت گو شعراء کو پرکھنے کی کسوٹی، حافظ صاحبؒ کے کلام کو بنایا ہے، میں اس سے کم پر خوش نہیں ہوتا۔

حافظ مظہر الدینؒ کے کلام میں کس کس حسن ادا کا ذکر کیجیے۔ اک عمر چاہیے اس زلف کے سر ہونے تک۔ مثلاً اگر کسی شعر میں خود کو ''گدا'' باندھا ہے تو ''گدا'' کو سلاطین جہاں کا امام بنا ڈالا ہے، فرماتے ہیں۔

میری نظروں میں وہ امیر نہیں
جو مرے شاہؐ کا فقیر نہیں

گدائے کوئے مدینہ ہوں کس کا منہ دیکھوں
انہیں کی بخششیں کافی ہیں مجھ گدا کے لیے

....

تری نگاہ سے ذرے بھی مہروماہ بنے
گدائے بے سروساماں جہاں پناہ بنے

....

بے نیاز درشاہان جہاں ہے مظہر
ہے فقیری میں بھی سرکارؐ کا درویش غنی

....

جو یہ کہیں کہ فقر کی شان میں دل کشی کہاں؟
ان کو در رسولؐ کا مجھ سا گدا دکھا کہ یوں!

....

لائے گا کیا شہان جہاں کو نگاہ میں
مظہر کہ انؐ کے حلقہ بگوشان در میں ہے

....

ہے مظہر خوش نہاد انؐ کا، غلام ہے خانہ زاد انؐ کا
اسے سلاطیں سے واسطہ کیا، کہ یاد شاہِؐ حجاز میں ہے

لفظ ''خواجہؐ'' کا استعمال بہت کم شعراء نے کیا ہے۔ اپنے ممدوحؐ کو شعوری طور پر ''خواجہ'' وہی کہے گا جو بے دام بک گیا ہو مثلاً ملاحظہ فرمایئے:

بے وضو عشق کے مذہب میں عبادت ہے حرام
خوب رو لیتا ہوں خواجہؐ کی ثنا سے پہلے
بعثت خواجہؐ ہوئی اور رسولان کرام
صفیں ہو جائیں مکمل تو امام آتا ہے

مدحت خواجہؒ دیں مدحت سرکارؐ کے ساتھ
زندگی گزری ہے کیفیت سرشار کے ساتھ

....

یہ میری شاعری میں جو سوزوگداز ہے
فیضان عشق خواجہؒ بندہ نواز ہے

....

میرے اشعار نہیں بزم شہی کے محتاج
میرے خواجہؒ کی نگاہوں میں ہنر میرا ہے

....

حضور پاکؐ کی غلامی اور جواباً ان کی بخشش کا تیقن ملاحظہ فرمائیے:

جب روز ازل حق نے پیدا کیا مظہرکو
ڈالی گئی گردن میں زنجیر مدینے کی

....

فرماتے ہیں کہ:

جب ازل میں ہوئی تقسیم جمال و جلوہ
درمحبوبؐ سے کچھ خاک اٹھا لی میں نے

....

تیری مٹی وہیں کی ہے مظہر
تجھ سے آتی ہے بو مدینے کی

....

اب تو مظہر پہ کچھ اور بھی ہو کرم
ہو گیا اب تو بوڑھا غلام آپؐ کا

....

میرے دادا جان قبلہ حضرت مولانا سید محمد مسعود الہڑوی اور قبلہ حافظ صاحبؒ کے والد گرامی قدر حضرت مولانا صوفی نواب الدین چشتی رمداسی کی آپس میں بہت محبت اور مودّت تھی۔ دونوں حضرات اولیاء کاملین میں سے تھے۔ میرے دادا جان حافظ صاحبؒ سے اپنے بیٹوں کی طرح محبت

فرماتے تھے۔ایک بار حافظ صاحبؒ کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ''اس کا نام تو ''مظہر الدین'' ہے لیکن یہ ''مظہر الدین'' بھی ہوگا اور بہت نام والا ہوگا۔''چشم فلک نے دیکھا کہ حافظ صاحبؒ کا نام رہتی دنیا تک سر بلند رہے گا اور نعت کی زمینوں کو سحاب مدحت بن کر سیراب کرتا رہے گا۔

مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ بچپن سے لے کر آج تک تقریباً ساٹھ سالوں سے میں حافظ صاحب کی نعتیں ریڈیو، ٹیلی ویژن کے علاوہ حکومتی اور عام محفلوں میں پڑھ رہا ہوں۔تمام طرزیں اور دھنیں میں خود ترتیب دیتا ہوں۔ ہزار ہا شاگردوں کو حافظ صاحبؒ کی نعتیں از بر ہیں اور یہ صدقہ جاریہ اب تک چل رہا ہے۔(الحمدللہ)

''تجلیات''اور''میزاب'' کا بیشتر حصہ میں ریڈیو ٹیلی ویژن کے علاوہ عوام الناس کو سنا چکا ہوں۔

چشتی ہونے کے ناطے حافظ صاحب کو گولڑہ شریف سے ایک نسبت خاص تھی۔قبلہ بابو جی سے حسن ارادت کے ساتھ ساتھ پیر نصیر الدینؒ سے انہیں والہانہ محبت تھی۔ پیر صاحبؒ بھی انہیں اساتذہ کا درجہ دیتے تھے اوران کی زمینوں میں نعت کہنے کا شوق رکھتے تھے۔ ہفتے میں ایک بار''حریم ادب''بنی محلّہ سید پور روڈ راولپنڈی پیر صاحب ضرور آتے اور کلام و بیان سنا اور سنایا جاتا۔اکثر میں بھی اس محفل میں حاضر ہوتا۔مجھ سے بھی پیر نصیر الدینؒ کی بچپن سے دوستی تھی۔

مجھے یہ بات افسوس سے کہنا پڑتی ہے کہ مختلف ٹیلی ویژن چینلز پر جن اسلاف کے فیض ہنر سے اکتساب کرتے نظر آتے ہیں جب بھی سپاس گزاری یا اعتراف کارکردگی پر پروگرام مرتب کیے جاتے ہیں تو ان بزرگوں کو سراسر فراموش کر دیا جاتا ہے۔میرے شور مچانے پر اب شاید کئی دانشوران حاضر کے کان پہ جوں رینگی ہے اور حافظ صاحب پر پروگرام پیش کرنے کا اہتمام ہو رہا ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے اسلاف اور مشاہیر کی یادوں کو منانے اوران کے کام کو آج کی نسل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔حق کی بات یہ ہے کہ جنہوں نے اللہ جل شانہ اوراس کے محبوب مکرم کا ذکر بلند کیا ہے۔اللہ خودان کی سربلندی کا اہتمام کرتا ہے اورلوگوں میں ان کا چرچا قائم رکھتا ہے۔یہ تو ہماری سعادت ہے کہ ہم اس سربلندی میں حصہ دار بن جائیں۔حافظ صاحب اس بارے میں کیا اچھی بات کہتے ہیں کہ:

ہوس جاہ و حشم دل سے نکالی میں نے
دیکھ کر شان اویسیؓ و بلالیؓ میں نے

نغمہ و نور کی اک بزم سجا لی میں نے
پا لیا منصب رومیؒ وغزالیؒ میں نے
وہ مزے لوٹے ہیں رحمت کے کہ جی جانتا ہے
بن کے درگاہِ محمدؐ کا سوالی میں نے
مرحلے قرب کے اور بُعد کے سب دور ہوئے
دل میں رکھ لی تریؐ تصویر خیالی میں نے
جب بھی دل شکوہ گزارِ غمِ ایام ہوا
دل بے تاب کو اک نعت سنا لی میں نے

ایک بار لال کڑتی راولپنڈی میں میلاد چوک کے جلسے میں جس کی صدارت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مرحوم کررہے تھے۔ میں نے حافظ صاحب کی نعت پڑھی۔ ایوب خان آبدیدہ ہو گئے اور اپنی تقریر میں اس کا ذکر بھی کیا۔ اگلے دن اخبار میں یہ خبر بھی آ گئی۔ حافظ صاحبؒ کے نام کے ساتھ نعت کے دوشعر بھی لکھے ہوئے تھے۔ حافظ صاحبؒ کا خط ''حریم ادب'' کے پیڈ پر موصول ہوا۔ چار سطروں کا خط جس کا متن ملاحظہ فرمایئے:

''آج کا اخبار دیکھا بہت خوشی ہوئی۔ تم نے میری نعت پڑھی اور محفل لوٹ لی۔ مجھے یہ اعتراف ہے کہ مظہرالدین کتاب ہی کا نعت گوشاعر رہتا اگر اسے منظورالکونین کی آواز نہ ملی ہوتی۔'' تمہاری دینی و دنیاوی ترقی کے لیے دعا گو''مظہرالدین'' میں اسی شام مٹھائی لے کر حافظ صاحبؒ کے ہاں گیا اور اماں جی مرحومہ کے حکم پر سب گھر والوں کے سامنے وہ نعت دوبارہ مجھ سے سنی گئی۔

آخر میں میں ایک واقعے کے بعد ختم کرتا ہوں۔ آپ اس سے حافظ صاحبؒ کی اللہ جل شانہ اورحضور علیہ السلام کی بارگاہ میں مقبولیت اور منزلت کا اندازہ لگا لیجیے۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ حافظ صاحبؒ کو وفات کے بعد گولڑہ شریف کے قبرستان میں اماناً دفن کیا گیا تھا۔ حافظ صاحبؒ کی خواہش تھی کہ کسی خوشگوار مقام پر کنار آب جو کسی بڑی رہ گزر میں ان کا مزار ہو۔ چنانچہ جب یہ وصیت پوری ہونے کا وقت آیا تو چھتر پارک شاہراہ مری پر ایک شخص نے حافظ صاحبؒ کے نام زمین کردی جس میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی اور مزار کے لیے علیحدہ زمین بھی تھی۔ چنانچہ جب انتقال جسد کا پروگرام بنا تو پیر نصیرالدین نصیرؒ صاحب نے خیال ظاہر کیا کہ انسان کا مرنے کے بعد کا حال کسی کو

معلوم نہیں۔ نہ جانے کیا حال ہو لہٰذا رات کے وقت قبر کشائی کی جائے اور خاموشی سے منتقلی جسد کر دی جائے۔ جب قبر کشائی ہوئی تو پڑیوں کے اٹھانے سے قبل اس قدر مسحور کن خوشبو سے پورا ماحول معطر ہو گیا۔ گویا خلد کی خوشبوئے یاسمین کی کھڑکی کھل گئی ہو۔ لبوں پر درود وسلام کے نغمے بلند ہو گئے اور پورا گولڑہ شریف اکٹھا ہو گیا اور اس تر و تازہ، پرنور، معتبر میت کو اپنے آخری ٹھکانے چھتر شریف پہنچایا گیا جہاں حافظ صاحبؒ کا مزار آج تک مرجع خلائق ہے۔

میں دل کی گہرائیوں سے سعودی عرب میں حافظ مظہرالدین نعت اکیڈمی کے قیام اور قبلہ حافظ صاحب کے پیغام نعت کو عام کرنے پر مکہ مکرمہ میں اصغر نوید اور ان کے تمام رفقاء کے لیے بھی دعا گو ہوں جوان کے نام اور کام کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

میری دعا ہے جناب قبلہ حافظ مظہرالدین مظہر کو حضور انور کا پانی بھرنے اور ان کی نعت گوئی کے صدقے میں اللہ تعالیٰ انہیں محشر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت نصیب فرمائے اور ان کے کلام کو دونوں جہانوں میں تادیر باقی و پائندہ رکھے۔ آمین

ہوں مدح خوان نبیؐ خوف آخرت کیا ہے؟
''تجلیات'' کو میرے کفن میں رکھ دینا!

☆☆☆

نبی کریم ﷺ کے عزیز و اقارب

مصنف: محمد اشرف شریف' ڈاکٹر اشتیاق احمد   قیمت: 300 روپے

☆ رسول کریم ﷺ کے عزیز و اقارب کی 20 پشتوں کا تعارف ☆ کیا نبی کریم ﷺ کے عزیز و اقارب کو آپؐ کی نبوت کا علم تھا؟ ☆ نبی کریم ﷺ کے گیارہ چچا اور چھ پھوپھیوں کا مفصل تعارف ☆ آپ کے سسرالی قرابت دار کون کون تھے؟ آپؐ کی اولاد' داماد اور نواسے' نواسیاں کتنے ہیں؟ ☆ رسول کریم ﷺ کے عزیز و اقارب بارے مستند بیانات اور بے شمار حوالے۔

طٰہٰ پبلی کیشنز

19- ملک جلال دین (وقف) بلڈنگ چوک اُردو بازار لاہور

Ph:042-36120422 Mob:0333-4470509

صاحبزادہ محمد اویس مظہر (راولپنڈی)

حسان العصر حافظ محمد مظہر الدینؒ

رومیؒ و جامیؒ و سعدیؒ ہی پہ موقوف نہیں
انؐ کے مداحوں میں مظہرؒ کا بھی نام آتا ہے

قرآن ان لوگوں کو بڑی اہمیت دیتا ہے جو خدا کی راہ میں روک دیے گئے ہیں، انہیں فقیر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ خدا کی راہ میں رک جانے کا باعث ایک تو علمی انہماک ہے۔ تعلیم و تعلم اور درس و تدریس اور فقرا کا ایک گروہ وہ ہے جس نے مشغولیت حق کو پابہ زنجیر بنا رکھا ہے۔ التفات دوست اور کرم دوست انہیں اٹھنے نہیں دیتا۔ وہ حریم جمال کے آستانے پر ایستادہ ہیں وہ عابد ہیں۔ زاہد ہیں صابر ہیں شاکر ہیں۔ ان کی ہر سانس عبادت ہے۔ ان کی زندگی کا گزرنے والا ہر لمحہ ذکر حق کی عملی تفسیر ہے اور ارشاد ربانی کے مطابق اس تفسیر کو ان کی لوح مبین پر لکھی ہوئی تحریر کے ذریعے پڑھا اور دیکھا جا سکتا ہے۔ ان فقراء کے خوش بخت قافلے کا جب بھی ذکر چھڑتا ہے تو ایک نام جو تمام تر فکری شکوہ اور روحانی وقار کے ساتھ ابھر کر سامنے آتا ہے وہ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے عظیم بزرگ اور نعت گو حسان العصر حافظ مظہر الدینؒ کا ہے جن کا انداز منفرد سوچ عہد آفریں فکر قلزم حالات کا رخ بدل کر رکھ دینے والی، نامور فقیہہ یگانہ، عالم بے مثال نکتہ داں، عظیم مصنف، لازوال ادیب، عظیم عاشق رسول ﷺ جس کی مثال ڈھونڈنے کے لیے ہمیں قرون اولیٰ کے عشاق کی طرف دیکھنا پڑے گا۔ پیشتر اس کے کہ آپ کی رجزیہ اور نعتیہ شاعری پر بات کی جائے آپ کے شہرۂ آفاق کالم ''نشان راہ'' جس کے متعلق آپ خود فرماتے ہیں کہ یہ مضامین اسی جذبہ کے تحت لکھے گئے تھے کہ عشق کو زندگی نصیب ہو، عشق پھر حدی خوان بن کر اٹھے۔ دلوں میں گھر کر جائے اور سینوں کو نور یقین سے بھر دے۔ الحمدللہ آپ نے واقعی اپنے نشان راہ کے ذریعے دلوں کو خوب خوب گرمایا اور لاکھوں

سینوں کو منور کر دیا۔ آپ نے جہاں بڑے بڑے دقیق مسائل کو انتہائی آسان اور شگفتہ انداز میں بیان کیا، وہاں ہر فتنے اور باطل نظریے کی نشاندہی بھی فرمائی۔ بڑے بڑے علماء پیران عظام اور صاحبان فکر و دانش نے آپ کے نشان راہ سے استفادہ کیا ہے۔ نشان راہ کی تین جلدیں چھپ چکی ہیں لیکن سینکڑوں ابھی طبع نہیں ہوسکیں۔

جو یہ کہیں کہ فقر کی شان میں دلکشی کہاں
ان کو در رسولؐ کا مجھ سا گدا دکھا کہ یوں

مجھے یاد ہے کہ کشمیر ریڈیو پر آپ کا ایک انٹرویو ریکارڈ کرتے ہوئے میزبان نے کشمیر کے معروف اور بے مثل ترانے ''میرے وطن تیری جنت میں آئیں گے اک دن'' کا ذکر کیا اور کہا کہ آپ کا ترانہ شہرۂ آفاق ہے۔ لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ دی۔ پھر سوال کیا گیا تو توجہ نہ فرمائی۔ اس پر انٹرویو کرنے والا حیرانگی سے بولا حضرت آپ اس کا جواب کیوں نہیں دے رہے؟ یہ کشمیر کی سگنیچر ٹیون ہے اور دنیا میں چند ہی خوش قسمت ہوں گے جن کی زندگی میں ان کے کلام کی سگنیچر ٹیون بنی ہو۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ ترانہ لکھنا میرے لیے کوئی باعث فخر بات نہیں میری شناخت نعت ہے اور میں نعت ہی کو اپنی شناخت بنانا چاہتا ہوں۔ واقعی آپ کا کلام کشمیر کی پہچان ہے اور حضرت مظہر الدینؒ کی پہچان نعت ہے۔

نعت رسولؐ نے مجھے مشہور کر دیا — ورنہ جہاں میں کوئی مجھے جانتا نہ تھا

تاریخی اور زمانی لحاظ سے حضور ﷺ کی نعت کا سلسلہ ازل سے جاری ہے۔ کلام الٰہی حضور ﷺ کی نعت سے معمور ہے۔

انہی کو لذت عشق نبیؐ ملی کہ جنہیں — ازل میں چن لیا قدرت نے اس عطا کے لیے

حضرت حافظ مظہر الدینؒ کی نعت منزل آشنا کا کلام ہے۔ چند اشعار دیکھیے۔

ہمیشہ مدحت خیر الانامؐ میں گزرے — دعا ہے عمر درود و سلام میں گزرے
زہے کہ میرا وظیفہ رہی ہے نعت نبیؐ — خوشا کہ میرے شب و روز کام میں گزرے

....

ناخدا جبکہ ہیں سلطانؐ مدینہ مظہرؒ — ڈوب سکتا نہیں طوفاں میں سفینہ تیرا
ذکر ہر روز مرے شاہؐ کا ہوتا ہے بلند — سحر و شام سے پہلے سحر و شام کے بعد

....

بنے ہیں دونوں جہاں شاہؐ دوسرا کے لیے
سجی ہے محفل کونین مصطفیؐ کے لیے
زباں کو اس لیے شیرینئ بیان ملی
زباں ہے مدحت محبوبؐ کبریا کے لیے
حضورؐ نور ہیں محمودؐ ہیں، محمدؐ ہیں
جگہ جگہ نئے عنوان ہیں ثنا کے لیے

دنیا کے تمام مذاہب میں موت انتہائی خوفناک چیز ہے۔حضرت حافظ مظہر الدینؒ کی تعلیمات کے مطابق موت سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہاں البتہ جو چیزیں موت کو خوفناک بناتی ہیں، ان سے بچنا چاہیے اور اگر نسبت رسول ﷺ حاصل ہو جائے تو موت انتہائی خوبصورت چیز ہے۔

جس دل میں جلوہ گر ہے محبت حضورؐ کی
اس دل پہ لاکھ بار ہو رحمت حضورؐ کی
لاکھوں درود آل رسولؐ کریم پر
محشر میں بخشوائے گی عترت حضورؐ کی
مظہر ہزار جان فدا ایسی موت پر
سنتا ہوں مر کے ہوگی زیارت حضورؐ کی

حافظ صاحب کے کلام میں اطاعت و آداب نعت جس طرح ملتے ہیں یہ ''با محمدؐ ہوشیار'' والا معاملہ ہے۔فقیر کوئے مدینہ گدائے آل رسولؐ حضرت حافظ مظہر الدینؒ کی ایک نعت ملاحظہ فرمائیے:

تری نگاہ سے ذرے بھی مہر و ماہ بنے
گدائے بے سروساماں جہاں پناہ بنے
رہ مدینہ میں قدسی بھی ہیں جبیں فرسا
یہ آرزو ہے مری جاں بھی خاک راہ بنے
زمانہ وجد کناں اب بھی ان کے طوف میں ہے
جو کوہ دشت کبھی تیری جلوہ گاہ بنے
حضورؐ ہی کے کرم نے مجھے تسلی دی
حضورؐ ہی مرے غم میں مری پناہ بنے
جہاں جہاں سے وہ گزرے جہاں جہاں ٹھہرے
وہی مقام محبت کی جلوہ گاہ بنے
کریم یہ بھی تری شان دل نوازی ہے
کہ ہجر میں مرے جذبات اشک و آہ بنے
وہ حسن دے جو تیری طلعتوں کا مظہر ہو
وہ نور دے جو فروغ دل و نگاہ بنے

مندرجہ بالا نعت آپ نے لکھی تو مجھے یاد ہے کہ تین چار روز تک آپ اپنے کمرے میں بند عجیب وجدانی کیفیت میں مبتلا تھے۔ میں نے دروازے کے ایک سوراخ سے اندر جھانکا تو ان انوار و تجلیات کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ میری چیخیں نکل گئیں اور میں نے جلدی سے اپنا رومال اپنے منہ میں ٹھونس لیا کہ حضرت کی کیفیت میں کہیں مخل نہ ہو جاؤں۔ وہ کیفیات اور انوار جو میں نے دیکھے ہیں میں بیان نہیں کر سکتا۔ حافظ صاحب قبلہ نے ایک ریڈیو انٹرویو میں کہا تھا کہ اگر کوئی مجھے نعت لکھتے

ہوئے دیکھ لے تو پاگل سمجھے اور خدا گواہ ہے کہ اگر کوئی ان کی اس کیفیت میں آ جاتا تو وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اور معاملہ بہر صورت ''رقص بسمل بود'' والا ہو جاتا تھا۔

قبلہ حافظ مظہر الدینؒ نے کبھی کوئی چیز حکومت سے نہیں لی اور نہ ہی حکمرانوں کے دروازے پر کبھی گئے ہیں۔ ان کے نزدیک جو فقیر مراعات لینے حکمرانوں کے دروازے پر جائے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اپنی اصلیت کھو چکا ہے ایسے شخص کی صحبت فائدہ مند نہیں بلکہ ضرر رساں ہے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق اللہ کی مخلوق کو دل سے پیار کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اینٹوں اور گارے کی بڑی بڑی عبادت گاہوں اور عمارتوں میں نہیں بلکہ ٹوٹے ہوئے دلوں میں بستا ہے۔

تھا وہ ثنا گر حضورؐ، اس کی لحد پہ برسے نور　　　اہل دول کا نغمہ خواں مظہرؒ خوش بیاں نہ تھا

حضرت مخدوم پاک علاؤ الدین علی احمد صابرؒ کا کلیر شریف میں عرس مبارک ہو رہا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام نواب الدین ستکوہی ثم رمداسی تقریر فرما رہے تھے، ہر طرف انوار الٰہیہ کا نزول ہو رہا تھا کہ حضرت خواجہ سراج الحقؒ کرنامی ثم گورداسپوری نے فرمایا: مانگئے مولوی صاحب کیا مانگتے ہیں۔ حضرت نے عرض کیا: حضور دو کامل ولی بیٹے مانگتا ہوں۔ اثبات پر ہر طرف سے مبارکباد کی آوازیں آئیں۔ اس طرح آپ کی پیدائش کی بشارتیں مختلف اولیائے کرام نے دیں۔ بڑے بڑے صوفیا کرام ان سے رہنمائی لیتے رہے۔ آپ کی کرامات عام ہیں۔

پاکستان بننے کے بعد آپ ملتان آئے لیکن آپ محسوس کرتے کہ جس وقت حالات اچھے تھے آپ سب کی خدمت کرتے تھے اب حالات بدل چکے ہیں۔ آپ نے ایک دن مریدین کو خدا حافظ کہتے ہوئے فرمایا کہ میں راولپنڈی جا رہا ہوں۔ دین کی خدمت ہر حال میں کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ گدی اپنے بھائی کے حوالے کر کے اخبار میں مذہبی کالم لکھنے شروع کر دیے اور اپنی آواز کو دور تک پھیلایا اور پیاسی روحوں کو سیراب کیا۔

ایک دن صبح سویرے میں اٹھ کر آیا تو فرمانے لگے کہ ایک دم ایک شعر کا نزول ہوا ہے:

یہ دوری و مہجوری تاچند مدینے سے　　　اے جلوۂ رعنائی لگ جا میرے سینے سے

میرا شعر کہنے کا ارادہ نہیں تھا بہر حال بروز جمعہ پچیس، تیس آدمی بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: میرا وقت آ گیا ہے پیر غلام نصیر الدین نصیر صاحب امین راحت چغتائی اور دوسرے احباب نے کہا کہ آپ کی ہمیں بڑی ضرورت ہے۔ ابھی آپ وفات کی باتیں نہ کریں۔ آپ یہ

شعر پڑھنے لگ گئے۔

سفر تمام ہوا نیند آئی جاتی ہے

لوگوں کو غمگین دیکھ کر آپ نے سب کو ہنسانا شروع کر دیا، بہرحال مذکورہ نعت میں بھی جا بجا موت کی طرف اشارے ہیں۔

اب میری لحد میں بھی خوشبوئے مدینہ ہے   میں خاک شفا اک دن لایا تھا مدینے سے
اے مطرب خوش لہجہ اب بول قرینے سے   نسبت میری قائم ہے مکے سے مدینے سے
آ مانگ محبت کا اک داغ مدینے سے   ملتا نہیں یہ موتی شاہوں کے خزینے سے

آپ نے یہ نعت مرض الموت میں ہی لکھی اور لمحوں میں خدا کے یہ برگزیدہ بندے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آپ کو چھتر شریف دفنانے کے لیے عیدگاہ قبرستان سے پورے ایک سال بعد نکالا گیا تو آپ ایسے تھے کہ ابھی دفنا کر گئے ہوں۔ واقعی کچھ لوگ وقت کی قید سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

فنا کیسی بقا کیسی، جب اس کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں آ نکلے کبھی اس گھر میں جا ٹھہرے

حضرت خواجہ فخرالدین سیالویؒ آپ کے مزار پر عرس میں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ: حضرت حافظ مظہر الدینؒ ' دربار رسول ﷺ کے شاعر ہیں اور اس سے بڑا مقام اور کیا ہو سکتا ہے۔

غلام سیدؐ لولاک ہوں مجھ کو فنا کیسی
غلط ہے یہ کہ میری زندگی عمر رواں تک ہے

☆☆☆

ڈاکٹر محمد یٰسین قمر (واربرٹن)

نعتِ مظہرؒ

لائق صد تبریک ہیں وہ لوگ جن کے قلوب ذکر پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حلاوت سے ہر آن سرشاری کی کیفیات کے آئینہ دار ہیں۔ جن کی سوچیں ہمہ وقت طواف گنبد خضرا میں مشغول و مصروف رہتی ہیں۔ جن کی فکر ممدوح کائنات، محبوب کائنات ﷺ کے جمال و کمال کی اسیر ہو کر رہ جاتی ہے جن کا قلم شب و روز کائنات کی اس عظیم ہستی کی تعریف و توصیف سے مشکبار رہتا ہے۔ ہو بھی کیوں نہ جس ہستی کا مداح، خود رب ذوالجلال ہو، جس کی سیرت کے نقوش مالک یوم الدین خود اجاگر کرتا ہو اس کے محامد و محاسن کا بیان اس کے اخلاق و کردار کا تذکرہ کائنات کا پسندیدہ ترین فعل ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۙ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ○

سورہ احزاب کی مندرجہ بالا آیات قرآن میں نعت کی طرف اشارہ بھی کرتی ہیں اور نعت کے خدوخال کو واضح بھی کرتی ہیں۔

حافظ مظہر الدینؒ کا نام بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہے جنہیں ذات باری نے اپنے محبوب ﷺ کی مدحت و توصیف کے لیے چن لیا اور نعت رسول ﷺ ان کا تعارف و پہچان ٹھہری۔ انہوں نے نہ صرف عشق مصطفیٰ ﷺ کو اپنی زندگی کے لیے مشعل راہ بنایا بلکہ انہوں نے نعت کے پیرایہ کو اختیار کر کے روشنی کو دوسروں تک پہنچانے کی بلیغ کوشش کی اور وہ یقیناً اس میں کامیاب و کامران ٹھہرے۔ جب یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی محبت ہی دین کی اساس و بنیاد ہے، ان کے ساتھ وابستگی ہی ایمان کی دلیل ہے۔

حافظ مظہر الدینؒ ایک ایسے عاشق صادق تھے جن کے خیالات مسلسل محبوب کائنات ﷺ

کے اردگرد ہی گھومتے رہے کیوں کہ ایک عاشق زار کے لیے اس کے محبوب کا ذکر ہی باعث تسکین و راحت ہوتا ہے، وہ بات بات پر اپنے محبوب کا تذکرہ چھیڑ لیتا ہے اور بہانے بہانے اپنے ممدوح کا ذکر کرتا ہے۔ حافظ صاحب کا خود بھی رحمت عالم ﷺ کا ذکر کرتے ہیں۔ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

آؤ کہ ذکر حسن شہؐ بحر و بر کریں
جلوے بکھیر دیں ، شب غم کی سحر کریں
مل کر بیاں محاسن خیرالبشرؐ کریں
عشق نبیؐ کی آگ کو کچھ تیز تر کریں

مدینہ منورہ تمام مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن ہے۔ اس کی محبت ایمان کی دلیل ہے۔ مدینہ منورہ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں جو کتب احادیث میں تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

''تم میں سے جس شخص کو مدینہ میں موت آ سکتی ہو اسے چاہیے کہ وہ یہ سعادت حاصل کرے چونکہ میں یہاں مرنے والوں کی گواہی دوں گا۔''

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۱۱۲ بحوالہ تاریخ مدینہ منورہ از ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک یہ طیبہ ہے، یہ گندگی کو نکال پھینکتا ہے جیسے آگ چاندی کی میل کچیل کو نکال دیتی ہے۔'' (صحیح مسلم حدیث ۱۳۸۴)

مدینہ منورہ کی زیارت کی تمنا ہر مسلمان کے قلب و جاں میں سمائی ہوئی ہے۔ مدینہ منورہ کی لگن و محبت کا اندازہ حضرت امام زین العابدینؒ کے اس شہرۂ آفاق شعر سے لگایا جا سکتا ہے۔

ان نلت یا ریح الصبا یو ما الی ارض الحرم
بلغ سلامی روضةً فیھا النبی المحترم

اعظم چشتیؒ مرحوم نے کہا تھا:

رکتے ہیں یہیں آ کے قدم اہل نظر کے
اس کوچے سے آگے نہ زماں ہے نہ زمیں ہے

ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنے انداز میں کہا:

اویس حال کہیں راستے میں رکتے نہیں
کھلیں کجاوے پہنچ کر اس آستاں کے پاس

حافظ صاحب کی تمام آرزوؤں، تمناؤں اور امنگوں کا مرکز بھی وہی دیارِ محبوبی ہے جہاں رحمت عالم ﷺ، نورِ مجسم، ہادئ اکرم ﷺ آرام فرما ہیں۔ حافظ صاحب مدینہ طیبہ سے اپنی وابستگی کا اظہار یوں کرتے ہیں:

ہے میری محبت کی پرواز مدینے تک
پہنچے گی مرے دل کی آواز مدینے تک
میں یونہی رہا رقصاں، میں یونہی رہا سوزاں
بدلے نہ محبت کے انداز مدینے تک
ہوگا تری رحمت سے سامان سفر اک دن
ہو گی تری رحمت ہی دمساز مدینے تک

مسلمان اس وقت جس انتشار و افتراق کا شکار ہیں اس سے ہر حساس دل پریشاں ہے اور حضرت حالی کی زبان یہ کہنے پر مجبور ہے:

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت یہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

مجددِ نعت حضرت حفیظ تائب نے اپنے اس کرب کا اظہار یوں فرمایا ہے:

اے نوید مسیحا تری قوم کا حال عیسیٰ کی بھیڑوں سے ابتر ہوا
اس کے کمزور اور بے ہنر ہاتھ سے چھین لی چرخ نے برتری یا نبیؐ

حافظ مظہرالدین اپنے ایک قصیدے کے آخر میں اپنے اس درد و کرب کا اپنے ہادی مولا ﷺ کے حضور اس طرح اظہار کرتے ہیں۔

المدد المدد شہ کونینؐ وقت نصرت ہے غمگسار حرم
الغیاث الغیاث میر عربؐ آج خطرے میں ہے وقار حرم
متحد ہیں یہود بہر قتال منتشر جملہ شہسوار حرم

اب دلوں میں نہیں وہ جوش عمل ہو گیا سرد شعلہ زار حرم
چارہ ساز شکستگاں فریاد دیکھ پامالیٔ بہار حرم

سرورِ کونین ﷺ کی الفت و محبت ایسی نعمت عظمیٰ ہے جس کی موجودگی انسان کو ہر دردِ عالم سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے کہا تھا:

دستگیری مری تنہائی کی تو نے ہی تو کی
میں تو مر جاتا اگر ساتھ نہ ہوتا تیرا

حافظ صاحب بھی عشق شہؐ حجاز کو اب ارض و سما کی عطائے خاص سمجھتے ہیں اور اس کا برملا اظہار یوں کرتے ہیں۔

عطائے خاص ہے یہ لذت گداز تری بلائیں کیوں نہ لوں عشق شہؐ حجاز تری
عجیب شان ہے محبوب دلنواز تری تمام خلق خدا ہے شہید ناز تری
ہزار شکر غم دو جہاں ہوا معدوم ہزار شکر ملی بارگاہ ناز تری

علامہ اقبالؒ دین کی بنیاد حب رسول ﷺ کو قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

حافظ صاحب اسی عقیدے کا اظہار یوں کرتے ہیں

مدام محو درود و سلام رہ اے دل یہی رکوع ترا ہے یہی نماز تری

جب ایک غلام شرف باریابی سے سرفراز ہو جائے۔ جب سائل بحضور امام مرسلاں ﷺ حاضر ہو جائے۔ اس وقت جانے اس کے جذبات و احساس کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی۔ وہ کن نوریں لمحات و واردات سے گزرتا ہے۔ ہر کسی کے بس میں کہاں کو اس کو الفاظ کے پیکر میں ڈھالے ہاں مگر جسے قسیم ازل ابلاغ کی دولت سے نواز دے۔ طیبہ میں گزرا ہوا ہر پل خوش بختی کی علامت اور سعادت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ حضوری کی ساعتیں یاد آتے ہی فکر و نظر میں انوار و تجلیات بکھر جاتی ہیں۔ حضرت حفیظ تائبؒ ان کیفیات کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

پلکوں پہ تھا لرزاں دل دربار رسالت میں آساں ہوئی ہر مشکل دربار رسالتؐ میں
فانوس فروزاں تھے آنکھیں بھی منور تھیں ہر لحظہ تھی اک جھلمل دربار رسالتؐ میں

حافظ صاحب رسولؐ میں گزارے لمحات کو یوں یاد کرتے ہیں:

تعالیٰ اللہ طیبہ کے وہ دن رات
حرم میں ذکر و تسبیح و مناجات

جاں افروز، جاں پرور اذانیں
فضائے نور سے نغموں کی برسات

حریم شاہ میں آنسو بہانا
وفور شوق میں پہلی ملاقات

نظر کے سامنے روضے کی جالی
تجلی روبرو اور بے حجابات

وہی ہیں حاصل عمر محبت
مدینے میں جو گزرے چند لمحات

ابھی تک رات دن یہ سوچتا ہوں
یہ بیداری تھی یا تھی خواب کی بات

(طیبہ کے دن رات)

پھر ان کا یہ شعر تو عشاق کے دلوں کی دھڑکنوں میں بسا ہوا ہے۔ مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہونے والا ہر شخص یقیناً اس کیفیت سے گزرتا ہے، فرماتے ہیں:

یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کر در و دیوار کے ساتھ

حافظ مظہر الدینؒ فارسی سے بھی خصوصی شفقت رکھتے تھے، انہوں نے اردو کے علاوہ فارسی کو بھی اپنے جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔ ان کی فارسی نعت میں بھی ہمیں جذبات کا وہی بہاؤ الفاظ کی وہی حسیں ساخت ابلاغ کا وہی دلکش انداز نظر آتا ہے، ان کی فارسی نعت کے چند شعر ہدیہ قارئین ہیں:

زہوائے او نسیما، دل غنچہ را کشو دے
برساں بہ او سلامے برساں بہ او درود ے

اگر آں کرم نمائے، نہ بمن کرم نمودے
دل درد ہم ثنائے، بکنار من نبو دے

دل ذرہ ذرہ دارد، زخرام او نشانے
اے جبین شوق آور بدیار او سجودے

نہ سوادِ زلف شاہے، رخ شام رنگ گیرد
ز فروغ عارض او، رخ صبح را نمو دے

حافظ لدھیانویؒ اور حافظ مظہر الدینؒ کے درمیان احترام و محبت کا سلسلہ تمام عمر قائم رہا۔ حافظ لدھیانویؒ جب بھی مداحان پیمبر ﷺ کی بات کرتے تو حافظ مظہر الدینؒ کے عشق و محبت، سوز و گداز کا خصوصی ذکر کرتے۔ راقم سے کئی مرتبہ انہوں نے حافظ مظہر الدینؒ کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات کا تذکرہ کیا۔ حافظ لدھیانوی مرحوم شعراء کے شخصی خاکوں بعنوان ''متاع گم گشتہ'' کے صفحہ ۱۱۸ پر حافظ مظہر الدین کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

حافظ صاحب کا کلام سادگی کا مرقع، اخلاص جذبات کا آئینہ اور دلی کیفیات کا ترجمان ہے۔ حافظ صاحب نے اپنی نعتیہ شاعری میں دقیق الفاظ اور مشکل انداز سے اپنی علمیت کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی نہ ہی اپنے کلام کو تصنع اور بناوٹ کے جھوٹے نگینوں سے سجانے کا اہتمام کیا۔ وہ تو اس نغمے کو جواُن کی روح کی گہرائیوں سے ابھرتا تھا۔شعر کا حسن عطا کر دیتے تھے۔ وہ اس آبشار کی طرح تھا جس کا تسلسل کبھی نہ ٹوٹتا۔ ان کا قلب ہمہ وقت یادِ محبوب خدا ﷺ میں مصروف رہتا تھا اور وہ اس کے نقوش کو نعت کا رنگ اور شعر کی تابندگی عطا کر دیتے تھے۔ ان کا کلام پڑھتے ہوئے جس بے ساختگی کا احساس ہوتا ہے وہ ان کی انفرادیت، قادرالکلامی اور جذبے کے رچاؤ کی دلیل ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار ان کی نعتیں پاکستان کے کونے کونے میں اہل دل حضرات کے قلوب کو گداز کی دولت بخشتی رہتی ہیں جہاں بھی نعت گو حضرات کا تذکرہ ہوتا ہے، حافظ صاحب کا نام انتہائی عقیدت و احترام سے لیا جاتا ہے۔

حافظ صاحب کا تذکرہ یقیناً اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک ان کی سوز و گداز عشق و محبت وعقیدت سے بھرپور، کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوئی نعت صلی علی نبینا ﷺ ،صلی علی محمد ﷺ کا ذکر نہ کر لیا جائے۔ اس نعت کا ایک بند بطور تبرک درج ہے۔

اے کہ ترا جمال ہے رونقِ محفلِ وجود
اے کہ تری نمود ہے جلوہ طرازِ ہست و بود
یاد تو داد لذتے، ذکر تو شوقِ من فزود
تجھ پر درود اور سلام تجھ سلام اور درود
صل علی نبیناؐ، صلی علی محمدؐ

ہر نعت گو کی طرح حافظ صاحب بھی اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ انہیں فخر موجودات ﷺ کی توصیف و مدحت کی توفیق ملی ہے۔

رومیؒ و جامیؒ و سعدیؒ ہیں پہ موقوف نہیں
ان کے مداحوں میں مظہرؔ کا بھی نام آتا ہے

ہم بھی مظہر سے سنیں گے کوئی نعت رنگیں
گر ملاقات ہوئی شاعر دربار کے ساتھ

ان کے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے کلام کو پڑھ کر بے اختیار ایسے شخص کا تصور ابھرتا ہے جس کی سوچ کا مرکز و محور، مزمل و مدثر و یٰسین و طٰہٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے جو کشتہ روئے پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو اسیر زلف رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی کشت فکر و نظر گنبد سبز کے توسل سے سرسبز و شاداب نظر آتی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے کشتگان عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم، ایسے وابستگان شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا جا بجا ذکر کیا جائے۔ ان کی یاد میں خصوصی نشستوں کا اہتمام کیا جائے۔ سیمینار کروائیں جائیں تا کہ نسل نو کو ان عاشقان باصفا سے آگہی حاصل ہو اور ان کا فیض منتقل ہو اور وہ اپنے حقیقی ورثے سے آشنا ہو سکیں۔ بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے جانے کا یقیناً یہ مؤثر و مؤخر ذریعہ ہوگا۔ آخر میں ان کی ایک شہرۂ آفاق نعت کا ایک بند پیش خدمت ہے۔

دل میں عشق شہ کونینؐ کی ہے آگ دبی
عجمی شیشے میں ہے بادۂ ناب عربی
مجھ سا محروم ازل اور یہ فیضان نبیؐ
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

☆☆☆

محمد اصغر نوید
بانی وصدر حافظ مظہر الدین نعت اکیڈمی مکہ مکرمہ

حافظ مظہر الدین مظہرؒ

مجھے قبلہ حضرت حافظ مظہر الدین کے بارے میں لکھتے ہوئے بڑی شدت سے اپنی کم مائیگی کا احساس ہو رہا ہے کہ کہاں یہ ناچیز اور کہاں حضرت حسان العصر کی ذات بابرکات مگر اپنی تمام تر کم علمی اور کم فہمی کے باوجود چند الفاظ حضرت صاحب کی ذات والا شان میں لکھنا اپنے لیے باعث صد افتخار سمجھتا ہوں۔

میرے نہایت ہی عزیز دوست جناب سرور حسین نقشبندی جن کا شمار مملکت پاکستان کے صف اول کے ثناء خوانانِ رسولؐ اللہ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے کمال محبت سے اپنے نعتیہ ادب کے کتابی سلسلہ ''مدحت'' میں قبلہ حافظ مظہر الدینؒ صاحب کے لیے گوشہ چھاپنے کا ارادہ کیا تو یہ ان کی بڑی ذرہ نوازی ہے کہ مجھ جیسے کم علم اور تہی دست سے کچھ رقم کرنے کا حکم فرمایا:

قبلہ حضرت حافظ مظہر الدینؒ سلسلہ چشتیہ کے معروف بزرگ مرشد کامل، پیر طریقت، رہبر شریعت، شہباز چشت حضرت نواب الدین چشتیؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کو عشق رسول اللہؐ اپنے والد گرامی اور آپ کے پیرو مرشد حضرت پیر سراج الحق گورداسپوریؒ سے ورثے میں ملا۔ حافظ صاحبؒ مادر زاد ولی تھے۔ آپ کا کلام مشاہدے کا کلام ہے۔ جب بھی کوئی صاحب دل آپ کا کلام پڑھتا ہے تو تڑپ کر رہ جاتا ہے۔ میں نے آج تک جتنی بھی نعتیں پڑھی ہیں اس میں حضرت حسان العصرؒ کے کلام کا حصہ 80 فیصد ہے جو میرے لیے باعث برکت اور سرمایۂ حیات ہے۔

میں از خود تو قبلہ حافظ صاحبؒ سے متعارف نہ تھا، اسے میری خوش نصیبی سمجھیں کہ جب ایک اللہ کے ولی کے توسط سے قبلہ حافظ صاحبؒ کی نعتیہ تصانیف عطا ہوئیں تو گویا دل کی دنیا بدل گئی پس پھر تو کوئی دوسرا ذوق کو جچا ہی نہیں، اتنا کامل اور خوبصورت کلام آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔

بلا شبہ حضرت حافظ مظہر الدینؒ کا نعتیہ کلام اردو ادب میں بہت ہی روشن سرمایہ ہے اور کیوں نہ ہو کہ ایسی وجدانی کیفیت ہر کسی کے حصے میں نہیں آتی۔

اللہ کریم سے دعا گو ہوں کہ قبلہ حضرت حافظ صاحبؒ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے اور ان کو حاصل عشق رسولؐ میں سے چند قطرے ہم تشنہ کاموں کو بھی عطا ہوں۔ آمین، بجاہ سید المرسلین۔

آخر میں حضرت حسان العصر کے چند اشعار پیش خدمت ہیں جو میری تنہائی کو انجمن آراء کر دیتے ہیں۔

بنے ہیں دونوں جہاں شاہِ دوسرا کے لیے　　　سجی ہے محفل کونین مصطفیٰؐ کے لیے
حضور نور ہیں محمود ہیں محمدؐ ہیں　　　جگہ جگہ نئے عنوان ہیں ثنا کے لیے

....

مصحف روئے محمدؐ کا جو عرفان نہ تھا　　　دہر میں کوئی بشر صاحب ایمان نہ تھا
ان کی یکتائی پہ تھے آدم و حوا بھی فدا　　　یوسف مصر ہی سو جان سے قربان نہ تھا

....

جب لیا نام نبیؐ میں نے دعا سے پہلے　　　میری آواز وہاں پہنچی صبا سے پہلے
بے وضو عشق کے مذہب میں عبادت ہے حرام　　　خوب رو لیتا ہوں خواجہؐ کی ثنا سے پہلے

☆☆☆

بیادحضرت حافظ مظہرالدینؒ

مظہرالدین نعت گوئے نامور! محرم رمز سخن صاحب نظر
سینہ اش عشق نبیؐ را جلوہ گاہ! آں حق آگاہ و معارف دستگاہ

....

کرد بالا در ادب میعار نعت اشکہایش غازۂ رخسار نعت!
داشت کیف، نعت گوئی مستقل نعرہ زن بادرد مندی ہائے دل

....

آں ہمہ سوز و ہمہ ذوق و سرور! جان او سرمایہ اندوز حضور!
دامنش از اشکہا بہوارہ تر! ذکر و فکرش مدحت خیرالبشرؐ

....

در نگاہِ او جمال مصطفیٰ! ذہن او محو خیال مصطفیٰؐ
شادماں اندر ثنائے شاہؐ دیں بود مقصودش رضائے شاہؐ دیں

....

دیدش در یادِ احمدؐ نعرہ زن ہم بہ تنہائی وہم در انجمن!
منقطع بود از علائق رشتہ اش گشتہ از اربابِ ثروت دست کش

....

سینۂ او داغ داغ از درد بود! صورت خورشید تنہا گرد بود!
داشت عجز و انکسار برملا باغلامانِ حبیبؐ کبریا!

....

چشم لطف از فقر جاہاں داشتے اجتناب از کج کلاہاں داشتے

ربط با رومیؒ و جامیؒ بیش داشت مدحت محبوبؐ داور کیش داشت

....

ہر سہ دیوانش بہ نعت ایمان عشق بلکہ نزد اہل دل قرآن عشق!
نام لافانی از آثار نعت! چہرہ اش تابندہ از انوارِ نعت

....

لطف ختم المرسلینؐ را مظہرے! بود دیں نعت را پیغمبرے!
السلام اے آستاں بوس رسولؐ السلام اے وارد باب قبول

غلام نصیرالدین نصیر گولڑویؒ

☆☆☆

نظم بیاد مظہرؒ

حدیث عشق نبیؐ ہے کلام مظہر کا
ہر ایک دل میں بڑا احترام مظہر کا

ورود اس پہ مسلسل ''تجلیات'' کا ہے
یہ خاص لطف و کرم تو نبیؐ کی ذات کا ہے

حصار نور میں رہتا ہے وہ پناہ میں
وہ مانتا ہے، ہمہ وقت ''جلوہ گاہ'' میں ہے

رموز عشق سکھاتا ہے اہل عرفاں کو
''نشان راہ'' دکھاتا ہے اہل ایماں کو

سند نجات کی لاریب اس دلیل پہ ہے
جھکائے سر کو کھڑا ''باب جبریل'' پہ ہے

کرم جو ٹپکا ہے ''میزاب'' سے وہ کام آیا
ثنا گوؤں میں بھی مظہرؒ کا خاص نام آیا

جناب ظفر ظفری (سعودی عربیہ)

انتخاب کلام مظہرؒ

آؤ کہ ذکر حسن شہؐ بحر و بر کریں
جلوے بکھیر دیں شب غم کی سحر کریں

جو حسن میرے پیش نظر ہے اگر اسے
جلوے بھی دیکھ لیں تو طواف نظر کریں

وہ چاہیں تو صدف کو در بے بہا ملے
وہ چاہیں تو خزف کو حریف گہر کریں

فرمائیں تو طلوع ہو مغرب سے آفتاب
چاہیں تو اک اشارے سے شق قمر کریں

کونین کو محیط ہے سرکارؐ کا کرم
سرکارؐ! ہم پہ ایک کرم کی نظر کریں

راہ نبیؐ میں غیر پر تکیہ حرام ہے
اے عشق آ کہ بے سروساماں سفر کریں

شعروادب بھی آہ وفغاں بھی ہے ان کا فیض
پیش حضورؐ اپنی متاع ہنر کریں

اب کے جو قصد طیبہ کریں، رہروانِ شوق
مظہر کو بھی ضرور شریک سفر کریں

☆☆☆

بنے ہیں دونوں جہاں شاہ دوسرا کے لیے
سجی ہے محفل کونین مصطفیٰ کے لیے

زباں کو اس لیے شیرینئ بیان ملی
زباں ہے مدحت محبوب کبریا کے لیے

گدائے کوئے مدینہ ہوں کس کا منہ دیکھوں
انہی کی بخششیں کافی ہیں مجھ گدا کے لیے

انہی کو لذت عشق نبیؐ ملی کہ جنہیں
ازل سے چن لیا قدرت نے اس عطا کے لیے

مرے کریمؐ! مرے چارہ ساز و بندہ نواز
تڑپ رہا ہوں ترے شہر کی ہوا کے لیے

فراز طور پہ وہ بے نقاب کیوں ہوتے
کہ آشنا کی تجلی تھی آشنا کے لیے

حضورؐ نور ہیں، محمودؐ ہیں، محمدؐ ہیں
جگہ جگہ نئے عنوان ہیں ثناء کے لیے

انہی کا ذکر انہی کا بیاں، انہی کا نام
ہر ابتدا کے لیے ہے ہر انتہا کے لیے

عجیب نشۂ بے نام سا ہوا محسوس
زبان جب بھی کھلی ہے تری ثنا کے لیے

☆☆☆

جب لیا نام نبیؐ میں نے دعا سے پہلے
میری آواز وہاں پہنچی صبا سے پہلے
کر نہ منزل کی طلب راہنما سے پہلے
ذکر محبوبؐ سنا، ذکر خدا سے پہلے
بے وضو عشق کے مذہب میں عبادت ہے حرام
خوب رو لیتا ہوں خواجہؐ کی ثناء سے پہلے
ترے عرفان پہ موقوف ہے عرفان خدا
کہ ترا نام سنا ہم نے خدا سے پہلے
دم آخر مجھے آقاؐ کی زیارت ہوگی
ایک دن آئیں گے سرکار قضا سے پہلے
حق سے کرتا ہوں دعا پڑھ کے محمدؐ پہ درود
یہ وسیلہ بھی ضروری ہے دعا سے پہلے
ہم نے بھی اس در اقدس پہ جمائی ہے نظر
جس جگہ منگتوں کو ملتا ہے صدا سے پہلے
نعت میں کیف و اثر کی ہے طلب تو مظہر
مانگ لے سوز در شاہِ ہدیٰ سے پہلے

☆☆☆

دل سے اک ہوک اٹھی سوئے مدینہ دیکھا
ہم نے طوفان میں جب اپنا سفینہ دیکھا
ان کے صدقے جنہیں یاد شہؐ ابرار ملی
ان کے قربان جن آنکھوں سے مدینہ دیکھا
کون جز سرورؐ دیں عرش بریں تک پہنچا
کس نے قصر شہؐ لولاک کا زینہ دیکھا
خرد اس معجزۂ شوق پہ حیران ہوئی
ان کے دربار میں جب مجھ سا کمینہ دیکھا
مجھ سا ناکارہ اور اس پر یہ نزول الہام
مرے آقاؐ تری بخشش کا قرینہ دیکھا
آج مظہر سے سرراہ ملاقات ہوئی
آج ہم نے بھی سگ کوئے مدینہ دیکھا

ہمیشہ مدحت خیرالانامؐ میں گزرے
دعا ہے عمر درودوسلام میں گزرے

نفس نفس ترا ذکر جمیل ہو لب پر
نفس نفس مرا کیف تمام میں گزرے

صبا مدینے سے آئے صبا مدینے چلے
نبیؐ سے نامہ نبیؐ سے پیام میں گزرے

زہے کہ میرا وظیفہ رہی ہے نعت نبیؐ
خوشا کہ میرے شب وروز کام میں گزرے

درود پڑھتے ہوئے حشر میں چلو مظہر
یہ مرحلہ بھی اسی اہتمام میں گزرے

☆☆☆

کیا کہوں ان کے لطف سے یوں ہے دل یہ آشنا کہ یوں
ان کی عطا سے پوچھیے بولے گی خود عطا کہ یوں

سوچ میں تھے الم نصیب کیسے سکوں سے ہوں قریب
میں نے درود پاک انہیں پڑھ کے سنا دیا کہ یوں

مجھ کو یہ فکر تھی کہ میں پہنچوں گا طیبہ کس طرح
باغ جہاں کے صحن میں چلنے لگی ہوا کہ یوں

پردۂ سوز و ساز میں یا غم جاں نواز میں
یوں کہوں ان کے روبرو درد کا ماجرا کہ یوں

جو یہ کہیں کہ فقر کی شان میں دل کشی کہاں
ان کو در رسول کا مجھ سا گدا دکھا کہ یوں

مظہر بے عمل کو بھی ان کی لگن ضرور تھی
خیر یہ بحث چھوڑیے یوں تھا وہ خوش نوا کہ یوں

☆☆☆

رخِ حیات کی تابندگی حضورؐ سے ہے | حیات جلوہ درآغوش ان کے نور سے ہے
تیرے ظہور سے پھیلے ہیں سرمدی جلوے | تجلیات کا عالم ترے ظہور سے ہے
جہان عشق کی سرمستیاں اسی کی ہیں | وہ بے نوا جسے وابستگی حضور سے ہے
مرے خیال کا موضوع ہے جمال رسولؐ | مری نوا کا اثر عالمِ سرور میں ہے
جہان آب و گل و باد سے نہیں مظہر
یہ نغمہ سنج تو فردوس کے طیور سے ہے

☆☆☆

تری نگاہ سے ذرے بھی مہر وماہ بنے | گدائے بے سروساماں جہاں پناہ بنے
رہ مدینہ میں قدسی بھی ہیں جبیں فرسا | یہ آرزو ہے مری جاں بھی خاک راہ بنے
زمانہ وجد کناں اب بھی ان کے طوف میں ہے | جو کوہ و دشت کبھی تری جلوہ گاہ بنے
حضورؐ ہی کے کرم نے مجھے تسلی دی | حضورؐ ہی مرے غم میں مری پناہ بنے
جہاں جہاں سے وہ گزرے جہاں جہاں ٹھہرے | وہی مقام محبت کی جلوہ گاہ بنے
وہ حسن دے جو تری طلعتوں کا مظہر ہو
وہ نور دے جو فروغ دل و نگاہ بنے

☆☆☆

لب پہ ہے گفتگو مدینے کی | اے زہے آرزو مدینے کی
نام لے باوضو مدینے کا | بات کر باوضو مدینے کی
میں کہاں نامراد جاؤں گا | دل نوازی ہے خو مدینے کی
آ کہ تکمیلِ جذب وشوق کریں | آ کریں گفتگو مدینے کی
تری مٹی وہیں کی ہے مظہر
تجھ سے آتی ہے بو مدینے کی

ہوگا معمور تجلی میرا سینہ اب کے　　　میں ہوں سرشار کہ دیکھوں گا مدینہ اب کے
باریابی کا نہ تھا کوئی قرینہ اب کے　　　لے اڑی رحمت سرکارؐ مدینہ اب کے
یوں نوازا ہے مجھے شاہؐ نے باوصف عیوب　　　شرم سے میری جبیں پر ہے پسینہ اب کے
ہوں گی سرکارؐ سے کچھ راز کی باتیں دل میں　　　فیض پہنچے گا مجھے سینہ بہ سینہ اب کے

پردۂ غیب سے مظہر کو ملی ہے یہ نوید
کیف میں گزرے گا یہ حج کا مہینہ اب کے

☆☆☆

وہ نہ تھے جب تو بات کچھ بھی نہ تھی　　　محفل کائنات کچھ بھی نہ تھی
آدمی کو شعورِ راہ نہ تھا　　　آدمی کی حیات کچھ بھی نہ تھی
جلوہ گر، جلوہ ریز، ان کے بغیر　　　ذات والا صفات کچھ بھی نہ تھی
لاج رکھ لی شفیعؐ محشر نے　　　گو سبیل نجات کچھ بھی نہ تھی
حشر کے دن تھا ان کا نور و ظہور　　　حشر میں اور بات کچھ بھی نہ تھی
جز درود و سلام و یادِ رسولؐ　　　جو بھی گزری حیات کچھ بھی نہ تھی
مل گئے مجھ کو نعت کے نغمے　　　شورش کائنات کچھ بھی نہ تھی

دم آخر تھا وردِ صلِ علیٰ
لب مظہر پہ بات کچھ بھی نہ تھی

☆☆☆

والیل تھیں زلفیں، رخ شہؐ ماہ مبیں تھا　　　اللہ غنی میرا نبیؐ کتنا حسیں تھا
جب ماہ وکواکب تھے، نہ یہ فرش زمیں تھا　　　اس وقت بھی وہ نور مبیں، نور مبیں تھا
بول اٹھے تھے بوجہل کی مٹھی میں بھی کنکر　　　یہ واقعہ اعجاز لب سرورؐ دیں تھا

گو بدر کے میدان میں تھے بے سروساماں
سرکارؐ کو اللہ کی نصرت پہ یقیں تھا

ایک ایک نفس مژدہ تھا طیبہ کے سفر میں
ایک ایک قدم منزل معراج یقیں تھا

کعبے کو بھی دیکھا تھا بڑے غور سے میں نے
کعبہ بھی میرے شاہؐ کے جلوؤں کا امیں تھا

اب بھی مجھے سرکارؐ کی رحمت پہ یقیں ہے
کل بھی مجھے سرکارؐ کی رحمت پہ یقیں تھا

مظہر کہ ہے نعت شہؐ ذی جاہ سے مشہور
اک مرد کم آمیز تھا، اک گوشہ نشیں تھا

☆☆☆

کیا لذتیں ہیں عشق رسالت پناہ میں
ہم پر کھلا یہ راز مدینے کی راہ میں

جب پردۂ عدم میں تھا کونین کا وجود
جلوے تھے مصطفٰی کے حریم الہ میں

یارب عطا ہوں شہر نبی کی تجلیاں
دائم رہے حضورؐ کا روضہ نگاہ میں

آئے تری جناب میں اک دن ترا گدا
پہنچے ترا فقیر، تری بارگاہ میں

ان سے جو کوئی طالب عفو گناہ ہو
ممکن نہیں کہ دیر ہو عفو گناہ میں

مظہر مجھے بھی زندگیٔ جاوداں ملے
آئے جو موت شہر مدینہ کی راہ میں

☆☆☆

ذرے ذرے میں ہے دل اے سارباں آہستہ چل
یہ ہے راہِ سرورِ کون و مکاں آہستہ چل

میں وفور کیف میں ہوں نغمہ خواں آہستہ چل
دیدنی ہے میری مستی کا جہاں آہستہ چل

اے حدی خواں! اے امیر کارواں آہستہ چل
ہے شریک کارواں اک خستہ جاں آہستہ چل

اب نظر میں ہیں مکان و لامکاں آہستہ چل
اب نہیں کوئی حجاب درمیاں آہستہ چل

اس زمیں پر رات دن ہوتا ہے رحمت کا نزول
یہ زمیں ہے بوسہ گاہ قدسیاں آہستہ چل

قطرے قطرے سے کہانی عشق کی ترتیب دے
ایک بھی آنسو نہ جائے رائیگاں آہستہ چل

ہر قدم اٹھے کمال احتیاط و ضبط سے
تو ہے سوئے منزل طیبہ رواں آہستہ چل

رک! کہ میں بھی جھاڑ لوں دامن سے گرد معصیت
کیوں کہ طیبہ ہے جہان نوریاں آہستہ چل

کوہ وصحرا کی فضاؤں میں ہیں نغمات درود
مل گئی ہے خامشی کو بھی زباں آہستہ چل

ملنے والا ہے مرے اشکوں کو بھی رنگ قبول
ختم ہو لینے دے میری داستاں آہستہ چل

☆☆☆

حرم نبیؐ کی جب تک وہ خنک ہوا نہ آئے
یہ دعا ہے یا الٰہی کہ مری قضا نہ آئے

در مصطفیٰؐ پہ آتے ہیں ملک بھی سر فگندہ
کوئی بے ادب قریبِ درِ مصطفیٰؐ نہ آئے

تو کرم کا ہے بھکاری تو در کریمؐ پر آ!
یہ وہ در نہیں جہاں سے کہ کوئی صدا نہ آئے

ہو نہ جلوہ گر چمن میں جو نبیؐ کا نور تاباں
کبھی ان گلوں سے ملنے کے لیے صبا نہ آئے

مجھے ان کی آرزو میں بھی سرور مل رہا ہے
مجھے ان کی یاد پیہم میں بھی کیوں مزا نہ آئے

تگ و دو ہے شرط اول رہ و رسم عاشقی کی
رہے عشق رہ میں جب تک درِ مصطفیٰؐ نہ آئے

شہؐ دیں کی رہنمائی مرے واسطے ہے کافی
مری منزل یقیں میں کوئی رہنما نہ آئے

میں یہ کیوں یقین کرلوں کہ وہ رہ نجات کی ہے
کہ جہاں نظر نبی کا کوئی نقش پا نہ آئے

یہ صدائے عاجزانہ در شہؐ سے مانگ مظہر
وہ گدا نہیں کہ جس کو روشِ گدا نہ آئے

☆☆☆

جب تک بدن میں جان، دہن میں زباں رہے
لب پر ثنائے خواجۂ کون و مکاں رہے

جاری رہے حضورؐ کی مدحت کا سلسلہ
جب تک جیوں یہ نور کا چشم رواں رہے

وابستہ ہو کے دامنِ خیرالانامؐ سے
ہم بے نیاز فکر و غم این و آں رہے

یا رب یہ آرزو ہے کہ ہنگام واپسیں
نظروں میں حسن روضۂ شاہ جہاں رہے

اعجاز ہے یہ سرورؐ عالم کی نعت کا
میں پیر ہوگیا، مرے نغمے جواں رہے

گو قرب مل سکا نہ در پاک کا مگر
خواجہؐ قریب دل رہے، نزدیک جاں رہے

مظہر میں جب بھی مدح پیمبرؐ رقم کروں
ہو روح وجد و حال میں، دل نغمہ خواں رہے

☆☆☆

شہؐ کونین کی نازک بدنی کے صدقے
دل و جاں سید مکی مدنی کے صدقے

غنچہ غنچہ تری غنچہ دہنی کے صدقے
جلوہ جلوہ تری گل پیرہنی کے صدقے

طلع البدر علینا کی صدائیں گونجیں
نغمہ افروزئ ماہ مدنی کے صدقے

تیری زلفوں پہ فدا لالہ و گل کی خوشبو
مشک و عنبر تری بوئے بدنی کے صدقے

مجھ سے خوددار کا بھی جس سے بھرم ہے قائم
مجھ سا نادار گدا ایسے غنی کے صدقے

تو نے خود غزوۂ خندق میں چٹانیں توڑیں
عزم والے! تری اس کوہ کنی کے صدقے

سرورؐ دیں نے بنایا اسے ملبوس بدن
رحمت حق ہے ردائے یمنی کے صدقے

زور بازو ہے ترا زور نبیؐ کا مظہر
اے علیؓ! میں تری خیبر شکنی کے صدقے

☆☆☆

نبی کی نعت جو قرطاس پر رقم کی ہے
تو پہلے ہم نے محبت میں آنکھ نم کی ہے

عجیب شان مرے شاہؐ کے کرم کی ہے
کہ ذرے ذرے پہ رحمت شہؐ امم کی ہے

سیاہ کار گناہوں سے بھی ہے شرمندہ
گناہ گار کو امید بھی کرم کی ہے

وہ ہیں علیم تو سودوزیاں کا کیا کھٹکا — وہ ہیں خبیر تو کیا فکر بیش و کم کی ہے
ہے اعتبار عرب شاہِؐ دیں کا ذکرِ جمیل — انہی کی یادِ حسیں آبرو عجم کی ہے
خدا کرے مرے خواجہؐ کی بزم میں ہو قبول — متاعِ عشق بڑے شوق سے بہم کی ہے
مزاج اور ہے دیوانگان حضرتؐ کا — کچھ اور طبع فقیہان محترم کی ہے
پسند آئیں گے کیا مجھ کو دیر کے جلوے — کہ میرے پیش نظر روشنی حرم کی ہے

چلو کہ ملتے ہیں مظہر سے نعت کے انوار
چراغ بجھنے کو ہے بات کوئی دم کی ہے

☆☆☆

ہے مدام میرے لب پر سخن شہؐ حجازی — مرا ہم نوا ہے رومیؒ، مرا ہم نفس ہے رازیؒ
ترے خادمانِ در کا یہ مذاق جاں گدازی — دم کارزار صائم، صف جنگ میں نمازی
تری رہبری نے بخشا یہ شعور راہ ورنہ — تھا عرب کے ساربانوں کا شعار خاکبازی
بشری لباس میں بھی، ملکی صفات ہے تو — ہے حقیقتوں کا شاہد ترا جلوۂ مجازی
ترے عشق کا کرشمہ، ترے حسن کی کرامت — تپش و گداز رومیؒ، اثر کلام رازیؒ
ترے عزم غازیانہ کا بیاں کروں تو کیوں کر — کہ ہیں فاتحانِ عالم ترے سرفروش غازی
شہ ذی وقار ہو کر بھی یہ بوریہ نشینی — دو جہاں کے تاج والے! یہ کمال بے نیازی

اے مراد شہر یاراں! اے عزیز دلفگارا
چہ شود اگر گدارا بہ تبسمے نوازی

☆☆☆

کہیں وصف رخ و گیسو، کہیں ہے تذکرہ قد کا — مرا دیوان اک گلدستہ ہے نعت محمدؐ کا
بیاں کیا ہو خدائے پاک کے اس لطف بے حد کا — بنایا جس نے مجھ کو نعت گو شاعر محمدؐ کا

فزوں ہے عرش سے بھی مرتبہ چرخ زبرجد کا
ہے جس کے سامنے دن رات عالم سبز گنبد کا

نہیں ہوں میں نیا کوئی ثنا گستر محمدؐ کا
کہ ذکر شاہؐ دیں معمول تھا میرے اب وجد کا

تصور بھی سرور افزائے دل ہے سنگ اسود کا
کہ اس پر ثبت ہے بوسہ لب لعلین احمدؐ کا

نہ ہوگی تا قیامت ختم میری روح کی مستی
کیا ہے طوف میں نے سید ذیشاں کے مرقد کا

تمنا تھی خلیل اللہؑ کے دِل میں ان کی بعثت کی
مبشر تھا مسیحؑ ابن مریم ان کی آمد کا

چلے تو تھام لی جبریل نے بڑھ کر رکاب ان کی
شب اسریٰ یہ خوب انداز تھا شہؐ کی خوشامد کا

سنا تھا نام تیرا میں نے اپنی پاک مادر سے
ابھی تک کچھ پتہ مجھ کو نہ تھا اوراقِ ابجد کا

☆☆☆

زہوائے او نسیما! دل غنچہ را کشودے
بہ رساں بہ او سلامے بہ رساں بہ او درودے

اگر آں کرم نمائے نہ بہ من کرم نمودے
دل درد آشنائے بہ کنار من نہ بودے

زہے عابدے کہ خواند بہ حریم او نمازے
زہے ساجدے کہ ریزد بہ زمین او سجودے

ز سواد زلف شاہے رخ شام رنگ گیرد
ز فروغِ عارضِ او رُخِ صبح را نمودے

ز گروہِ شہریاراں چہ کشود کار جویم؟
شہؐ مرسلاں! بخواہم ز نگاہ تو کشودے

دل ذرہ ذرہ دارد ز خرام او نشانے
اے جبین شوق آور! بہ دیار او سجودے

دل عرشیاں گدازم، دل فرشیاں بہ سوزم
بنواز زاں نوائے، بنواز زاں سرودے

پئ من شد است مظہر ز ازل پناہ گاہے
حرمِ جمالِ پاکے در سیدؐ الوجودے

☆☆☆

تضمین برنعت قدسی

دل میں عشق شہؐ کونین کی ہے آگ دبی
عجمی شیشے میں ہے بادۂ ناب عربی
مجھ سا محرومِ ازل اور یہ فیضان نبیؐ
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

شہؐ خوبانِ عرب، نازش خوبانِ عجم
ترے جلووں سے ضیا گیر ہیں انوارِ حرم
راحتِ جانِ حزیں ہے، ترا اسمِ اعظم
منِ بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم
الله الله چہ جمال است بدیں بوالعجمی

کیف پرور ہے ترے باغِ مدینہ کی ہوا
عطر سے بڑھ کر معطر ہے پسینہ تیرا
خاکِ در تیری ہے دنیا کے لیے خاکِ شفا
نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
بہتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

یہی مکہ تھا ترے فیضِ کرم کو منظور
یہی وادی ترے جلووں سے ہوئی تھی معمور
چن لیا صبحِ ازل تیری تجلی نے یہ طور
ذات پاک تو دریں ملک عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بہ زبانِ عربی

خواجہؐ ہر دوسرا سوئے من انداز نظر
شانِ رحمت بنما سوئے من انداز نظر
سیدیؐ! بہر خدا سوئے من انداز نظر
چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطلبی

بوذرؓ و خالدؓ و صدیقؓ و عمرؓ تیرے غلام
عرش سے تجھ کو پہنچتا ہے درود اور سلام
شہؐ کونین! ترا ہر دلِ زندہ میں مقام
نخلِ شاداب مدینہ ز تو سرسبز، مدام
تا شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی

اے رسولؐ عربی! گوہر نایاب حیات
تجھ سے پائی ہے زمانے نے تب و تاب حیات
حق نے رکھے ہیں ترے ہاتھ میں اسبابِ حیات
ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات
لطف فرما کہ زحد می گذرد تشنہ لبی

ہم نے چکھی تھی ترے عشق کی مے یومِ الست
ہم اسی بادۂ سرشار کی لذت سے ہیں مست
یہی ایمان ہے، دنیا کہے اوہام پرست
شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت
بہ مقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبیؐ

☆☆☆

قصیدہ

سید و سرور و وقار حرم — عظمتِ کعبہ و دیارِ حرم
نقش رنگین صانع قدرت — روغن روئے زرنگارِ حرم

مہبط وحی و مخزن اسرار
غیب آگاہ و رازدارِ حرم

آرزو و مرادِ مشتاقاں
مرکزِ حسن و عشق یارِ حرم

سر وحدت، جمالِ ہوش ربا
شانِ سبحان، در کنارِ حرم

بامقامات، غیرتِ جبریل
باعنایات، جاں سپارِ حرم

جلوۂ گلستانِ لاہوتی
مظہر ذات، افتخار حرم

حسن تخلیق و باعث تخلیق
نازشِ دوجہاں قرارِ حرم

اولیں نور، اولیں انعام
آخری جلوۂ بہارِ حرم

فقر سرمایہ، بوریہ بستر
بے زر و سیم، تاجدارِ حرم

کیف افروز محفل ہستی
وجہ سرمستیٔ بہارِ حرم

نور افشان عالم موجود
رونقِ قبلہ، اعتبارِ حرم

ضامن عصمت بنائے خلیل
پاسبان و نگاہدارِ حرم

من رانی فقد رالحق،گفت
خاتم انبیاء، نگارِ حرم

فخر کونین! فخر موجودات
تیرا کوچہ ہے افتخارِ حرم

تیری تکبیر اور تری تہلیل
نغمہ ساز آبشارِ حرم

تیرا روضہ ہے مطلع انوار
تیرا گنبد ہے اعتبارِ حرم

صاحب لطف و جود و خلق عظیم
مجھ کو بھی بخش دے جوارِ حرم

تیرا دست سخا، ید قدرت
تیرے قبضے میں ہے دیارِ حرم

دے جگہ اپنے آستاں کے قریب
کر عطا کوئی ریگ زار حرم

غازۂ رخ ہو خاکِ راہ حجاز
سرمۂ چشم ہو غبارِ حرم

عشق کو سوز و ساز ہے مطلوب
اے جواں عزم! اک شرار حرم

میں بھی ہوں خاک بوس راہ ترا — میں بھی ہوں ایک خاکسار حرم
میں بھی ہوں گلشن محبت میں — گل نورستۂ بہارِ حرم
ایک کہنہ وفا شعار ترا — ایک دیرینہ ریزہ خوارِ حرم
کشتۂ ناز، کشتۂ انداز — سینہ بریان و دل فگارِ حرم
تیرے تیر نگاہ کا زخمی — خوش نصیب آہوئے تتارِ حرم
نغمہ خواں، نغمہ ساز،نغمہ سرا — بلبل گلشن بہارِ حرم
میرے آنسو ہیں عشق کا ہدیہ — میرے جذبات ہیں نثار حرم
دست بکشا و دست گیری کن — طے نہ یوں ہو گی رہگذارِ حرم
پا شکستہ بھی ہوں ملول بھی ہوں — نظر لطف، شہر یارِ حرم
المدد، المدد، شہؐ کونین! — وقت نصرت ہے غمگسارِ حرم
الغیاث الغیاث، میر عرب — آج خطرے میں ہے وقارِ حرم
متحد ہیں یہود بہر قتال — منتشر جملہ شہسوارِ حرم
ہیں کلیسا و دیر شیر و شکر — زہر آلود خلفشارِ حرم
اب دلوں میں نہیں وہ جوش عمل — ہو گیا سرد شعلہ زارِ حرم
ہائے انجام کار کیا ہوگا؟ — لے نہ ڈوبے یہ انتشارِ حرم

چارہ سازِ شکستگاں فریاد
دیکھ پامالئ بہار حرم

☆☆☆

مذاکرہ

نعت معاشرتی رویوں میں
تبدیلی کا ذریعہ

شرکائے مذاکرہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، پروفیسر محمد اکرم رضا

پروفیسر ریاض حسین زیدی، ناصر بشیر، شہزاد نیر

نعت معاشرتی رویوں میں تبدیلی کا ذریعہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (فیصل آباد)

نعت بظاہر ایک صنف سخن ہے جس میں انتخاب کلمات، اختیار خیالات اور اسلوب نظم کی رعایت رکھی جاتی ہے۔ اس لیے اس کا ظاہری ہیولہ فنی تقاضوں کے ساتھ مربوط رہنا چاہیے مگر اس کی اندرونی فضا عام شعر و نظم سے مختلف ہے۔ اس کا پورا ڈھانچہ ہی پاکیزگی میں لپٹا ہوتا ہے۔ صداقت شعاری اس کا جوہر ہے اور حقیقت پسندی اس کا اختیار ہے۔ شاعر جب نعت لکھنے کا ارادہ کرتا ہے اور ایک طاہر و معطر وجود اس کے پیش نظر ہوتا ہے۔ اس طرح اس کے خیالات کا مرکز طہارت کے حصار میں ہوتا ہے اور وہ ہزار مبالغے کے باوجود سچ بولنے پر مجبور ہوتا ہے۔ نعت کی کرداری صیانت شاعر کے خیالات کا احاطہ کرتی ہے اور وہ ایک عام شاعر سے مختلف روپ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس طرح نعت تہذیب نفس کا ذریعہ بنتی ہے پھر یہ پاکیزگی ایک ذات تک محدود نہیں رہتی۔ پوتر خیالات جن کلمات کے جلو میں معاشرتی فضا میں پھیلتے ہیں وہ فضا کو بھی خوشگوار بناتے ہیں۔ نعت کی مجلس ہمہ جہت وقار کا نمونہ ہوتی ہے جس سے منسلک افراد کے رویوں میں پاکیزگی اترنے لگتی ہے۔

نعت تقدیس کا پیغام ہوتی ہے۔ چند لمحوں کے لیے ہی سامعین ایک روحانی فضا میں ہوتے ہیں۔ بار بار ایسی فضا نصیب ہو جائے تو کرداری حسن کی نمو ہونے لگتی ہے۔ انسان کا ہر عمل اس کے خیالات، میلانات اور جذبات کا آئینہ ہوتا ہے۔ نعت خیالات کی تطہیر، میلانات کے توازن اور جذبات کی راستی کی محرک بنتی ہے جس سے وہ معاشرتی اصلاح کی نمود ہونے لگتی ہے۔ غزل ہو یا عمومی نظم، اثر آفریں ہو یا نہ ہو، معاشرتی رویوں کی راستی کی کفیل نہیں ہوتی۔ تاریخ شعر گواہ ہے کہ جب شاعر نعت کو اپنانے لگتا ہے تو اس میں معاشرتی تبدیلی پیدا ہونے لگتی ہے۔ داد دینے کے انداز

سے لے کر سماعتی رویوں میں انقلاب برپا ہوتا ہے اور مشاہدہ تو یہاں تک ہے کہ کردار سنور نے لگتے ہیں۔ مدح کی خام خیالیاں دم توڑنے لگتی ہیں اور مطابق واقعہ گفتگو کا سلیقہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ خیالات میں مدہوشیوں کے ساتھ بھٹکنے والا نعت کے دربار میں حاضر ہوا تو خیالات میں بھی راستی در آئی اور معاشرتی حرکات میں بھی وقار اتر آیا۔ کیا اختر شیرانی کا مدہوشانہ رویہ نعت کی آمد نے ہوشمندانہ نہ کر دیا؟ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کی مستی اس سے یہ الفاظ نہ کشید کر لیتی کہ

بے ہوش ضرور ہوں مگر یہاں ہوش میں ہوں

یا محمد(ﷺ) ہوشیار کا اعلان جذباتی نوعیت کا نہ تھا مکمل ہوشمندی کا اظہار تھا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ دلورام کوثری کی نعت گوئی اس کے تمام حدود اربعہ کو بدلنے کا سبب بن گئی۔

ہے کوثری ہندو بھی طلب گار محمد(ﷺ)

کا دعویٰ کرنے والا کیا معاشرتی زنجیریں توڑ کر پاکیزگی کی دہلیز تک نہیں آتا۔ دلورام کوثری سے کوثر علی کوثری کا انقلاب کسی وجہ سے رونما ہوا۔ کیا نعت کی اثر آفرینی معاشرتی رویوں بلکہ ہمہ تن رویوں کی تبدیلی کا ذریعہ نہ بنی۔ نعت نے جب اندر کا جہان بدلا تو سارا معاشرتی چوگردہ بدل گیا، کیا یہ امر واقع نہیں کہ غزل سے نعت کی جانب سفر کرنے میں مخلص افراد نے پھر کبھی مڑ کر غزل کا رخ نہیں کیا۔ نعت ایک انقلاب آفریں معاشرتی مظہر ہے۔ حضرت حسانؓ کو کسی نے کہا کہ اے شاعر رسول ﷺ اسلامی دور کی شاعری، آپ کی جاہلی شاعری سے قدرے کمزور ہے تو جواب دیا کیا تم نہیں جانتے کہ شعر کو زینت مبالغے سے حاصل ہے جو جھوٹ کی ایک شکل ہے اور اسلام جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتا، معلوم ہوا کہ مدح رسالت ﷺ اپنانے سے کذب بیانی کا رویہ نہیں اپنایا جا سکتا۔ یہ صداقت آشنائی صرف نعت ہی میں نہیں اپنائی جاتی اس کے اثرات پھر رویے میں اترنے لگتے ہیں اور آخر کار سب معاشرتی رویے تبدیل ہو جاتے ہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ نعت اصلاح معاشرہ کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے انسان کا اندر و باہر ادب آشنا ہونے لگتا ہے اور معاشرتی رویوں میں بتدریج تبدیلی آنے لگتی ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ نعت قلبی وابستگی سے کہی جائے۔ یہ صرف معاشی مفاد اور معاشرتی مجبوری کے تحت نہ کہی جائے اور نہ اس لیے کہ ذرائع ابلاغ تک رسائی کا وسیلہ بنے کہ اس خاطر کہی گئی نعت نہ معاشرتی تبدیلی کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے اور نہ حصول برکت کا سبب بنتی ہے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا

نعت بلاشبہ معاشرتی ابلاغ کا ذریعہ ہے۔ یہ محض لفظوں کی سحرکاری یا سحر طرازی نہیں بلکہ اس کا ہر دور زندہ اور زندگی پرور رہا ہے۔ نعت نے خود کو کسی بھی دور کے سرابوں میں گم نہیں کیا بلکہ اس نے زندگی کے لیے سسکتے ہوئے زمانوں کو حیات نو عطا کی ہے۔ نعت خالق کی عطا ہے۔ شاعر گردوں نوا کی صدا ہے۔ زندگی کی آرام دہ گھڑیوں کے لیے سسکنے والوں کی صدا ہے۔ یہ کبھی کسی بھی زمانے سے الگ نہیں رہی۔ حضور علیہ التحیۃ والثناء کے زمانۂ قدسی سے لے کر جب حسانؓ بن ثابت اور کعبؓ بن زہیر سمیت بے شمار عشاق حضور کے نعتیہ ترانے گونجتے تھے آج تک نعت معاشرتی ابلاغ کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔

کسی بھی زمانے میں کہی ہوئی نعت کے مطالعے سے ہی اس کے حسن ابلاغ کا اظہار ہوتا ہے نہ تو شعراء اس سے پہلوتہی کر سکے اور نہ ہی نعت نے اپنی جلوہ گری کے دروازوں کو بند ہونے دیا۔ قدسی کے زمانے میں جب چاروں طرف مسلمانوں پر قیامت ڈھائی جا رہی تھی تو یہ شاعر زمانہ ساز پکار رہا تھا۔

چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قرشی لقبی ہاشمی و مطلبی

چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کے دور کی قہر سامانیاں ہوں یا صلیبی جنگوں میں خون کی پانی سے بڑھ کر ارزانی ہو، امیر تیمور کے ہاتھوں سے مسلمانوں پر ٹوٹتی ہوئی قیامت ہو یا عثمانی سلطنت کے خاتمے کی داستانِ دل فگار، قیام پاکستان کے ولولہ انگیز ادوار ہوں یا آج کے مسلمان کی کم کوشی اور کوتاہ سامانی، نعت نے خود کو عظیم ذریعہ ابلاغ ثابت کیا ہے کہ:

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ افکار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

جب ہندوستان مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھن رہا تھا تو تختہ دار کو جاتے ہوئے حضرت کافیؒ نے یہ کہہ کر اپنے دور ابتلا کی یوں ترجمانی کی تھی۔

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہؐ کا دین حسن رہ جائے گا

عصر حاضر کو دیکھیے۔ ہر طرف سے مسلمانوں پر بربادیاں مسلط کی جا رہی ہیں۔ صلیبی جنگ زبردستی مسلط کی جا رہی ہے۔ ایران، افغانستان، فلسطین، لبنان اور پاکستان سمیت کتنے ہی مسلمان غموں کی دھوپ میں جل رہے ہیں۔ اس دور پر آشوب میں نعت ذریعہ ابلاغ بن کر ہمیں بتلاتی ہے کہ:

آ کر پھر انسان تڑپتا ہے اکائی کے لیے
ہو گئے پھر فرقہ فرقہ رنگ نکہت روشنی

نعت ہمیں دکھلاتی ہے کیا کچھ ہو رہا ہے اور کیا کچھ ہونے والا ہے۔ شاعروں کے آنسوؤں کی مناجاتیں، بارگاہ رسول ﷺ میں ان کی فریادیں ہم پر اس پر صعوبت دور کی دشواریاں واشگاف کر رہی ہیں۔ حضرت حفیظ تائب کی غم ناک صدا ملاحظہ کیجیے۔

مزاج زندگی ہے سخت برہم سیدؐ عالم
دگرگوں ہے بہت احوال عالم سیدؐ عالم
اسیر حادثات نوبنو ہے امت آخر
کہ اس پر یورش اعداء ہے پیہم سیدؐ عالم

شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبال نے اس سے طویل عرصہ پہلے ہی دربار رسالت مآب میں عرض کیا تھا کہ:

اے باد صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
قبضے سے امت بیچاری کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی

چونکہ اشعار کا زیادہ تذکرہ ہمارا مقصود نہیں ورنہ مثالوں کا ڈھیر لگا دیتے۔ بات تو نعت کے ذریعہ ابلاغ ہونے کی ہے جو صاحب نثر تھا اس نے نثر کے پھول لٹا دیے۔ مقرر نے حسن خطابت کو زمانے کے مصائب کے اظہار کا ذریعہ بنا دیا جبکہ شاعر نے جذبات دلآویز کے ساتھ نعتوں کے آنسو یوں نذر کیے کہ ایک زمانہ تڑپ اٹھا۔ احمد ندیم قاسمی نے رسول اللہ ﷺ کا سہارا ڈھونڈتے ہوئے کہا تھا:

پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

راقم (محمد اکرم رضا) نے عہد حاضر کی المناکیوں میں جذبات غم یوں نذر کیے تھے۔

منزلیں گم ہوئیں راستے کھو گئے زندگی ریت کی جیسے دیوار ہے
خود ہی روحِ محمد تو کر فیصلہ ہم کو تری مدد کتنی درکار ہے
تجھ سے کٹ کر نہ کچھ بھی ہمارا رہا، وقت نے ٹھوکروں پر بھی رکھ لیا
پھر عطا کر شعور محبت ہمیں ہم کو پہچان اپنی بھی دشوار ہے

عزیز احسن کے لفظوں میں

ستم زدہ ہوں نگاہ کرم کا طالب ہوں
سوائے عجز بیاں کچھ ہنر نہیں رکھتا

الطاف حسین حالی نے تو اقبال سے بھی پہلے کہا تھا

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

یہ امر طے شدہ ہے کہ امت اسلام ہمیشہ نرغہ اغیار میں رہی ہے اور نعت گو شعراء نے اس دور کے حالات الم کو اگلے زمانے تک پہنچانے کے لیے خوب خوب ستارے اجالے ہیں۔ حضرت حسانؓ بن ثابت سے احسان دانش تک سبھی نے اپنے حالات کے تقاضوں کو سمجھا ہے اور اپنے دور کی پریشان حالیاں زمانے تک پہنچانے کے لیے کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ اصحاب نظر جانتے ہیں کہ آہستہ آہستہ یہ ماجرائے غم بھی نعتیہ ادب کا حصہ بن گیا۔ اب شاید ہی کوئی نعت گو ہو جو مصائب کے بیان میں پیچھے رہا ہو۔ اگر نعت اصلاح معاشرہ کا ذریعہ ہے تو شرم کیسی؟ بلکہ ہمیں رسول محترمؐ سے جس قدر محبت ہو گی نعت حضورؐ اسی شدت کے ساتھ اصلاح معاشرہ کا ذریعہ بنے گی۔ حالی، اقبال، ظفر علی خاں نے نعت سے یہی تو کام لیا ہے۔ معاشرتی حوالے سے عاصی کرنالی کو دیکھیے

میں صنم کدہ ہوں آقاؐ مرے سارے بت گرا دے
تری ذات بت شکن ہے تری ذات خود حرم ہے

عابد نظامی کا کہنا ہے کہ

مرے آقاؐ دعا امت کے حق میں
کہ اس میں الفت باہم نہیں ہے

معاشرہ ایک اکائی ہے جو امت اسلام سے جدا نہیں اور امت اسلام وہ کل ہے جو اپنے جزو

سے جدا نہیں اس لیے بات اصلاح معاشرہ کی ہو یا امت اسلام کے بگاڑ کی، نعت گو شاعر ہر طرف نظر رکھتا ہے اور جزو کل کی بہتری و بھلائی کے لیے آستانہ حضور ﷺ پر دعاؤں کا کاسہ لیے قبولیت کا منتظر رہتا ہے۔

پروفیسر سید ریاض حسین زیدی

تین حرف لفظ ''نعت' دنیائے لغت میں مؤثر ترین، معنی آفرین اور ایمان افروز تصور کیا جاتا ہے۔ خدا کے محبوب ترین رسول ﷺ کے اوصاف حسنہ اور ان کے ہمہ جہت کردار کی تعریف میں رطب اللسان ہونا نعت کا وہ عدیم النظیر منصب ہے کہ تعریف رب اللعالمین کے بعد اس وصف کا حقدار کوئی اور لفظ قرار نہیں پاتا۔ گویا نعت سنت خداوندی ہے اور جو اس سنت کی ہم نوائی کرتا ہے، وہ بلاشبہ مقدس و مطہر وجود ہے کہ اس نے خوش نیتی اور خوش دلی سے اسے اپنایا اور اس تحریک خداوندی کی تفہیم کو فروغ عام بخش کر نہ صرف اپنے کردار کو بہترین اخلاقی رویوں سے ہم آہنگ کیا بلکہ ہر درود خواں کے تطہیر کردار کو مثالی بنانے میں بھی مؤثر ترین کردار ادا کیا۔ لہٰذا نعت جو درود پاک کا مرکزی عنوان ہے، اسے اپنانے والا اپنے قول و فعل کو، اپنے ماحول کو، اپنے اعزہ و اقارب کو الغرض ہر شے کو بہترین اخلاقی سانچے میں ڈھالنے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ نعت میں حضور ﷺ کے جس جس وصف کو سراہا جاتا ہے، جس جس فعل کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ لامحالہ وہ وصف اور وہ فعل ہمارے رگ و ریشہ میں اترنے لگتے ہیں، ہماری شریانوں میں اوصاف حضور ﷺ گردش کرنے لگتے ہیں، ہماری زبان سے ادا ہونے والے اوصاف و کمالات حضور ﷺ آئینہ بن جاتے ہیں جس میں ہم اپنی کرداری شکلیں اس کے مطابق ٹھیک کرنے کے اصولاً اور فطرتاً متکلف ہوتے جاتے ہیں۔ نعت میں کہا جاتا ہے۔

مرے نبیؐ کے نظام شمسی سے نور ہے مستعار اس کا
جمال سیرت کا جو ستارہ جہاں کہیں جگمگا رہا ہے

یعنی جمال سیرت نے ہر نظام کائنات کو نورانی بنا دیا ہے۔ ہر طریق کار کو اخلاق محمدیؐ کا آئینہ بنا دیا ہے۔ حفیظ تائب فرماتے ہیں۔

خوش خصال و خوش خیال و خوش خبر خیر البشرؐ
خوش نژاد و خوش نہاد و خوش نظر خیر البشرؐ

یعنی نعت کے اس عالمگیر نوعیت کے اثر انگیز شعر کے توسط سے ہمارے رویوں کو خوش خصال، خوش خیال، خوش خبر، خوش نژاد، خوش نہاد اور خوش نظر بنانے کے آداب رسول ﷺ میں ڈھل جانے کی تحریک بنایا جا رہا ہے۔ نثر کے ان گنت فقرات کے مقابلے میں نعت (منظوم اظہاریہ) کا ایک شعر زیادہ مؤثر پیرائے میں حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی آمادگی عطا کرتا ہے۔ انسانی اقدار کی سربلندی کا ہر رخ کردار حضور ﷺ کی سیرت سے منور و درخشاں ہوتا ہے۔ نعت اپنے دائرہ کار میں اس رخ کردار کو ہمارے معاشرتی رویوں کی مثبت اصلاح اور حسن کار پر آمادہ کرتی ہے۔ نعت کا ہر شعر چونکہ حضور ﷺ کے بے مثال کردار کی صوفشانی کرتا ہے لہٰذا یہ بے مثال کردار خود بخود اچھائیوں اور بہتریوں کے رویے ہمارے سامنے طشت از بام کر دیتا ہے۔ اگر ہم نعت کو خوش دلی اور نیک نیتی سے سن رہے ہوتے ہیں تو ہم از خود خوش اطواریوں کے بحر بے کراں سے اپنے وجود کو پاکیزہ غسل دلا کر ہر قسم کی غلاظت کو اپنے وجود سے بہر طور دور کر دیتے ہیں:

فکر و عمل کے حسن کا سامان کر دیا — عزت مآب آپ نے انسان کر دیا
یہ معجزہ ہے آپؐ نے دشت وجود کو — خوش بو سے مالامال گلستان کر دیا

ناصر بشیر

مولانا الطاف حسین حالی نے ''مقدمۂ شعروشاعری'' میں تاریخ سے بعض مثالیں دے کر ثابت کیا ہے کہ شاعری معاشرتی، اخلاقی، سیاسی اور معاشرتی تبدیلیوں کا باعث ہوسکتی ہے۔ انھوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ شاعری سے پیدا ہونے والی تبدیلیاں مثبت بھی ہوسکتی ہیں اور منفی بھی۔ یہ انسان کو متحرک اور فعال بھی بنا سکتی ہیں اور جامد و ساکت بھی اور کون نہیں جانتا کہ جامد و ساکت لوگ انسانی زندگی اور معاشرے کو بھی جامد اور ساکت بنا دیتے ہیں۔ اس طرف میرا دھیان اس لیے گیا کہ ''مدحت'' کے مدیر گرامی جناب سرور حسین نقشبندی نے یہ پوچھا ہے کہ کیا نعت معاشرتی رویوں میں تبدیلی کا ذریعہ ہوسکتی ہے؟ اس کا جواب کسی بھی صورت میں اگر مگر کے ساتھ نہیں دیا جا سکتا بلکہ واضح اور واشگاف انداز میں کہا جا سکتا ہے کہ نعت معاشرتی رویوں میں تبدیلی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ میرے خیال میں نعت حضور پاک ﷺ کی منظوم تعریف و توصیف اور مدحت کا نام ہی نہیں ہے بلکہ معاشرے کے جو لوگ اسوۂ حسنہ پر کسی نہ کسی صورت عمل پیرا ہوتے ہیں۔ دراصل وہ عملاً نعت گوئی کے عمل سے گزر رہے ہوتے ہیں۔ نعت وہی شخص کہتا ہے جو حضور پاک کے اسوۂ حسنہ کو دل سے تسلیم

کرتا ہے۔ان ﷺ کے کردار پر ایمان لاتا ہے جو انہیں ﷺ اپنا آئیڈیل بناتا ہے مثلاً اگر بلوچستان کے ایک شہر سبی میں رہنے والا ایک شاعر ریاض ندیم نیازی جب یہ شعر کہتا ہے:

اس کی جاگی قسمت سوئی جس کا نہیں ندیم کوئی
غیروں کو سینے سے لگایا میرے کملیؐ والے نے

تو حضور پاک ﷺ کے لاتعداد اوصاف حمیدہ میں سے ایک ابھر کر سامنے آتا ہے کہ آپ نے اپنوں کے ساتھ ساتھ غیروں کو بھی سینے سے لگایا لیکن آج ہم میں کتنے ہیں جو یہ وصف اپنائے ہوئے ہیں۔ہم میں سے بیش تر کا رویہ یہ ہے کہ ریوڑیاں اپنوں میں بانٹتے ہیں۔سفارش اس کلچر کی پیداوار ہے۔آپ ﷺ نے تو غیر مسلموں کے ساتھ بھی شفقت اور محبت کا رویہ اپنایا لیکن ہم ذرا سی الگ سوچ رکھنے والے شخص کو بھی اپنے سے الگ سمجھتے ہیں، اسے اپنا دشمن جانتے ہیں اور اسے اپنے سے کم تر انسان اور مسلمان گردانتے ہیں جس کے نتیجے میں ہمارا معاشرہ افراتفری، شکست و ریخت اور خون خرابے کا شکار ہو گیا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ جو شاعر اس نوعیت کا شعر کہتا ہے ممکن ہے کہ اس نے حضور پاک ﷺ کی سیرت اور کردار کی اس جہت کو اپنا لیا ہو لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کا شعر پڑھ کر ہم میں سے کتنے ہیں جو اس وصف کو خصوصیت کے ساتھ اپناتے ہیں اور غیروں کو اپنی چھاؤں دیتے ہیں؟ نعت کا شعر سن کر سر دھننا، آنسو بہانا اور نئے کرنسی نوٹ لٹانا اپنی جگہ لیکن سچ یہ ہے کہ نعت کا شعر بھی اگر ہمارے اندر کوئی تبدیلی نہ لا سکے تو یہ نعت گو کی کمزوری نہیں بلکہ ہماری اپنی خامی ہے۔

میں جب حضور پاک ﷺ کی زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو آپ ﷺ کی ایک ایک بات اور آپ ﷺ کا ایک ایک عمل مجھے مینارۂ نور کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ وہی مینارۂ نور جو گھنی اور گہری تاریکی میں سمندروں میں سفر کرنے والے چھوٹے بڑے جہازوں کو راستہ دکھاتا ہے۔ ہمارے نعت گو شاعر حضور پاک ﷺ کی سیرت کو مقدور بھر، منظوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہمیں محسوس ہو رہا ہے کہ ابھی تک ہمارا معاشرہ، اپنے رویوں کے اعتبار سے تبدیل نہیں ہو رہا ہے۔آج لوگ ایک سیاسی رہنما پر اندھا اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔سیاسی شور شرابے نے میڈیا پر طوفان اٹھایا ہوا ہے۔ ہمارے نعت گو شاعروں کی آواز اس شور شرابے میں کہیں دب کر رہ گئی ہے یا دبا دی گئی ہے۔لگتا ہے کہ سب کے سب لوگ ہمارے معاشرے کو ادھر لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں جدھر ان کے غیر ملکی آقاؤں نے اشارہ کیا ہے۔حضور پاک ﷺ

نے تو چھوڑوں پر شفقت اور بڑوں کے احترام کا درس دیا تھا لیکن ہمارے میڈیا پر ہونے والے مذاکرے دیکھ لیجیے۔ ان میں بہت سے سیاسی چھوٹے، عمر میں خود سے بڑوں کی پگڑیاں اچھالتے دکھائی دیتے ہیں۔ سب سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرتے نظر آتے ہیں، انہیں دیکھ کر مجھے خیال آتا ہے کہ انھوں نے بادشاہ عرب ﷺ کے کردار اور رویوں کو سمجھا ہی نہیں لیکن جب یہی لوگ نعت گوئی یا نعت خوانی کی محفل میں موجود ہوتے ہیں تو ان کی ظاہری حالت سے لگتا ہے کہ نبی ﷺ کے سب سے بڑے پیروکار شاید یہی ہیں۔ کچھ ایسا ہی حال نچلی سطح پر دیکھنے میں آتا ہے۔ دکان دار اور تاجر ناقص مال، عمدہ مال کی قیمت پر بیچتے ہیں اور شام کو کسی محفل نعت میں چلے جاتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ نعت کے اندر معاشرتی تبدیلیاں لانے کا پورا سامان موجود ہے لیکن ہم میں کوئی کمی ہے کہ ہم اس سامان کو استعمال نہیں کر پا رہے۔ کہنے اور کرنے میں پایا جانے والا کھلا تضاد دراصل ہمیں تبدیل ہونے نہیں دے رہا۔ جس روز ہم نے کہنے اور کرنے کو ہم آہنگ کر لیا اس روز ہمارا معاشرہ مثبت تبدیلی کی راہ پر چل نکلے گا۔ تب سیاسی رہنما نہیں بلکہ نعت گو شعرائے کرام ہمارے آئیڈیل ہوں گے جو آفتاب عالم تاب سے اپنے دل کی دنیا کو روشن کرتے ہیں اور اس روشنی کو عام کرتے ہیں۔

شہزاد نیر

نعتیہ شاعری ہمارے اردو ادب کا بہت بڑا حصہ ہے۔ عربی اور فارسی کی طرح اردو شاعری میں بھی نعت کی روایت قدیم، وقیع اور مستحکم ہے۔ طویل نعتیہ قصائد، منظوم سیرت محمدی ﷺ اور صنعت غیر منقوط ایسی مشکل صنعت میں نعتیہ اظہار اس صنف ادب کی مضبوطی پر دال ہیں۔ متقدمین، متوسطین اور متاخرین کی کثیر تعداد صنف نعت کو اظہار عقیدت کا ذریعہ بناتی رہی ہے۔ یوں ہمارے عہد تک یہ صنف بہت مالا مال ہو کر پہنچی ہے۔

عام طور پر نعت کے لیے غزل کی ہیئت کو پسند کیا گیا۔ غزل کی ریزہ خیالی کی صنعت سیرت و حب رسول ﷺ کے متنوع پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے قدرتی طور پر موزوں خیال کی گئی۔ نعت گوؤں نے گوناگوں زاویوں سے پیغمبر اسلام کی ذات اور سیرت کو اجاگر کیا۔ نعت میں آپ ﷺ کے سراپا کا بیان، اوصاف حمیدہ کا تذکرہ، سیرت اور عہد نبوت کے مختلف واقعات کو تلمیحانہ انداز میں بیان کرنے کی روش عام رہی۔

عموماً نعت نگاروں کا مطمع نظر قاری اور سامع کے دل میں سرکار دو جہاں ﷺ کی عقیدت اور محبت کی جوت جگاتا رہا ہے۔ آپ ﷺ کو ایک محبوب کے طور پر پیش کر کے ظاہری حسن و جمال کی شاعرانہ ستائش بہت سے شعراء کو مرغوب رہی ہے۔ اس سے مسلمانان عالم عشق مصطفیٰ ﷺ کی کیفیتوں میں سرشار ہوتے رہے ہیں۔

نعت نگاری کا ایک دوسرا پہلو بھی کچھ شعراء کے پیش نظر رہا ہے۔ مسلمان عوام وخواص میں محبت رسول کی فراوانی اور نعت کی بے پناہ پذیرائی کے پیش نظر انہوں نے نعت کو سماج سدھار کا وسیلہ بنانے کی کوشش کی۔ معاشرے میں ہم آہنگی، پیار، بقائے باہمی، برداشت اور قربانی ایسی ارفع اقدار انسانی کی ترویج کے لیے نعت کو ایک بھرپور وسیلے کے طور پر استعمال کیا۔ امت کے ادبار اور دگرگوں سیاسی، سماجی، علمی اور معاشی حالات کے بیان کے ذریعے احساس زیاں کو اجاگر کرنے اور بہتری کی سعی پر آمادہ کرنے کے لیے نعت کے پر اثر اور سریع الاثر پیرائے میں بات کی۔ حالی نے جب مسدس میں کہا:

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی جس نے اک آن میں اس کی کایا

تو وہ پیغمبرؑ اسلام کی تحرک پسند اور انقلابی شخصیت کو خراج تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس وقت کے ہندوستانی مسلمانوں کو آمادہ سعی و عمل بھی کر رہے تھے۔ اسی طرح جب مولانا الطاف حسین حالی نے یہ استغاثہ بارگاہِ رسالت میں پیش کیا۔

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

تو وہ مسلمانوں کو ان کی کاہلی، علم دشمنی، جاہ پسندی اور دولت پرستی پر نعت کے میڈیم میں خبردار کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی سعی جمیلہ کی سنت اور محکم بہ عمل ہونے کی عادت کی طرف اشارے کیے۔

اقبال نے مسلمانوں میں علمی جستجو، انقلابی روح اور دل دردمند پیدا کرنے کے لیے نعت کا وسیلہ اپنایا بلکہ نعتیہ لہر تو ان کے کل کلام میں رواں دواں نظر آتی ہے۔

ان دنوں لکھی جانے والی نعت اکثر اوقات مدح رسول ﷺ اور وہ بھی بیان سراپا تک محدود

ہوتی نظر آ رہی ہے۔ سرزمین حجاز سے بے پایاں عشق وعقیدت کا اظہار ہر دوسری نعت کا موضوع واحد دکھائی دیتا ہے۔ نعت نگار خالصتاً اپنے ذاتی کوائف عشق اور واردات قلبی کے بیان اور اپنے ذاتی تعلق پہ آنحضرت ﷺ تک محدود رہتا نظر آتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے نعت ایسی بڑی صنعت کے موضوعات میں یک گونہ تحدید پیدا ہو رہی ہے۔ نعت کے اس پوٹینشل کی طرف جو معاشرے میں ایک حرکی قوت کی طرح کام کرسکتا ہے، تحدید کی طرف کماحقہ توجہ نہیں دی جا رہی۔ وسیع پبلک اپیل کے باعث نعت کو جس طرح سماجی شعور اجاگر کرنے کا ذریعہ بنایا جا سکتا تھا، نہیں بنایا جا رہا۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں لالچ، سرمایہ پرستی، عدم برداشت، عدم رواداری، بددیانتی، استحصال، طبقاتی کشمکش اور لاقانونیت بڑھتی جا رہی ہے۔ گناہ اور جرم کے مابین ایک وسیع خلیج حائل کر دی گئی ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا شہری جہاں بس چلے اشارہ کاٹ کر گاڑی گزار لیتا ہے اور پھر بغیر کسی احساس جرم کے گاڑی نو پارکنگ زون میں کھڑی کر دیتا ہے کیوں کہ اس کے نزدیک ٹریفک قوانین کی پابندی نہ کرنا گناہ میں شمار نہیں اور نہ ہی مساجد سے اس ضمن میں انہیں تلقین حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح اکثر مخیرّ حضرات رسمی و فنی تعلیمی اداروں کی تعمیر کے لیے چندہ نہیں دیتے کہ ان کے خیال میں ثواب صرف مسجد و مدرسہ کو چندہ دینے سے حاصل ہوگا۔ مصارف زکوٰۃ میں بھی انہیں شامل نہیں کیا جاتا حالانکہ اس ضمن میں اجتہاد ہوسکتا ہے۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ زائد منافع خوروں اور ذخیرہ اندوزی کر کے مصنوعی قلت پیدا کرنے والوں نے بھی تجارتی مراکز پر لکھوایا ہوتا ہے۔

یہ سب تمہارا کرم ہے آقاؐ
کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

اس آئینی اسلامی مملکت میں گداگروں کے جھنڈ نظر آتے ہیں۔ ہم ان کو خیرات بھی دیتے ہیں لیکن ان کی بحالی کے لیے کوئی مربوط پروگرام وضع نہیں کرتے۔ ہم سرکار ﷺ کے نام لیواؤں کے اس معاشرے میں دولت کا غیر انسانی ارتکاز بھی دیکھتے ہیں۔ انتہائی غریب، غریب، نچلے متوسط طبقے، متوسط طبقے، بالائی متوسط طبقے، امیر اور انتہائی امیر طبقات میں بٹے اس مسلمان معاشرے کو طبقاتی جدوجہد اور سماجی شعور کا درس دینے کے لیے اس نبی ﷺ کی نعت نہایت کارگر ثابت ہوسکتی ہے جس نے قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دیا۔ جس نے غنا، سخاوت، فقر اور دولت کی تقسیم کو اعلیٰ

انسانی اوصاف میں شمار کیا اور خود اس کی جامع مثال قائم کی۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اشد ضروری ہے کہ ہم اسلام کے انقلابی حرکی پیغام کو بصورت نعت عام کریں۔عوام وخواص میں آپ کی محبت کو معاشرتی بھلائی کے لیے کام میں لائیں۔معاشرے میں نرم گفتاری، نرم خوئی، صلح اور امن و آشتی کو نعت کے ذریعے فروغ دیں۔محروم اور پس ماندہ طبقات کی نمائندگی اس نبی ﷺ کی نعت سے کریں جو کچلے اور پسے ہوئے طبقوں کے نجات دہندہ تھے جنہوں نے فقر کو فخر اور عقل کو اپنے دین کی جڑ قرار دیا۔

ہمارے گلی کوچوں میں گندگی کے انبار نظر آتے ہیں۔ عید قرباں کے موقع پر گلی محلوں سے تعفن اٹھ رہا ہوتا ہے۔کون کہہ سکتا ہے کہ یہ اس دین کے ماننے والوں کا معاشرہ ہے جو صفائی کو جزو ایمان ٹھہراتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ نعت رسول ﷺ، حب رسول پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی شعور پیدا کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ثابت ہوسکتی ہے۔فرقہ وارانہ ہم آہنگی، احترام آدمیت اور حرمت انسان کو پروان چڑھانے کے لیے نعت بہت کارگر وسیلہ ثابت ہوسکتی ہے۔

نعت نگار شعراء سیرت رسول ﷺ کے نعتیہ بیان کے ذریعے استحصالی قوتوں کو للکار سکتے ہیں۔عوام میں معاشرتی حقوق وفرائض کا احساس اجاگر کر سکتے ہیں۔وسائل اور مواقع کی منصفانہ تقسیم کا شعور پیغمبر مساوات کے طرز حیات سے بشکل نعت پھیلایا جا سکتا ہے۔وہ پیغمبر جس نے گورے اور کالے کو برابر انسان قرار دیا اور جس کی بارگاہ میں آکر بندہ وصاحب ومحتاج وغنی ایک ہو جاتے ہیں۔

ہمارے نعت گو شعراء نعت کے ذریعے لوگوں میں Civic Sence پیدا کر کے انہیں معاشرے کا مفید رکن اور ریاست کا ذمہ دار شہری بنا سکتے ہیں۔شخصی بہبود کے ساتھ ساتھ اجتماعی، سماجی، بھلائی کی طرف توجہ مبذول کروا سکتے ہیں۔بگڑتے ہوئے معاشرتی رویوں کو سدھار سکتے ہیں کہ نعت میں بڑی طاقت ہے۔

یہ سب اسی صورت ممکن ہے کہ جب آج کا نعت گو اپنی معاشرتی ذمہ داری کو محسوس کرے اور معاشرے میں موجود غلط رویوں کی نشاندہی کرے اور سیرت اقدس کے بیان سے ان کو رد کرے اور حضور اکرم ﷺ کی ہمہ جہت، متحرک اور ہمدرد سماجی شخصیت کی مدح کے وسیلے سے معاشرے کو سوچنے پر مجبور کرے اور یوں معاشرتی بہتری کی راہ ہموار کرے۔

ممتاز نعت نگار ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم سے مکالمہ

گفتگو: سرور حسین نقشبندی، عمران نقوی، صفدر علی محسن

سوال: آپ نے نعتیہ شاعری میں کن موضوعات کو زیادہ بیان کیا ہے؟

☆ اس سلسلے میں میں نے کوشش کی ہے کہ میری نعتوں میں محبت رسول ﷺ اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں استغاثے کے ساتھ ساتھ ہمارے دور کے عصری مسائل اور سیاست، سماجی اور عمرانی معاملات، بین الاقوامی معاملات، ہماری فکر اور سوچ کے جو Trends ہیں، ان کا بالخصوص تذکرہ ہو اور اس سلسلے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ سے رہنمائی اور مدد حاصل کی جائے۔ اللہ کرے کہ میں اپنی کاوش میں کامیاب ہو جاؤں۔ دیکھیے نعت کا محبوب وہ ہے جو اللہ کا بھی محبوب ہے لہٰذا نعت میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا عزم بھی ہو۔ صرف آپ ﷺ کی ذات کو دنیاوی محبوب بنا کر ہی پیش نہ کیا جائے بلکہ ایسی عقیدت کا اظہار ہو جو درحقیقت قربان ہو جانے والی عقیدت ہو۔ تب جا کر بات بنتی ہے اور نعت ہوتی ہے۔

سوال: موجودہ دور کے نعت نگاروں کے کلام میں کن اوصاف کی کمی ہے؟ یا یوں کہیے کہ نعت نگار میں کون سی خوبیاں ہوں تو پھر وہ نعت کہے؟

☆ دیکھیے الفاظ تو وہی ہیں جو آپ کی لغت میں مختص ہیں اور وہ دنیاوی محبوب کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ الفاظ استعمال کرنے والا کون ہے اور انہیں کیسے استعمال کرتا ہے۔ اس کا قرینہ کیا ہے؟ اگر وہ تمام معاملات اور مسائل کا شعور رکھتا ہے تو یہ درست ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں اس کے فن کی کیفیت اور ماہیت کا بھی دخل ہے کہ اس کی نیت کیا ہے؟ اگر وہ صرف ایک فیشن یا روایت کے طور پر یا شعر و ادب کی ایک روایت کے طور پر نعت لکھتا ہے اور شہرت ہی فقط اس کا مقصد ہے تو پھر میرا خیال یہ ہے کہ

شاید یہ عمل اس کے لیے بارآور نہ ہو جس طرح حدیث ہے کہ ''انما الاعمال بالنیات'' دیکھنا یہ ہے کہ اس کی نیت کیا ہے اور یاد رکھیے کہ نیت الفاظ میں سے خوشبو کی طرح جھلکتی ہے۔ اگر یہ خوشبو اس کے الفاظ اور کلام سے جھلکتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ درست اور کامیاب ہے۔

سوال: اچھا نعت نگار بننے کے لیے کن چیزوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے؟

☆ سب سے بڑی بات تو ہے سیرت رسول ﷺ، اسے سیرت کا علم ہونا چاہیے۔ سیرت کے علم کے لیے ضروری ہے کہ اسے علوم قرآنیہ کا بھی شعور ہو۔ اگر صرف قصص الانبیاء کی طرز کی سیرت پڑھتا ہے جس میں داستان طرازی کا عنصر نمایاں ہے اور عام طور پر Interpration غلط ہوگی۔ یہ چیز مجھے عام ادب میں نظر آئی ہے اور نعتیہ ادب میں بھی۔ بعض اوقات سیرت رسول ﷺ اور اسوۂ حسنہ کے صحیح مطالب آپ کے ذہن پر کھلنے چاہیں یا بڑی حد تک سمجھ آنے چاہئیں۔ لفظی مطالعہ کافی نہیں ہے۔ میں اس کی چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ لوگ سفر نامے لکھتے ہیں۔ میں نے بھی لکھے ہیں۔ میں فی الحال دینی سفرناموں کی بات نہیں کرتا۔ عام اور دنیاوی سفر کی بات کرتا ہوں۔ میں نے یورپ اور جرمنی کا سفر کیا ہے۔ تقریباً مشرقی اور مغربی بشمول مسلم ممالک میں نے قریباً 30 ممالک کا سفر کیا ہے اور پھر میں نے لکھا ہے۔ میں نے کبھی ان کے ظاہری رسم و رواج کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی بلکہ ان رسوم و رواج کے پیچھے جو محرکات ہیں، ان پر زیادہ توجہ دی ہے اور انہیں جاننے کی کوشش کی ہے اور ان کی کم از کم ہزار یا پانچ سو سال کی تاریخ میں گیا ہوں۔ ضروری نہیں کہ کوئی ضخیم کتب سے ہی آپ کو تاریخ ملتی ہے۔ جب تک تاریخ اور تہذیب و تمدن کا حوالہ نہ دیا جائے تو صحیح تاریخ بیان نہیں کی جا سکتی۔

سوال: نعت کی ہی ہم بات کریں گے، نعت کہتے ہوئے آپ کس چیز کو زیادہ فوکس کرتے ہیں؟ آپ کا مطمعٔ نظر کیا ہوتا ہے؟

☆ دیکھیے نعت کے سامنے فوکس تو رسول کریم ﷺ کی ذات ہی ہوتی ہے پھر دیکھنا یہ ہے کہ اس ذات کو بھی ہم کس حوالے سے دیکھتے ہیں کیوں کہ وہ خاتم الانبیاء بھی ہیں، اشرف الانبیاء بھی، امام الانبیاء بھی اور قیامت تک کے لیے ہیں اور پھر یہ کہ ان کا ساری عمر کیا کردار رہا ہے۔ ان کی سیرت، مثال کے طور پر اس ضمن میں اپنے ایک دو شعر ابھی پیش کرتا ہوں۔

میرے ذہن میں بات آئی کہ معراج کے حوالے سے کچھ کہوں۔ معراج میں قاب قوسین کا تذکرہ آتا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر ملتا ہے جہاں جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں آگے نہیں جاسکتا۔ میرے پر جلتے ہیں۔ اب شاعر کو بھی اللہ نے ذہن عطا کیا ہے۔ شعور اور تدبر سے نوازا ہے۔ اب یہ اس پہ ہے کہ اس کیفیت کو اور اس مقام کے آگے کو کیسے بیان کرتا ہے۔ آپ اس کو Metaphysics یا مابعدالطبیعات کی زبان میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں نوری اور ناری مخلوق نہیں جاسکتی تھی لیکن خاکی مخلوق وہاں پہنچ گئی۔ وہاں کیا ہے؟ اس کا تذکرہ ہمیں قرآن میں ملتا ہے۔ اللہ کا اپنے نبیوں اور محبوب بندوں سے تعلق وحی کے ذریعے سے ہے لیکن واقعہ معراج میں اس خاص مقام پر کیا گفتگو ہوئی۔ اس کا اس وحی سے بھی پتہ نہیں چلتا جو جبرائیل علیہ السلام کی معرفت نازل ہوئی ہے۔ گویا یہاں آپ ﷺ کے مقام اور مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔ اگر میں چشم تصور سے دیکھوں کہ وہ کیا منظر ہوگا؟ لیکن منظر تو وہ چیز ہوتی ہے جو نظر آجائے لیکن یہاں نظر تو ہے ہی نہیں تو میں نے ایک شعر کہا:

نور سے کیوں کر جدا ہو نور کی محفل میں نور
جلوۂ جاناناں کیسے جاناں سے پردہ کرے

بات یہاں ختم ہے۔ اس سے آگے بات ہو نہیں سکتی۔ اس لیے انسان کو اللہ اور اس کے نور کی معرفت کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ اس کو محسوس کرنا چاہیے اور جو ذات ہمارے جان و مال، ماں باپ اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے اس کا مقام سمجھنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے اور اس کے بغیر ایمان بھی مکمل نہیں ہوتا۔ اگر آپ کے ذہن میں یہ باتیں واضح ہو جائیں گی تو پھر آپ کو نعت کہنے کا شعور بھی آجائے گا اور جو احتیاط اس ضمن میں درکار ہے، اس کا بھی پتہ چل جائے گا۔

سوال: آپ نے اب تک نعت کے ضمن میں تحقیق اور تنقید کا جو بھی کام کیا ہے کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟ یا آپ کیا سمجھتے ہیں کہ کیا کچھ کرنا ابھی باقی ہے؟

☆ دیکھیں جی بات یہ ہے کہ نعت کے سلسلہ میں تو آپ اس کا حق ادا کر ہی نہیں سکتے۔ یہ ناممکن ہے کہ حق ادا ہو۔ اس لیے یہ کہنا کہ کام مکمل ہو گیا ہے اور کچھ کرنا باقی نہیں رہا۔ یہ بات غلط ہے کام تو ہے اور بہت کچھ باقی بھی ہے۔ باقی یہ بات کہ جو کام ہم نے کیا ہے، اگر وہ اللہ اور

اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں مقبول ہے تو ہم کامیاب ہیں، خود میں اس بات کو Judge نہیں کرسکتا کہ میں مطمئن ہوں کہ نہیں۔ میں تو اس وقت مطمئن ہوں گا جس وقت موت کے بعد میرا حساب کتاب ہوگا اور مجھے کامیاب قرار دیا جائے گا۔ میں اس وقت ہی مطمئن ہوں گا۔اس سے پہلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

سوال: تخلیق کا جو لمحہ ہوتا ہے۔ وہ عام طور پر انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ کیا اس کو Copture کیا جاسکتا ہے یعنی اگر اختیار میں لایا جاسکتا ہے تو اس کی کیا صورت ہے؟

☆ دیکھیں: میرا خیال ہے کہ ہو بھی سکتا ہے کیوں کہ اگر تخلیق کا وہ لمحہ انسان سے متعلق ہے یا اس کے متعلقات سے متعلق ہے تو وہ انسان کی دسترس میں بھی ہے۔ میں یہاں اپنا ایک تجربہ بیان کرتا ہوں۔ میں ایک شب اپنے گھر میں سو رہا تھا۔ میں نے ایک ہولناک خواب دیکھا۔ مجھے ایسا لگا کہ میں ایک چھوٹی سی چار دیواری میں محصور ہوں۔ اس کی چھت مجھے نظر نہیں آ رہی۔ گویا میں گھرا ہوا ہوں اور کوئی چیز مجھ پر حملہ آور ہو رہی ہے اور حملہ آور کے ارادے بھی نیک نہیں لگتے۔ مجھے لگا کہ یہ مجھے مار دے گا یا اٹھا کر پٹخ دے گا۔ (خواب میں) وہ حملہ آور ایک شبیہہ کی طرح نظر آتا ہے یعنی واضح نظر نہیں آ رہا یعنی (Personified) نہیں ہے لیکن مجھے یہ پتہ لگ رہا ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں بھی ہیں آنکھیں بھی ہیں اور دیگر اعضاء بھی میرے دل میں فوراً خیال آتا ہے کہ میں تو اشرف المخلوق ہوں، فرشتوں نے بھی مجھے سجدہ کیا ہے؟ یہ مجھ پر کیسے حاوی ہوسکتا ہے؟

میں کلمۂ توحید کا ورد شروع کرتا ہوں اور لاحول ولا قوۃ بھی پڑھتا ہوں۔ وہ ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا میری طرف بڑھتا ہے جونہی وہ میری پہنچ میں آتا ہے۔ میں اس پر ایک باکسر کی طرح مکے برسانا شروع کر دیتا ہوں۔ ایسے لگتا ہے کہ وہ حملہ آور ایک جھلی کی طرح ہے۔ یعنی بالکل ٹھنڈا۔ میں جتنی زور سے اسے مکہ مارتا ہوں ساتھ ہی اتنی زور سے ورد بھی کرتا ہوں۔ وہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیتا ہے۔ ایک دو قدم۔ جونہی میں تھوڑا تھک جاتا ہوں وہ آگے بڑھنا شروع کر دیتا ہے اور یہ سلسلہ پتہ نہیں کتنی دیر جاری رہتا ہے۔ پتہ نہیں ایک منٹ پانچ منٹ یا ایک لمحہ۔ بہرحال میں اچانک بیدار ہوتا ہوں۔ خواب میں یہ لمحہ مجھے بہت طویل لگتا ہے۔ بہرحال خواب کے بعد بیدار ہوتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ پسینے سے شرابور ہوں اور خوفزدہ

ہوں۔ میرے دل میں جو پہلا خیال آتا ہے۔ وہ یہ کہ میں اپنے آقا ﷺ سے کیوں نہ فریاد کروں۔ معروضہ پیش کروں۔ میرے دل میں خوف ہے۔ ڈر رہا ہوں۔ لیکن دل میں سوچا کہ اب ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ حالانکہ خوف کی ایک ٹھنڈی لہر میری کمر تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کیفیت میں اچانک ایک نعت ہوئی۔

سوال: تو آپ نے اس کیفیت میں نعت کہنے کا ارادہ کیا یا بے اختیار ہی کلام عطا ہو گیا؟

☆ دیکھیے جب میں اس ہولناک خواب سے بیدار ہو گیا۔ تو اب مجھے حوصلہ چاہیے تھا۔ کمک چاہیے تھی تو اب میرے ذہن میں تو ایک ہی ذات ہے۔ اللہ کے بعد............ جسے میں پکارتا ہوں اور جو میرا وسیلہ ہے تو اس کیفیت کے دوران پندرہ بیس منٹ میں ہی یہ نعت مکمل ہو گئی۔ یہ مفصل جواب بھی ہے۔ اس پر تاریخ بھی لکھی ہوئی ہے۔ ۲۳ مارچ ۲۰۰۳ء یعنی صبح یوم پاکستان، سحری کا وقت ہے۔ بہت سادہ سی نعت ہے۔

یا محمدؐ مصطفیٰ چشم کرم فرمایئے
دل کو گھر کر لیجیے آنکھوں میں رچ بس جایئے
کون ہے جز آپؐ کے مشکوٰۃ دل کی روشنی
ہر رگ جاں کو مری انوار سے بھر جایئے
رات دن میں بھیجتا ہوں ذات والا پر درود
جاگتے میں آیئے یا خواب میں مل جایئے
باوضو ہو کر پڑھوں آپؐ پر ہردم درود
وہ نگاہِ مہرباں دل پر مرے فرمایئے
خوب واقف آپؐ ہیں بے تابیٔ دل سے مری
اب سکون دل کا ساماں لطف سے فرمایئے
کیجیے پوری تمنا مسلّم بے تاب کی
بس نہ یوں تڑپایئے اب آیئے آ جایئے

اسی طرح کا ایک اور موقع ہے۔ میں کراچی میں اپنے گھر میں سو رہا تھا۔ صرف اتنی بات خواب میں دیکھی کہ مسجد نبوی ﷺ میں ریاض الجنۃ میں ہوں اور کوئی منظر مجھے یاد نہیں ہے۔

میرے کان میں ایک آواز آئی ''صحرا کا پھول'' بس اتنی سی بات۔ اس کے بعد صبح میں اٹھا تو مجھے خواب یاد آ گیا۔ وہ آواز بھی یاد آ گئی یعنی ''صحرا کا پھول'' اس پر میں نے ایک نظم کہی۔ آپ اس کے چند اشعار سنیے۔ میرا نہیں خیال کہ اس قافیہ اور ردیف کی نعت آپ کی نظروں سے گزری ہو۔ میں پہلے سے سوچ کر کسی خاص بحر یا قافیے ردیف میں نہیں لکھتا بس جب موڈ بنتا ہے تو خود ہی سب کچھ ہو جاتا ہے۔

روضۃ الجنت میں تاباں وہ اک صحرا کا پھول
سینکڑوں گلشن بداماں ہے وہ اک صحرا کا پھول
دم بدم اللہ اور اس کے فرشتوں کا سلام
سرسبز رحمت کا عنواں ہے وہ اک صحرا کا پھول
ہے اسی کے دم سے دشت کفر میں کشت ہدیٰ
تشنگاں کو ابر نیساں ہے وہ اک صحرا کا پھول
بجھ گئیں شمعیں پرانی خشک ہیں سوتے قدیم
سب ہیں پژمردہ، فروزاں ہے وہ اک صحرا کا پھول
خلوت انوار حق میں بھی وہ امت کا سوال
فکر گلشن میں پریشاں ہے وہ اک صحرا کا پھول
تھا جو مظلوم ستم اک دن حصار کفر میں
کفر کو خود برق سوزاں ہے وہ اک صحرا کا پھول

تو اس طرح سے میرا خیال ہے کہ تخلیق کا لمحہ دسترس میں لایا جا سکتا ہے۔

سوال: نعت میں اصناف کے تجربات ہونے چاہئیں۔ آپ کے خیال میں مثلاً نعتیہ غزل اور قصیدہ نظم وغیرہ۔

☆ بالکل ایسا ہونا چاہیے۔ جو لفظ بھی حضور ﷺ کی شان میں کہے جا سکتے ہیں، وہ آپ کہیں۔ صنف کوئی بھی ہو، مقصد تو رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرنا ہے لہٰذا صنف کوئی بھی ہو، رباعی ہو، نظم ہو، قصیدہ ہو آپ اختیار کریں۔

سوال: نثری نعت سے آپ کیا مراد لیں گے؟

☆ دیکھیے اس میں دو باتیں شامل ہیں۔ ایک تو ہم چلیں جائیں گے شعر کی تاریخ کی طرف ویسے سچی بات تو یہ ہے کہ نثری نظم اور نثری نعت کا کوئی تصور میرے ذہن میں نہیں ہے۔ ہاں، آزاد نظم کا ہے تصور۔ اس میں بحر ہے۔ مفہوم ہے۔ اگر کوئی منظّم نظم یا غزل کے انداز میں نعت نہیں کہہ سکتا تو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ کہے۔ چاہے آزاد نظم کی صورت میں لیکن جب نثر کی صورت میں ہوتو وہ نثر ہی کہلاتی رہے گی۔ آپ اسے نعتیہ نظم یا قصیدہ نہیں کہہ سکتے۔

سوال: موجودہ دور میں نئے لکھنے والوں کے لیے نعت کے موضوعات کیا ہونے چاہیے؟

☆ مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ میرے پاس جو ادب پہنچتا ہے۔ گو کہ اس کی مقدار کافی کم ہے۔ کراچی میں بھی کم پہنچتا تھا۔ اب تو ویسے بھی سمندر پار رہتا ہوں۔ بہرحال میرے خیال میں علم و ادب کا مرکز لاہور ہی ہے۔ گو کہ کراچی میں اردو بولنے والے زیادہ ہیں۔ جہاں تک مسائل کا تعلق ہے آج کے دور میں تو میں اس کو ایک مثال سے واضح کرتا ہوں۔ میں یہاں ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک دن ناشتے کے بعد کسی صاحب کا انتظار کر رہا تھا کہ لابی میں چند نوجوان نظر آئے۔ میں نے انہیں حسب عادت سلام کیا۔ میری عادت ہے کہ میں گھر میں اور گھر سے باہر سلام ضرور کرتا ہوں۔

بہرحال کافی دیر بعد مجھے ایک نوجوان نے پوچھا کہ انکل آپ کا نام کیا ہے؟ میں نے مختصراً کہا۔ ''مسلم'' پھر دوسرا سوال پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہیں۔ میں نے جواباً کہا کہ بیٹا پہلے تو کراچی میں ہوتا ہے اب بہرحال کسی اور جگہ سے آ رہا ہوں۔ پھر اس نوجوان نے پوچھا: آپ کی قوم کیا ہے؟ میں نے دانستہ انجان بن کر کہا کہ یہ کیا ہوتی ہے؟ جواب آیا کہ (Cast) یعنی ذات برادری یا قوم، میں نے کہا کہ میں تو بتا چکا ہوں کہ میرا نام مسلم ہے۔ بس یہی میری قوم ہے۔

تو یہ بھی آج کے دور کا مسئلہ اور موضوع ہے۔ ہم قومیت کے نام پر ہمارا (Exploit) استحصال ہوتا ہے۔ یہ ہماری قوم کی بدقسمتی ہے۔

اسی طرح یہاں آنے سے ایک ہفتہ پہلے مجھے لاہور میں ایک شخص سے کام تھا۔ میں ملنے کے لیے گیا تو کہنے لگا آج کل میں بڑا مصروف ہوں۔ اگلے ہفتے گجرات میں ہماری ''آل

پاکستان ارائیں کانفرنس'' ہو رہی ہے۔ میں نے مزاحاً کہا کہ آپ نے کون سے کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں؟ کہنے لگا جناب بہت سے معاملات ہیں جو ہم اپنی تنظیم کے تحت کرتے ہیں یعنی بچوں کی تعلیم، غریبوں کے وظائف اور دیگر کام وغیرہ۔ میں نے کہا تو آپ کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ کون ضرورت مند ہے؟ آپ کا Concern اس بات سے ہے کہ آپ کی برادری میں کون ضرورت مند ہے؟ چاہے برادری سے باہر والا زیادہ حقدار ہو؟ اس کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صلہ رحمی بڑی اچھی بات ہے۔ ہمسائیوں کے حقوق بہت ضروری ہیں لیکن یہ کام صرف اپنی برادری تک محدود رکھنا کوئی اچھی بات نہیں۔ لوگ تو شادی بیاہ بھی صرف اپنی برادری میں ہی کرنے کی شرط لگاتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں پاکستانی ہوں، پنجاب سے ہوں پھر جالندھر سے ہوں لیکن میرا یہ فخر مجھے اس بات پر کبھی مائل نہیں کرتا کہ مجھے دوسروں سے دور رہنا ہے یا نفرت نہیں سکھاتا۔

تو یہ ہمارے مسائل ہیں۔ جن سے بعد میں بڑے مسائل جنم لیتے ہیں مثلاً سندھی یا غیر سندھی، پنجابی یا غیر پنجابی اور مہاجر یا غیر مہاجر لہٰذا اس قسم کے تعصّبات انہیں مسائل کی وجہ سے جنم لیتے ہیں۔ اس سے معاشرہ میں تقسیم ہوتا ہے اور دین کی کوئی خدمت بھی نہیں ہوتی

''نعت'' ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے اللہ کی وحدت اور رسول ﷺ کی عظمت کا سبق دیا جا سکتا ہے۔ اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں کر سکتا۔ میں نے الحمدللہ اپنی نعت میں اس کا بڑا اہتمام کیا ہے۔

سوال: یہ آپ نے جو اپنا تخلص ''مسلم'' رکھا ہے، اس کی کوئی خاص وجہ؟

☆ اصل میں ہمارے ہاں یہ روایت تھی کہ جب بھی کبھی کسی امتحان وغیرہ کے لیے فارم بھیجے جاتے خصوصاً مڈل اور میٹرک میں۔ تو اپنا اضافی نام لکھنے کی ایک روایت اور رواج تھا ان دنوں۔ بچپن ہی سے ہمارے گھر میں نعت پڑھنے اور میلاد شریف کروانے کا اہتمام ہوتا تھا۔ مولانا ظفر علی خاںؔ، حالیؔ اور اقبالؔ کی نظمیں اور نعتیں بڑے شوق سے سنی جاتیں تو اس سے متاثر ہو کر میں بھی شاعری میں تک بندی کرنے لگا۔ اسی دوران میٹرک کے داخلہ فارمز آ گئے تو اس پر اپنے نام کے ساتھ مسلم شامل کر دیا۔

اس طرح یہ آفیشل Document میں بھی آ گیا اور مستقلاً نام کا حصہ بن گیا۔

سوال: آپ نے پہلی نعت کب کہی؟

☆ میرا خیال ہے کہ یہ ۱۹۸۱ء یا اس کے قریب کا کوئی زمانہ ہے۔

سوال: کیا جذبہ تھا جو نعت کہنے کا محرک بنا؟

☆ دل میں تو تھا کہ نعت کہوں۔ لیکن خدشہ تھا کہ کہیں کوئی لغزش یا غلطی نہ ہو جائے۔ اتنی بڑی بارگاہ میں نعت کہنا آسان نہیں تھا اس لیے ادب کی وجہ سے نہ کہہ سکا۔ پھر میرے ایک دوست نے زیادہ رغبت دلائی تو ہمت کرتے ہوئے نعت کی طرف متوجہ ہو گیا۔

یا محمدؐ مصطفیٰ یا رحمۃ اللعالمین

سوال: موجودہ دور میں نعتیہ رسائل اور جرائد کے معیار سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟ کیا بہتری کی تجویز دیتے ہیں آپ انہیں؟

☆ ہمارے جرائد بلاشبہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ اس کے ظاہری لوازمات پر بہت زور دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر میں نے محسوس کیا ہے کہ ہم بہت زیادہ پیر پرست ہو چکے ہیں۔ (یہ بڑا مناسب لفظ ہے) ہر طرف گروہ اور جھتے ہیں۔ بعض اوقات ہماری سوچ بھی فرقوں اور گروہوں سے جا ملی ہے۔ نعت خوان کو ان چیزوں سے مبرا ہونا چاہیے۔ نعت کے رسائل اور جرائد کو بھی ان معاملات میں غور کرنا چاہیے۔ کہ وہ ہر قسم کی گروہ بندی اور گروپ بندی سے ماورا ہو کر خدمت نعت کے جذبے میں کام کریں۔ صرف کام کے معیار کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ متعلقہ شخص کا تعلق کسی بھی فرقے یا گروہ سے ہو۔ اچھا کام جہاں بھی ہو، اس کی حوصلہ افزائی کریں اور نعت کے ذریعے اتحاد امت کا عظیم کام سرانجام دیں جو میرے خیال میں اسی سے ممکن ہے۔

☆☆☆

مدیرنامے

جناب سرور حسین نقشبندی صاحب

السلام علیکم!

آپ نے ''مدحت'' کے نام سے جو نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ شروع کیا ہے، نہایت خوش آئند ہے۔ پہلا شمارہ اپنے ظاہری اور معنوی حسن کے اعتبار سے قابل تعریف ہے۔ کتاب کا گیٹ اپ، ٹائٹل، طباعت و کتابت، ترتیب و تدوین سب آپ کی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ نعتوں کا انتخاب نہایت عمدہ، مقالات و مضامین نہایت پر مغز اور فکر انگیز، قارئین اس بہارستان کا مشاہدہ کریں گے تو محسوس ہوگا کہ نظر سے دل تک اور ظاہر سے باطن تک رنگا رنگ مناظر کی جلوہ سامانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے اور ''مدحت'' کو قبولیت عامہ عطا فرما کر اسے فروغ عشق رسول ﷺ کا ذریعہ بنائے۔ آمین

فقیر سید مظہر سعید کاظمی، ملتان

❁ ❁ ❁

محترم سرور حسین نقشبندی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''مدحت'' کا پہلا شمارہ نظر نواز ہوا تو ڈاکٹر خورشید رضوی صاحب کا ایک شعر ذہن میں گونجنے لگا۔

مدحت کے لیے کون سا اسلوب تراشوں جو لفظ مکمل ہو، میسر نہیں آیا

ثنائے سرکار ﷺ کے ضمن میں تشنگی کا احساس تو ہر نعت گو کو درپیش رہا ہے۔ غالب جیسوں نے بھی عجز ہی کا اظہار کیا کہ

غالب ثنائے خواجہؐ بہ یزداں گزاشتیم کاں ذات پاک، مرتبہ دان محمدؐ است

بہرحال عشاق نے اس احساس تشنگی ہی کو سرمایہ ایمان جانا۔ آپ بھی اس قافلہ عشاق کے

رہرو ہیں، اللہ تعالی آپ کے جذبے کو فروزاں تر کرے۔

محترمی!

آپ نے نعتیہ ادب کے کتابی سلسلے کا جو آغاز کیا ہے، یہ بہت آسان کام بھی ہے اور بہت مشکل بھی۔ آسان یوں کہ مسلمانوں کی ہر زبان میں نعتیہ کلام کا اتنا بے پناہ ذخیرہ موجود ہے کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ کوئی دو چار کتابیں اٹھایئے اور انتخاب چھاپ دیجیے۔ بہت مشکل یوں ہے کہ عقیدت تو ہر مسلمان کے پاس ہے لیکن ادبی معیار ہر دور میں بہت نایاب رہا ہے۔ آپ کے اسی شمارے میں ڈاکٹر ریاض مجید صاحب نے بہت درست فرمایا ہے کہ ۹۰ فیصد نعت ایک کلاسیکی (روایتی) حوالے سے ہو رہی ہے۔ جب تک آپ نعت میں نادرہ کاری پیدا نہیں کرتے تب تک نعت اس بڑے ہجوم کے اندر ہی رہے گی جو تکرار در تکرار پر ہی خوش ہے۔

آپ کے موجودہ شمارے کا کمال یہ ہے کہ اس کا ۹۰ فیصد سے زیادہ حصہ فنی معیار کا بھی منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کی محنت کا بھی اور آپ کے اعلیٰ ادبی ذوق کا بھی۔ آپ نے آداب نعت، فنی لوازم اور عصری مسائل کے حوالے سے بہت کار آمد گفتگو کا جو سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کا دائرہ عمل صرف انتخاب نعت تک محدود نہیں بلکہ آپ اس موضوع پر ایک جامع جائزے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔

''مدحت'' کا یہ پہلو اسے دیگر نعتیہ مجموعوں سے بہت ممتاز کرتا ہے۔

میری شدید خواہش اور دعا ہے کہ ''مدحت'' کا یہ سلسلہ اسی آب و تاب سے جاری رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ صحت، توانائی اور جذبوں سے معمور رکھے۔ (آمین)

محمد اکرم چودھری

وائس چانسلر یونیورسٹی آف سرگودھا

جناب مدیر مدحت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی ادارت میں جاری ہونے والے رسالے ''مدحت'' کا پہلا شمارہ میرے پیش نظر ہے جسے آپ نے کتابی سلسلہ کی صورت میں شروع کیا ہے۔ میری نظر اس کے مختلف موضوعات پر پڑی۔

حمدیں، نعتیں، مقالات و مضامین، مذاکرہ اور مکالمہ اس کے اہم موضوعات ہیں۔ حمد و نعت میں عمدہ تخلیقات شامل کی گئی ہیں۔ نعتوں کا انتخاب بے حد خوبصورت عصری حوالوں سے معمور اور معنویت سے لبریز ہے۔ اگرچہ نعتیہ ادب کے لیے ملک میں کئی رسالے موجود ہیں لیکن اپنے تنوع اور مضامین کی رنگا رنگی کے سبب ''مدحت'' میں انفرادیت محسوس ہوئی اور دل اس یقین سے لبریز ہو گیا کہ آپ جب اس کے بعد دوسرا شمارہ نکالیں گے تو ہمارے جدید اور نعتیہ ادب میں مزید اضافہ ہوگا۔

میں اس اولین شمارے پر آپ کو دل سے مبارکباد دیتا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ اس منفرد، پر از معنویت اور جدید عصری تقاضوں سے مالا مال رسالے کو جاری رکھیں گے اور اہل قلم کی تخلیقات کو نئے نئے عنوانات سے آراستہ کر کے ہمارے مطالعے کے لیے جاری رکھیں گے۔ خدا آپ کو اس حسن عمل پر اجر عظیم عطا فرمائے اور دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود سے آپ کو فیض یاب کرے۔ آمین

ڈاکٹر عاصی کرنالی، ملتان

❁ ❁ ❁

اخی العزیز جناب سرور حسین نقشبندی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

''آپ کی طرف سے ''مدحت'' کا پہلا شمارہ ملا۔ اس کا سرورق پھر ورق ورق، لفظ لفظ اور حرف حرف راحت جاں اور سکینت کا باعث ہے۔ مولانا کوثر نیازی نور اللہ مرقدہٗ نے کیا خوب ارشاد فرمایا:

میرے لیے ہر غنچۂ گلشن سے بھلی ہے　　　کانٹے کی وہ اک نوک جو طیبہ میں پلی ہے

مولانا کے اس شعر کے مصداق میرے لیے ''مدحت'' کا ایک ایک نقطہ بھی عزیز جان ہے کیوں کہ اس کی نسبت عشق رسالت مآب ﷺ سے ہے۔ سرورق انتہائی پر وقار، جاذب نظر اور نفیس ہے۔ اظہاریہ قلب کی باطنی کیفیت کا خوب آئینہ دار ہے۔ حمدیں اور نعتیں دل کے تاروں کو ترنم دیتی ہیں۔ مقالات و مضامین میں جناب ع۔س۔ مسلم، حضرت حفیظ تائب اور ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے فکر و نظر کی نمو کے لیے خوب آبیاری کی ہے۔ کتاب میں ''مذاکرہ'' ایک اچھوتا تصور ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید میرے لیے انتہائی شفیق ہیں، ان کا انٹرویو پڑھ کر اپنی کم مائیگی اور ان کے علمی مرتبہ و مقام کا احساس ہوتا ہے اور محسوس ہوتا ہے۔ ''ہم تو کچھ بھی نہیں۔''

جناب سرور! اس سارے منظر نامے میں رسالت مآب ﷺ کے ساتھ آپ کی والہانہ دل

فریفتگی اور محبت و الفت کا کوئی جواب نہیں۔ آپ کی ستائش کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں، فقط جناب احمد ندیم قاسمی کے ایک شعر کا سہارا لیتا ہوں۔

تجھ سے کس طرح میں اظہار تمنا کرتا　　لفظ سوجھا تو معانی نے بغاوت کر دی

''مــدحــت'' کے اس سفر میں میرا تعاون ہر طرح سے آپ کے ساتھ ہے اور اس کاروان جذب وشوق میں شامل ہونے کے لیے اپنا ایک مقالہ بھی ارسال کر رہا ہوں۔

ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ (لاہور)

❁ ❁ ❁

محترم سرور حسین نقشبندی صاحب

السلام علیکم! ''مدحت'' کا تحفہ ملا۔ یاد فرمانے کا بے حد شکریہ، آپ نے اس سلسلۂ سعادت کو حضرت حفیظ تائب مرحوم سے منسوب کر کے جہاں بزرگوں کے اعتراف کی روایت مستحکم کی ہے وہاں ان کے فیوض و برکات سمیٹنے کی راہ بھی نکالی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس کام میں آپ کا حامی و ناصر ہو۔ حفیظ تائب مرحوم سے مجھے ۱۹۶۵ء سے نیاز مندی کا شرف حاصل رہا۔ غزل ترک کر کے ان کا خود کو پوری طرح نعت حضور ﷺ کے لیے وقف کرنے کا فیصلہ بشیر منذر مرحوم، اسلم کمال اور میرے سامنے ہی واقع ہوا۔ آپ برا نہ مانیں تو ایک مشورہ پیش خدمت ہے۔ میرے کہنے پر چند ادبی پرچوں نے حمد و نعت کے اوپر شاعر کا نام درج کرنے کی بجائے نیچے درج کرنے کا آغاز کر دیا ہے۔ میری آپ سے بھی گزارش ہے کہ شاعر کا نام حمد و نعت کے نیچے بائیں جانب درج فرمایا کریں۔

آپ کے پرچے میں نعت گوؤں کے درمیان شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ایک نعتیہ نظم ارسال خدمت ہے۔ امید ہے آپ پسند فرمائیں گے۔

اللہ آپ کو اجر دے۔

مخلص

جلیل عالی (راولپنڈی)

❁ ❁ ❁

محترم مکرم سرور حسین نقشبندی صاحب

''مــدحــت'' کے ظاہر و باطنی حسن نے آنکھوں کو حقیقی بصارت اور دل کو نور بصیرت سے آشنا

کیا۔ پرچہ نکلا اور بصد آب و تاب نکلا۔ اس وقت جب کہ ظلمات باطل ہمیں مسلسل اپنی لپیٹ میں لے رہی ہیں۔ فقط اسم ''محمد ﷺ'' کے اجالوں سے ہی فکر و نظر کی جلوہ ریزی کا سامان مہیا ہو سکتا ہے۔

آپ نے کام کیا اور خوب کیا۔ اس پر جس قدر بھی ہدیۂ تبرک پیش کروں کم ہے ابھی سے یہ عالم اعزاز ہے تو آنے والے ادوار میں نظریاتی روشنی کس تب و تاب سے اجالے بکھیرے گی۔ رب کریم سے دعا ہے آپ کی فکری کاوشیں کو دوام عطا کرے اور ہر آنے والے دن لوح قرطاس و قلم پر مدحت طرازی کی اعلیٰ سے اعلیٰ داستانیں رقم کرتا رہے۔

واللہ! آپ نے جو کام کیا ہے اس کے بارے میں سوچا تو جا سکتا ہے مگر عملی جامعہ پہنانے کے لیے وقت کی کتنی ہی کٹھنائیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ شاید آپ ہی کے لیے میر درد نے کہا تھا ؎

کام مردوں کے جو ہیں سو وہی کر جاتے ہیں

آپ نے واقعی کام کیا۔ ادبی رعنائی اور فکری دل افروزی سے کیا ہے۔ رب کونین اپنے محبوبؐ کی مدحت کے صدقے میں آنے والے دور کی ہر سر بلندی کو آپ کا مقدر بنائے رکھے۔ والسلام

پروفیسر محمد اکرم رضا

(گوجرانوالہ)

❁ ❁ ❁

برادرم سرور حسین نقشبندی

السلام علیکم!

''مدحت'' کا پہلا شمارہ موصول ہوا۔ یاد آوری کا بہت بہت شکریہ۔ نظروں نے جھک کر ورق ورق کو بوسہ دیا۔ دامن آرزو کرنوں کے پھولوں سے بھر گیا۔ پہلی اڑان ہی سے اندازہ ہو رہا ہے۔ آپ نے اوج ثریا کی کن بلندیوں کو اپنے اہداف میں شامل کیا ہے۔ اللہ رب العزت آپ کی مساعیٔ جمیلہ کو شرف قبولیت بخشے اور آقائے کرم ﷺ اسے سند جواز عطا کریں۔ حفیظ تائب اور سید آفتاب احمد نقوی زندہ ہوتے تو آپ کو پذیرائی کا تاج پہناتے۔ اس اشاعت دلپذیر پر دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔ جس منور راستے کا آپ نے انتخاب کیا ہے اسے دشوار کہنا بے ادبی میں شمار ہوگا۔ اس دلآویز راستے سے تو پھولوں بھری ان گنت پگڈنڈیاں نکلتی ہیں۔ سکون قلب کی دولت اس فراوانی سے بکھری ہوئی ہے کہ سمیٹے نہ سمیٹی جا سکے۔ پورے اعتماد کے ساتھ آگے بڑھتے رہیے۔ مقفل دروازے

خود بخود کھلتے جائیں گے۔ توصیف مصطفیٰ ﷺ کے رنگوں کو اجاگر کرتے جایئے۔ ''مدحت'' کو مدحت نگاروں کی رہنمائی اور پذیرائی کا وسیلہ بنا دیجیے۔

''مدحت'' کے پہلے شمارہ میں آپ نے دیگر اصناف سخن میں کہی جانے والی نعت کو یکسر نظرانداز کر دیا ہے۔ امید ہے ہائیکو سے لے کر ثلاثی تک بلکہ نثری نعت تک کو ''مدحت'' کے صفحات پر جگہ ملے گی۔

اداریے میں آپ نے ''مدحت'' کے دائرہ عمل میں روشنی ڈالی ہے۔ اس دائرے کو مزید وسیع کیجیے۔ حمدیہ اور نعتیہ کتب پر غیر رسمی تبصروں کا اہتمام ہونا چاہیے۔ قارئین کے خطوط کا گوشہ قائم کیجیے۔ مذاکرہ خوب اور دلچسپ رہا۔ آپ کو ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی، ڈاکٹر انور سدید، ابوالامتیاز ع س مسلم، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر تحسین فراقی، خالد احمد، امجد اسلام امجد، ڈاکٹر عبدالغنی فاروق، ڈاکٹر خورشید رضوی، ڈاکٹر ریاض مجید، اشرف جاوید، شہزاد احمد، اسلم کولسری، زاہد فخری، عباس تابش، شہزاد مجددی، فیض رسول فیضان، واجد امیر، صادق جمیل اور صبیح رحمانی جیسے اہل قلم کا تعاون حاصل ہے۔ نعت کی نئی نئی کہکشائیں دریافت کیجیے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہے۔

احقر

ریاض حسین چودھری (سیالکوٹ)

محترم سرور حسین نقشبندی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ

میں بلا تمہید اور بے تامل ''مدحت'' کی اشاعت کا بصمیم قلب خیر مقدم کرتا ہوں۔ فروغ نعت کے سلسلے میں یہ ایمان افروز اور روح پرور کاوش صحافت حمد و نعت کے ذیل میں نہایت مؤقر اور دلآویز ہے۔ آپؐ نے مجدد نعت حضرت حفیظ تائبؒ کی روحانی سرپرستی کا اعتراف کر کے علی الاعلان اس روش پر گامزن رہنے کا عندیہ ظاہر کر دیا ہے جو مغفور حفیظ تائبؒ نے خون دل و جگر دے کر اپنائی اور نعت کو عصر نو کی اہم ترین صنف سخن بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اولین شمارہ کے مندرجات اور مشمولات میں جدت ہے، ترو تازگی ہے اور نعت کے ہمہ جہت موضوعات کے فروغ عام میں حسن ترتیب کے ساتھ ان کی شمولیت نہایت باوقار ہے۔ آپ کا اظہاریہ آپ کی نعتیہ

کارگزاری کا خوبصورت گوشوارہ ہے۔اس میں بھی آپ کی خوش نوائی عکس ریز ہے۔آپ ہر شمارہ میں یہ ''اظہاریہ'' قائم رکھیں اور نعت کے کسی جدید رویے پر قلم کاری کر کے نئے لکھنے والوں کو اظہار خیال پر آمادگی کا راستہ دکھاتے رہیں۔ ہر شمارے میں غیر مطبوعہ حمدیں اور نعتیں حاصل کیجیے۔نئی تخلیقات میں جدت طرازی ہو۔روایتی اور بے رس انداز سخن کی حوصلہ افزائی نہ کیجیے۔ ہر اچھی حمد اور نعت کی قدر افزائی کریں اور اس بارے میں بے نیاز رہیے کہ لکھنے والا کس مکتب فکر کا خوشہ چین ہے۔نعت پر ہر کلمہ گو کی اجارہ داری ہے بشرطیکہ اس کا اظہاریہ مسلم عقائد سے متصادم نہ ہو نیز اس کی فنی بنت عمدہ ہو۔کمزور اور پھسپھسا شعر متروک قرار دیجیے۔ مذاکرہ کا اضافہ نہایت سعد اور مبارک ہے۔اسے زیادہ کشادہ کیجیے۔''نعت رنگ'' کراچی نے اس سلسلے میں کشادہٗ دلی کا بہترین رویہ اپنایا ہے۔آپ سے اس ذیل میں زیادہ کشادگی کی توقع ہے۔جن نعت گو حضرات نے ٹھوس بنیادوں پر اور باوقار پیرائے میں خدمات نعت انجام دی ہیں۔ان کے لیے گوشے مخصوص کیجیے۔اس شمارے میں جناب جعفر بلوچ اور جناب ریاض مجید کا انتخاب عمدہ معیار کا حامل ہے۔نعت گو حضرات اپنی نعتوں میں خواہ مخواہ یاس انگیز ماحول (وہ بھی ژولیدگی کے روپ میں) پیدا کر کے نعت کے ولولہ انگیز پس منظر سے منہ موڑنے کی گنجائش نہ ہی نکالیں تو بہتر ہے۔شاہد ماکلی کی نعت نے محرومیوں کا غیر فنی انداز اپنا کر نسبتاً غیر مستحسن قدم اٹھایا ہے۔نعت کا شعر تن مردہ میں زندگی کی حرارتیں دوڑاتا ہے اور فکر کو حسن پرواز ادا کرتا ہے۔ یہ ایک مشورہ ہے۔ بات دراصل افتادِ طبع پر ختم ہوتی ہے۔ میں نعت کو مثبت رویوں کا بہترین اظہاریہ سمجھتا ہوں۔واللہ اعلم بالصواب

مجموعی طور پر مدحت کی اولین اشاعت ہر اعتبار سے مستحسن ہے۔ان شاءاللہ آئندہ اشاعتیں تابناک ہوں گی۔اس سلسلے میں میری خدمات حاضر ہیں۔اپنے طور پر ہم نے ادب سرائے ساہیوال کے ماہ مئی کے ماہانہ نعتیہ مشاعرہ میں ''مدحت'' کا خیر مقدم کیا تھا۔

فقط

خیر اندیش

پروفیسر سید ریاض حسین زیدی

صدر ادب سرائے،فرید ٹاؤن ساہیوال

❁ ❁ ❁

جناب سرور حسین نقشبندی صاحب

السلام علیکم!

آپ نے لاہور سے ''مدحت'' کے نام سے جو کتابی سلسلہ شروع کیا ہے، اس کا نقش اولین دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ اب کراچی کے بعد لاہور سے بھی نعتیہ ادب کے حوالے سے ایک معیاری جریدہ پڑھنے کو ملے گا۔

''مدحت'' کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہر صفحہ پر نعت کے حوالے سے تخلیقات روشن دکھائی دیتی ہیں۔ خوبصورت نعتیں، گراں قدر مقالات و مضامین، ڈاکٹر ریاض مجید کا نعت کے حوالے سے انٹرویو اور ''جدید نعت اور امت مسلمہ کے مسائل'' کے موضوع پر مذاکرہ اس شمارے کے تحفے ہیں۔ اس کے علاوہ نعتوں کے حصے میں آپ نے اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلویؒ سے لے کر عصر حاضر کے تمام اہم شعراء کرام کی ایسی نعتوں کو جمع کیا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ بار بار اس کا مطالعہ کرتے رہیں۔ خاص طور پر احمد ندیم قاسمی، حفیظ تائب، واصف علی واصف، ڈاکٹر عاصی کرنالی، شہزاد احمد، حافظ لدھیانوی، سلیم گیلانی، وحید الحسن ہاشمی، امجد اسلام امجد، فیصل عجمی، ڈاکٹر ریاض مجید اور دیگر شعراء کی نعتوں نے خوب رنگ جمایا ہے۔

مجموعی طور پر آپ نے ''مدحت'' شائع کر کے اصل میں اردو نعت کے دائرہ کار کو بڑھایا ہے۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ آپ اردو نعت کے تمام پہلوؤں کو اس انداز سے سامنے لانا چاہتے ہیں کہ وہ تمام مکاتب فکر کے افراد کے لیے قابل قبول ہو۔ ''مدحت'' میں ہمیں اس پہلو کے تمام رنگ پڑھنے کو ملتے ہیں۔

میں ''مدحت'' کی اشاعت پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور آپ سے یہ امید رکھتا ہوں کہ ہر سہ ماہی پر نعت کے حوالے سے منفرد تخلیقات پیش کر کے دربارِ رحمت عالم ﷺ میں اپنی عاقبت کا سامان کریں گے۔ آخر میں آپ کے دعائیہ اشعار آپ ہی کی نذر کرتا ہوں۔

انہی کی یاد کا روغن، انہی کی دید کی لو
دل و نگاہ کو پیہم، خدا نصیب کرے

انہی کے نام پہ تازہ رہیں مری آنکھیں
انہی کے ذکر کی شبنم خدا نصیب کرے

نبیؐ کے ذکر کی محفل یونہی رہے آباد
یہ ہمدمی ہمیں دم دم خدا نصیب کرے

شاکر حسین، کتاب گھر، ملتان

محترم سرور حسین نقشبندی

السلام علیکم

''مــدحــت'' ملا، بہت خوشی ہوئی کہ آپ کو اللہ رب العزت نے اس سعادت کے لیے منتخب فرمایا: اس سے پہلے بھی آپ اپنے الفاظ اور آواز کے ذریعے مدحت رسول ﷺ کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق ارزانی کی اور حمد و نعت کے فروغ میں آپ کا حصہ رکھ دیا۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے　　یہ بڑے نصیب کی بات ہے

''مــــدحـــت'' کا معیار زبردست ہے، آپ نے پورا خیال رکھا کہ جن کے لیے کام کیا جا رہا ہے۔ ان کے شایان شان ہو، ماشاءاللہ۔

رب ذوالجلال آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ (آمین)

نورین طلعت عروبہ، راولپنڈی

❁ ❁ ❁

مدیر مدحت

جناب سرور حسین نقشبندی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

نعتیہ ادب ''مدحت'' کا شمارہ وصول ہوا تو دیکھ کر دل میں خوشی کے پھول کھل گئے۔ سادہ ٹائٹل میں بلا کا حسن و کشش ہے۔ ایک ہی نشست میں آپ کے اداریہ سے ڈاکٹر ریاض مجید سے مکالمہ تک پڑھتا چلا گیا۔ آپ کے عزم و ارادوں کو پڑھ کر یہ شعر یاد آیا:

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

حمد و نعت کا انتخاب بھی بہت خوب ہے۔ مقالات و مندوبین میں ع۔س۔ مسلم، حفیظ تائب، ڈاکٹر اسحاق قریشی، شہزاد مجددی، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر انور سدید اور فیضان رسول کے مضامین بار بار پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

گوشہ جعفر بلوچ دیکھ کر خوشی ہوئی اور ان کے بارے مضامین پڑھ کر بہت کچھ جانا۔

مذاکرہ جدید نعت اور امت مسلمہ پڑھ کر جناب خالد احمد، ڈاکٹر شبیہ الحسن ہاشمی، علامہ

شہزاد مجددی اور پروفیسر رانا ناہر کے خیالات وافکار سے مستفید ہوا۔

ڈاکٹر ریاض مجید کا انٹرویو بہت اچھا رہا لیکن ان کی ایک بات سے متفق نہیں کہ ''کم وبیش ایک سال میں سو کے قریب مجموعہ ہائے نعت چھپتے ہی ہیں۔''

کتابوں پر تبصرے کی کمی محسوس ہوئی۔ امید ہے اگلے شمارہ میں کتابوں پر تبصرے بھی شامل کریں گے۔ ناشر کے مکمل پتے کے ساتھ۔

جب آپ کا شمارہ ''مدحت'' ملا تو آپ کو فون پر مبارکباد دے دی تھی۔ آج آپ کو خط لکھنے کی سعادت ملی کہ اپنی چند گزارشات ورائے لکھوں۔

احباب کو سلام عرض کریں۔

خاکپائے رسولؐ

غوث میاں، کراچی

❁ ❁ ❁

مکرمی ومحترمی جناب سرور حسین نقشبندی صاحب

السلام علیکم!

امید ہے مزاج گرامی شگفتہ ہوں گے۔ عشق وعقیدت کی خوشبو سے ہمکنار نعتیہ ادب کی قوس قزح سے مزین ''مدحت'' کا شمارہ نمبر ایک بہار کے خوشنما جھونکے کی طرح موصول ہوا۔ دل ودماغ میں فرحت وانبساط کے فانونس روشن ہوگئے۔ ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے یاد رکھا اور اتنے خوبصورت اور پاکیزہ مجلّہ سے نوازا۔

زیر نظر شمارہ اپنے آنگن میں رنگوں، روشنیوں اور خوشبوؤں کو بسائے ہوئے ہے۔ تمام مضامین، تمام نعتیہ منظومات سمیت دیگر تمام سلسلے لاجواب وبے مثال دکھائی دیے۔ حسن ترتیب کے لحاظ سے یہ شمارہ اپنی مثال آپ نظر آیا۔

آپ کی زیر ادارت زیور طباعت سے آراستہ ہونے والا ''مدحت'' کا یہ پہلا شمارہ ہر لحاظ سے ارفع واعلیٰ اور رخشندہ وروشن دکھائی دیا۔ آپ کے ادارتی اوصاف ہر صفحہ وہر سطر سے عیاں نظر آئے۔ آپ نے جس محنت، خلوص اور محبت کے ساتھ نعتیہ ادب کے گلستان میں ''مدحت'' کا پھول کھلایا ہے اور گلشن مدحت کو مہکایا ہے۔ وہ سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ ''مدحت'' کے نام سے

منظر عام پر آنے والا یہ مجلّہ نعتیہ ادب میں اپنے گہرے نقوش مرتب کرنے کا سبب بنے گا۔ آپ کی نعتیہ کاوشوں کو خوب پذیرائی ملے گی۔ عاشقانِ نعت اس سے بھرپور مستفید ہوں گے اور اس کے مطالعہ سے اپنے قلب و ذہن کو ضرور طمانیت و برکات سے ہمکنار کریں گے۔ یہ مجلّہ ضرور اپنی مقبولیت کے جھنڈے گاڑے گا اور اپنی تجلیات سے نعتیہ ادب کو نئی رونق اور نئی توانائی سے آراستہ کرنے کا سبب بنے گا۔

میری نگاہ دیکھ رہی ہے کہ آنے والے وقت میں ''مدحت'' کو وہ رنگ و روپ ملے گا جو قابل رشک ہوگا اور آپ کی نعتیہ خدمات کو سنہری حروف میں عقیدت کے ساتھ لکھا جائے گا۔ (انشاءاللہ)

میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ رب العزت آپ کے اس سلسلۂ محبت و عقیدت کو اپنے محبوب ﷺ کی ذات اقدس کے طفیل کامرانی و کامیابی کی خوشبو سے سجائے رکھے، آپ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور آپ کے قلم کی رفتار و توانائی میں اتنا اضافہ کر دے کہ لوگ نعتیہ خدمات کے سلسلے میں آپ کا حوالہ دیں۔ (آمین)

والسلام

آپ کا

ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم، سرگودھا

❁ ❁ ❁

Dear Br. Sarwar Hussain,

*Congratulations! On your recent wonderful publication **"Midhat"**. I belive it will be a milestone for paving a way to promote Naatia Adad. I must apprecaiate your scholarly efforts and again congratulations for this uniqe accomplishment.*

With Love,

Zulfiqar Kazmi

Executive Director

The commongrouads

New york U.S.A

❁ ❁ ❁

نعت فورم کو موصول ہونے والی کتب

ادارہ کتابیں و رسائل بھیجنے والے تمام احباب کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔

نام کتب	موضوع	مرتب و مصنف و شاعر	پبلشرز	ہدیۂ کتب
سیدنا محمدؐ	نعتیہ دیوان (اردو)	ڈاکٹر ریاض مجید	نعت اکادمی، فیصل آباد	ڈاکٹر ریاض مجید
سیدنا احمدؐ	نعتیہ دیوان (پنجابی)	ڈاکٹر ریاض مجید	نعت اکادمی، فیصل آباد	ڈاکٹر ریاض مجید
سرمایۂ روحانیت	طرحی نعتیں	قمر وارثی	دبستان وارثیہ کراچی	سلطان محمود
سید دنیا و دیں	حمد و نعت	محمد سرور قمر	اکائی پبلشرز، فیصل آباد	محمد سرور قمر
عقیدت دے پھل	حمد، نعت، منقبت	ریاض احمد قادری	احسن پبلی کیشنز فیصل آباد	ریاض احمد قادری
درود پڑھتے ہوئے	حمد و نعت	تبسم قادری	چشتی کتب خانہ، فیصل آباد	تبسم قادری
مطلع انوار	حمد و نعت رباعیات	محبوب الٰہی عطا	مثال پبلشرز، فیصل آباد	حنیف نازش
تحیت	حمد و نعت	علامہ محمد شہزاد مجددی	دارالاخلاص، لاہور	علامہ محمد شہزاد مجددی
اللہ کی سنت	نعتیہ کلام	منظر عارفی	سخن پبلیکشنز، کراچی	منظر عارفی
خلد سخن	حمد و نعت	ریاض حسین چودھری	القمر انٹر پرائزز، لاہور	ریاض حسین چودھری
طاق حرم	حمد و نعت	حفیظ تائبؒ	القمر انٹر پرائزز، لاہور	عبدالمجید منہاس
صلو علی الحبیب	نعتیہ مجموعہ	محمد مسعود اختر	مخزن حمد و نعت، فیصل آباد	محمد مسعود اختر
نعت میری زندگی ہے	حمد و نعت	طاہر سلطانی	مجلس عمل اہل سنت، کراچی	طاہر سلطانی
میرے حضور	نعتیہ مجموعہ	محمد وجیہہ السیما عرفانی	حافظ نثار احمد، فیصل آباد	حافظ نثار احمد
جمال نعت	نعتیہ مجموعہ	رفیع الدین زکی قریشی	رفیع الدین زکی قریشی	رفیع الدین زکی قریشی
تحمید و ثنا	حمدیہ مجموعہ	رفیع الدین زکی قریشی	المدینہ پبلی کیشنز	رفیع الدین زکی قریشی
تجلیات	حمد و نعت	حافظ مظہر الدینؒ	حریم ادب، راولپنڈی	محمد اصغر نوید
جلوہ گاہ	حمد و نعت	حافظ مظہر الدین	حریم ادب، راولپنڈی	محمد اصغر نوید
باب جبریل	حمد و نعت	حافظ مظہر الدین	حریم ادب، راولپنڈی	محمد اصغر نوید
عقیدتوں کا نصاب	حمد و نعت	ہمایوں مجاہد	ادراک پرنٹرز سیالکوٹ	ہمایوں مجاہد
خوشبو تیری جوئے کرم	حمد و نعت	ریاض ندیم نیازی	سبی	ریاض ندیم نیازی
اقبال ایک تحریک	حضرت اقبالؒ	ڈاکٹر سید محمد اکرم اکرام	شعبہ اقبالیات پنجاب یونیورسٹی	ڈاکٹر سید محمد اکرم
انوار حکمت	حضرت علیؓ کے اقوال	مرزا مجاہد احمد	تحریک اصلاح امت پھول نگر	مرزا مجاہد احمد
اعلیٰ حضرت کی شاعری پر قرآنی افکار کا اثر	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلویؒ	مرزا مجاہد احمد	تحریک اصلاح امت پھول نگر	مرزا مجاہد احمد

سیدنا صدیق اکبر کی کنیت	تحقیقی جائزہ	مرزا مجاہد احمد	نورانی کتب خانہ، بھائی پھیرو	مرزا مجاہد احمد
پکارو یارسول اللہ	علم بلاغت کی روشنی میں	مرزا مجاہد احمد	رائز ورلڈ پھول نگر	مرزا مجاہد احمد
عظمت مدینہ منورہ اقبال کی نظر میں	حضرت اقبال	مرزا مجاہد احمد	رائز ورلڈ پھول نگر	مرزا مجاہد احمد
قلب سلیم ترقی کا راز	مرزا مجاہد احمد	مرزا مجاہد احمد	رائز وولڈ، پھول نگر	مرزا مجاہد احمد
سلام ومناقب	مناقب	رفیع الدین زکی قریشی	المدینہ پبلی کیشنز	رفیع الدین زکی قریشی

نعت فورم کوموصول ہونے والے رسائل وجرائد

نام جریدہ	ایڈیٹر	مہینہ
شہر نعت	پیر آصف بشیر چشتی	کتابی سلسلہ نمبر ۱ تا ۱۴
ماہنامہ سوئے حجاز	مفتی محمد خان قادری	مارچ، اپریل، جون ۲۰۱۰
کاروان نعت	ابرار حنیف مغل	مارچ ۲۰۱۰
آئیڈیل	شاہد رضا	فروری ۲۰۱۰
بیاض	خالد احمد	اپریل تا اگست ۲۰۱۰،
ماہنامہ ارض وسما	رفیق شہزاد	مارچ ۲۰۱۰
تسخیر	سید احسان گیلانی	جنوری تا جون ۲۰۱۰
ماہنامہ روح بلند	صاحبزادہ امانت رسول	جنوری تا مئی ۲۰۱۰
ماہنامہ ارژنگ	ابرار ندیم	مئی ۲۰۱۰
مرآۃ العارفین	صاحبزادہ سلطان احمد علی	اپریل ۲۰۱۰
ارمغان احمد (خطوط نمبر)	طاہر حسین طاہر سلطانی (کراچی)	مئی ۲۰۱۰
ماہنامہ ارمغان حمد	حفیظ تائب نمبر جولائی ۲۰۰۴ء	طاہر حسین طاہر سلطانی
ماہنامہ ارمغان حمد	حمد باری تعالیٰ قرآن وسیرت اور تاریخ کے آئینے میں	طاہر حسین طاہر سلطانی
ماہنامہ ارمغان حمد	جون ۲۰۰۴ء	طاہر حسین طاہر سلطانی
ماہنامہ ارمغان حمد	اکتوبر، نومبر جون ۲۰۰۷ء	طاہر حسین طاہر سلطانی
ماہنامہ ارمغان حمد	جنوری، نومبر ۲۰۱۰ء	طاہر حسین طاہر سلطانی
ماہنامہ ارمغان حمد	اکتوبر ۲۰۰۹ء	طاہر حسین طاہر سلطانی
ماہنامہ ارمغان حمد	خطوط نمبر ۲۰۱۰ء	طاہر حسین طاہر سلطانی

☆☆☆